ساہ گیر یعنی وزیر علی قاتل اور مجرم علت قتل تھا ہم کچھ استحقاق اُسکے طلب کے یکا میں لکھتے تھے
تحفۂ راجستان میں لکھا ہے کہ راجہ جگت سنگھ نے سرکار انگریزی کے ساتھ عہدنامہ قبول کیا جسکی رو سے نواب
وزیر علی کو انگریزوں کے حوالے کر کے بہت بدنامی اُٹھائی اسپر بھی انگریزی سرکار نے ڈائیو میں مصروف رہنے
کے سبب جیپور کو اُسکی قسمت پر چھوڑ دیا اور اُسکو مرہٹہ اور پنڈاروں نے بہت تباہ کیا ریاست نے
انگریزی سرکار کو مطلب کا پابند خیال کر کے ۱۸۱۸ء کے عام عہدنامے سے انکار کیا وزیر علی کلکتے کے قلعہ
میں ایک تنگ کوٹھری میں قید رہا مگر لیکن اُسکو ملتا تھا ساتھیوں میں سے بعض کو بنارس میں پھانسی
ملی بعض قید ہو کر جلاوطن ہوئے وزیر علی کو کھانا ہندوستانی باورچی کے ہاتھ کا پکایا ہوا دیا جاتا تھا
آخرکار بیمار ہو گیا یونانی حکیموں اور انگریزی ڈاکٹروں کا معالجہ سود مند نہوا اُسی قید میں ۳۶ سال کی عمر میں
جون ۱۸۱۷ء مطابق شعبان ۱۲۳۲ ہجری میں ۱۸ سال ۳ ماہ ۴ دن قید رہکر انتقال کیا جانے کے ساتھ لکھنؤ کے
سب چھوٹے بڑے آدمی تھے چند مدت تک قبر پر گار در رہا پھر چھوٹا سا مقبرہ ہوا دیا جو کاشی باگان میں
ٹیپو سلطان کے کسی بیٹے کی قبر کے پاس ہے اُسکی لوح قبر پر یہ اشعار کندہ ہیں ؎

| | |
|---|---|
| وزیر ہند وزیر علی آصف جاہ | چو سوے خلد بریں رفت زیں سرائے غرور |
| زدیم غوطہ بدریاے فکر تا آریم | درست گوہر تاریخ مہر آں مغفور |
| بگوشم آمدہ ناگہ ز دستور دستین | ندائے دلے دریغا رحم دانش و دستور |

وزیر علیخان گو طفل مزاج تھا مگر شجاعت و ہمت میں جوان بے نظیر تھا کہتے ہیں وقت گرفتاری کے برادر سپاہی اور
کے جول میں سے تن تنہا برہنہ شمشیر مقابلہ کرتا ہوا نکلگیا اور جسوقت دہلی کے دروازہ پر پہونچا تو فوج انگریزی
بھی عقب میں قدم بقدم جا پہونچی مگر اُسنے کمال جلادت اور جرأت کے ساتھ گھوڑے کا کمربند کاٹ کر پانی میں
ڈالدیا اور پار اترا پہاڑ اور جنگلوں میں اکیلا اُترا اور تیور دہر ادھر پھرتا رہا ایک دن قید خانہ کلکتہ میں پلنگ پر
لیٹا ہوا تھا کہ اُسکے گلے کی مالا کا ڈورا ٹوٹ گیا اور دانے زمین پر بکھر گئے وزیر علی نے ایک دانہ اُٹھا کر جس طرح

سیماب کی طرح کسی جگہ ٹھہر نہ سکتا تھا اور کمال دلاوری کے ساتھ ہر جگہ لڑتا بھڑتا
چلا جاتا تھا۔ آخر میوات مین پہونچا مگر میواتیون سے کچھ بن نہ آئی وہان سے
جیپور چلا گیا راجہ جگت سنگھ والی جیپور نے استقبال کیا اور اُس کو اپنا مہمان
کیا دستار بدلی اور راجہ کی مان نے وزیر علی خان کو اپنا بیٹا بنایا۔ کپتان کولنس
رزیڈنٹ مہاراجہ سیندھیا نے راجہ جیپور کو لکھا کہ تم وزیر علی کو ہمارے حوالے
کرو تو ہم تمکو بہت سے روپے دینگے۔ راجپوتون کا اگرچہ یہ دھرم ہے کہ جو شخص اُن
کی پناہ مین آئے خواہ وہ قاتل ہی کیون نہو اُسکو کبھی دُشمن کے حوالے نہین کرتے
مگر یہ وقت تو وہ انقلاب کا تھا کہ سارے دھرم کرم اپنی جگہ پر نہ تھے۔ راجہ نے
دیکھا کہ مزد بدنامی مین زر و جواہر ہاتھ لگتے ہین اِسلیے اُسنے کچھ اس کا دھیان
نہین کیا کہ ہمیشہ کو کلنگ کا ٹیکہ لگے گا سرکار انگریزی سے روپیہ اور وزیر علی
سے جواہر لے کر سنہ ۱۸۰۰ء مین اُس کو اس شرط کے ساتھ حوالے کر دیا کہ وہ جان سے
نہ مارا جائے نہ اُسکے پاؤن مین بیڑیان پڑین مہمان کی مہمانداری کا یہ حق ادا کر دیا
کہ اُس کی جان بچا دی انگریزون نے وزیر علی کو پالکی مین بٹھا کر دونون طرف
قفل لگا دیے اور ڈاک کے ذریعہ سے کلکتے کو بھیجدیا۔ ٹاڈ صاحب نے تاریخ راجستان
مین لکھا ہے کہ ایک امر جس نے زیادہ تر بے اعتباری ہماری پیدا کی ہمارا
چھین لینا وزیر علی کا پناہ جیپور سے تھا جس سے ایک داغ بدنامی کا ہمارے
نام کو لگا جب کوئی مجرم یا بدنصیب پناہ لیتا ہے تو راجپوتون کے نزدیک
وہ فعل مذہبی تصور کیا جاتا ہے اس قاعدے کا انفساخ ہمنے جبراً جیپور سے
کرایا گو وہ اُس زمانے مین ہمارا مطیع نہ تھا یہ کوئی عذر بے جا نہین ہو سکتا کہ

جورلے پور میں رہتا تھا پہونچا مگر یہاں پناہ نپائی بیقرار ہوکر پہاڑ کی طرف بھاگا
سڑاپج کی طرف چلا گیا اور گھاگرہ کو عبور کرکے راجہ کھوٹ وال کے ہاں پناہ لی
یہ راجہ نیپال کے راجہ کا باجگذار تھا نواب سعادت علی خاں نے رسالہ قندھاری
کو بھیجا اور دوسرے سردار بھی بھیجے تاکہ وزیر علی خاں کا محاصرہ کرلیں اور
پکڑ لائیں وزیر علی نے قلعہ سے نکل کر مردانہ جنگ کی انگریزوں نے اسکی شکایت
راجہ نیپال سے کی اُدھر نواب سعادت علی خاں نے راجہ کھوٹ وال کو اپنی طرف
سے لکھا[1] تو راجہ کھوٹ وال بھی وزیر علی خاں سے مخالف ہوگیا اسلیے وہ رات
میں وہاں سے بھاگ گیا اس عرصہ میں بے سامان کے پاس سامان بہت سا
جمع ہوگیا تھا وہ گورکھپور میں آیا یہاں سرکار کمپنی کی سپاہ سے خفیف سا مقابلہ
ہوا اور اس میں اُس کا نقصان ہوا۔ اب اُسکی بے زری کی وجہ سے ساتھی
جدا ہونے لگے اگر نواب سعادت علیخان کی سپاہ اُس سے ملی ہوئی ہوتی تو ضرور
پکڑا جاتا مگر وہ بھاگ کر نانک متہ کی راہ جنگل میں آیا اور یہاں قدرے آرام لیا
اور کھاپی کر وہاں سے کپڑے لتے کوچ کرکے کھیس کھتہ کی راہ گنگا کو عبور کرکے
اور ملاح کو پانچ اشرفیاں دے کر فتحپور سیکری میں داخل ہوا اور وہاں
سلیم چشتی کی زیارت کرکے رات وہاں بسر کی بعض زمیندار پہلے اتفاق کرتے
تھے اور پھر کنارہ کرتے تھے۔ کلب علی نے جو سابق میں سرکار کمپنی کا نوکر تھا اول
اول خاں سے ساتھ دیا اور جنگلوں میں ہمراہ رہے لیکن ہر جگہ فوج انگریزی اور
فوج نواب سعادت علی خاں سائے کی طرح اُس کے پیچھے پہونچتی تھی اور وزیر علی

[1] دیکھو جام جہاں نما ۱۲

وزیر علی خان کے مکان کی ضبطی کے وقت اکثر متوسلان سرکار انگریزی کے خطوط
فساد انگریزی کی تحریک کے لیے ہاتھ آئے اُن میں سے شمس الدولہ برادر ناظم ڈھاکہ
کا بھی ایک خط ملا اور ایک خط ناصر الدولہ کا ملا جو بہو بیگم و خضر علی قلی خان والہ داغستانی
کے بطن سے میر شہاب الدین المخاطب بہ غازی الدین خان عماد الملک کا بیٹا تھا
اور بندیلکھنڈ میں اپنے باپ کی جگہ ریاست باندہ پر قابض تھا جو عماد الملک کو
علی بہادر دولہ شمشیر بہادر نے دی تھی اور اُس میں باون موضع شامل تھے اسلیے
باونی کے نام سے مشہور ہوئی اور کالپی سے مشرقی سمت بارہ میل کے فاصلے پر جمنا
کے نزدیک واقع ہے۔ بشن سنگھ نام ایک مسلمان رنڈی سے بالاجی راؤ پیشوا
کا بھائی تھا بھاؤ نے اُس کو ایک سفر میں اس خوف سے کہ مبادا کوئی ہندو اُسکے
برتن کا پانی پی کر ایمان سے جائے مسلمان کرکے شمشیر بہادر نام رکھدیا تھا
عماد السعادت میں اسی طرح لکھا ہے اور مفتاح التواریخ میں کہا ہے کہ علی بہادر
کو باپ نے مسلمان کر دیا تھا اور بندیلکھنڈ کا ملک اُسکے حوالے کیا تھا اُسکی وفات
کے بعد شمشیر بہادر بڑا بیٹا باپ کا جانشین ہوا جسکے انگریزوں نے چار لاکھ روپے سال
پنشن کے مقرر کر دیے اور وہ باندے میں سنہ ۱۲۳۸ ہجری میں فوت ہوا
ناصر الدولہ نے یہ خط شمس الدولہ کی دوستی کی وجہ سے لکھا تھا آخر کار روبکاری
کے بعد بہت سے آدمیوں کا اخراج ہوا اور بہتوں کو پھانسی دی گئی اور بہتوں
نے مخلصی پائی اور اکثر دائم الحبس ہوئے اور تشہیر کیے گئے شمس الدولہ نے بھی
بڑی بھاری روبکاری کے بعد نجات پائی جس وقت وزیر علی خان نے
دریائے گنگا کو عبور کیا تو صرف دس بیس سوار ہمراہ تھے اور راجہ بنارس کے پاس

چلتے ہوے اس مقابلے مین اتنا عرصہ گذر گیا کہ اس سے تمام انگریزون کو خبر ہوگئی
وزیر علی نے اپنے مکان پر پہونچکر لوگون کو اشرفیان اور روپے تقسیم کیے اور عجلت
کے ساتھ آدمی جمع کیے اور مرزا جوان بخت کی بیگم کے پاس جاکر توپ طلب کی مگر
بیگم نے توپ نہ دی یہان سے لوٹ کر مرزا نجم الدین نبیرہ جوان بخت کے پاس گیا اور
اُن سے شرکت چاہی یہ کم سن ناتجربہ کار محض تھے سلاح جنگی تن پر آراستہ کیے
اور ہاتھی پر سوار ہوے اور وزیر علی نے خواصی مین جگہ پائی دو تین ہزار آدمی
قدیم و جدید اس دو چار گھڑی مین جمع ہو گئے کہ دفعۃً انگریزی ترک سوار اور
تلنگے اور توپین آگئین اور اس فوج نے قریب شہر پہونچکر صف آرائی کی پہلے
فوجی افسر نے پیام دیا کہ اگر وزیر علی ہمارے پاس آجائے تو ہم اُسکے ساتھ کوئی بدی
نکرینگے مگر وہاں تقدیر اور رنگ پر تھی مقابلے کو قدم بڑھایا انگریزی افسر نے
چار گولے توپ کے بادھوائی سر کیے کہ اُسکی آواز سے شہر کے تماشائی اور فوج جدید
نے راہ فرار لی فقط وزیر علی خاں چند آدمیوں کے ساتھ میدان کارزار مین رہ گیا
اور اُس نے بہت چاہا کہ ہاتھی سے اُترکر ہاتھ تلوار پر ڈالے مگر لوگون نے سمجھایا
کہ یہ جرأت بے فائدہ ہے۔ وزیر علی خان نے میدان سے پھر کر جس قدر جواہرا ور
اشرفیاں مکان پر تھیں کچھ اپنی کمر مین رکھیں اور کچھ ہمراہیون کی کمر میں بندھوا کر
دو سو سوار ہمراہ لے کر شہر سے نکلا اور باقی مال و اسباب شہر کے بدمعاشوں نے
لوٹ لیا اور سوار جو ہمراہ تھے وہ بھی زر و جواہر کی طمع میں گھوڑوں سے اُتر کر
پیادہ پا اپنے اپنے مکانون کو راہی ہوے جن میں سے بعض کو کوتوال شہر سارسن نے
گرفتار کیا اور بعض نے مال بخوبی ہضم کیا اور بعض نے مال کے پیچھے جان بھی دی

ایک دن اور ایک مہینہ خاص مقرر ہوا کہ بنارس کے انگریزون کا وزیر علی کام تمام کرے اور اُسی دن ہر ایک ضلع مین ہر ایک آدمی اپنا حوصلہ باقی نہ رکھے جوہر شمشیر دکھائے اور فوج انگریزی کو شربت فنا پلائے لیکن دنیا کا کارخانہ مشیت الٰہی پر وابستہ ہے وہ دن جو وعدے کا قرار پایا تھا اُس سے بیشتر یہان ایک نیا رنگ فلک نیرنگ ساز نے جمایا کہ ۱۴ جنوری ۱۷۹۹ء کو صبح کے وقت وزیر علی خان رزیڈنٹ کی کوٹھی پر جو شہر بنارس سے تین میل تھی گیا دوستانہ موافق دستور کے ملاقات ہوئی۔ چار پی گئی۔ پھر اُس حکم کی شکایت کا دفتر کھولا باتین کرتا جاتا تھا اور مزاج اُس کا بگڑتا جاتا تھا اور غصے پر غصہ چلا آتا تھا جب وہ بہت گرم اور گستاخ ہوا تو چیری صاحب نے نہایت نرمی سے اس اپنے ملک الموت سے کہا کہ آپ مجھپر کیون عتاب فرماتے ہین یہ لارڈ صاحب کا حکم ہے مجھے اُس کی تعمیل واجب ہے یہ سُن کر یہ ظالم اُن پر لپکا اور ایک تلوار لگائی یہ دیکھتے ہی اور نوکر جو اس اشارے پر لگے ہوے تھے تلوارین لیکر اُس مظلوم پر ٹوٹ پڑے اور ان قصائیون نے اُسکا قیمہ قیمہ کر دیا۔ کپتان کانوی صاحب اور گریہم اُسکے گھر مین تھے ان کا بھی یہی حال کیا وزیر علی کے ساتھ چھ پچاس آدمی تھے اُنھون نے چیری صاحب کے بنگلے کو آگ دیدی اور تمام مال و اسباب لوٹ لیا اور دو چار انگریزون کو اُن کی کوٹھیون پر جا کر مارا جب ڈیورس صاحب جج کی کوٹھی پر پہونچے تو یہ کوٹھی دو منزلی تھی وہ کوٹھی کی چھت پر چڑھ گئے اور زینے کا دروازہ بند کر لیا اور بلّم ہاتھ مین لے لیا کئی دفعہ بدمعاشون نے حملہ کیا مگر بلّم نے اپنا کام کیا اور سرکشون کو ناکام رکھا اسلیے سرکش کوٹھی کو لوٹ لاٹ کر

کے پاس بھیجدیا معلوم نہیں اُن دو چار مغلوں نے جو مرتیہ خوانی اور حدیث
پڑھنے کے لیے روٹیوں پر پڑے رہتے تھے کیا اُس سے لکھوا کر بھیجا۔ غرض قرائن سے
یہ معلوم ہوتا تھا کہ اُس کا ارادہ تھا کہ جب سپاہ انگریزی فاصلۂ بعید پر زمان شاہ
سے لڑنے جائے تو وہ یہاں ہنگامۂ فتنہ پردازی برپا کرے اور سب لوگ اُس
کے شریک ہونگے۔ بدمعاش مصاحبوں نے اُس کو یہ سمجھایا کہ آپ ایسے شاہزادے
ہیں کہ جس کو چاہیے مار ڈالیے کوئی آپ سے بازپرس نہیں کر سکتا اور آپ پر
کوئی ہاتھ نہیں ڈال سکتا اس سبب سے اُسے کئی دفعہ شورش برپا کی اس ارادہ
کا کسی طرح پردہ کھل گیا مسٹر چیری جو بنارس کا رزیڈنٹ تھا وزیر علی خاں کی نیت
سے آگاہ ہوگیا اور یہ خبریں گورنر جنرل تک پہونچیں غرض ان وجوہات سے نواب
سعادت علی خاں نے بھی درخواست کی کہ وہ بنارس سے کہیں اور بھیجدیا جائے
لارڈ ولزلی گورنر جنرل نے بھی اس کو مصلحت سمجھا اور چیری صاحب رزیڈنٹ بنارس
کو لکھا کہ وہ وزیر علی خاں کو سمجھائے کہ وہ کلکتے کے قرب وجوار میں سکونت اختیار کرے
اُس کا اعزاز و اکرام بدستور باقی رہے گا سوائے تغیر مسکن کے کوئی اور تبدیل
اُسکی حالت میں نہ ہوگا۔ صاحب موصوف ہمیشہ سے وزیر علی کا خیرخواہ تھا اُسے یہ حکم
گورنر جنرل کا اُس کو سنا دیا جسکے سبب سے وہ چیری صاحب کا دل سے دشمن ہوگیا
وزیر علی کو یہ حکم ناگوار ہوا۔ مصاحبوں نے سمجھایا کہ آپ کلکتے تشریف لے نہیں جائیے
کہ قید میں گئے حکم کی منسوخی کے واسطے بہت ہاتھ پیر مارتے جب کچھ ہوا اور بالکل مایوسی
ہوئی تو اُسے اپنی روانگی کے متعلق ہاں ہوں کرکے سپاہ کی بھرتی شروع کی
بند لکھیڈ اور ملک بہار اور بنگالے کے بعض راجے بھی اس بات پر مستعد ہوئے اور

ایک نامناسب مقام بنارس تجویز کیا تھا چنانچہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ بنارس
مین جاکر مقیم ہوا اُسکے ساتھ چالیس ہاتھی اور دوسو گھوڑے اور تلنگون کی دو کمپنیان
اور نجیبون کے کئی پلٹن تھے اور تمام سامان امارت کا موجود تھا کمال عیش وعشرت
مین بسر ہوتی تھی اکثر غلام بچون اور رفیقون کی شادیون مین لاکھون روپے
صرف کیے عوام الناس مین اسکی ہمت وجود نے بڑی شہرت پائی۔گوسرجان شور
کی تحریر سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ سب لوگ اُس سے ناراض ہین مگر اس کے خلاف
جہان جہان اُسکی معزولی کی خبر پہونچی وہان کی رعایا اور اہل پیشہ کو تاسف ہوا
اور بعض نے خطوط اخلاص آمیز لکھے اور بعض بے فکرے جو اپنے تئین ارسطو
اور افلاطون سمجھتے تھے اُسکے مُشیر و مصاحب بنے لکھنؤ کی مخلوق اُن لوگون کی
ہجو کرتی تھی جنھون نے محضر پر دستخط کیے تھے اور اشرف علی خان اور تفضل حسین خان
کے حق مین وہ نئے نئے ٹپّے اور ٹھریان موزون ہوئین کہ زبان قلم پر اُن کا آنا
باعث حجاب ہے اور وزیر علی خان کے ثناخوان تھے۔وزیر علی خان کے نادان مصاحبون
نے اُس ناسمجھ کے ذہن مین یہ بٹھانا شروع کیا کہ حضور جتنے سردار اور امیر نزدیک و دور
کے ہین آپکی معزولی پر رات دن روتے ہین۔اب وزیر علی کے رفیقون نے کاغذ
کے گھوڑے دوڑانا شروع کیے اطراف و نواح کے زمینداروں اور مقتدر آدمیون
کے ساتھ نامہ و پیام جاری کیے بہت سے زمیندار ایسے تھے کہ وہ وزیر علی کے
زر و جواہر کی تاک مین کمین گاہ لگائے ہوئے تھے وہ اُسکے پاس آکر نوکر ہوگئے
بعض زمیندار جو نواب سعادت علی خان کے خراج کی زیادہ ستانی سے عاجز تھے
وہ بھی اُس کے پاس آپہونچے۔بالا بالا ایک وکیل کو نوکر رکھ کر زمان شاہ والی کابل

آن مردک بے حیا تفضل ‏ الماس کہ بود تخم مرداں
کردند اسیر اسیر خود را ‏ باکرو دغا وکید شیطاں
تاریخ اسیریش خرد گفت ‏ لعنت بر ہمہ نمک حراماں

## ایضاً در ہندی

بی بی بیگم حسن رضا خاں اور الماس آیا ‏ ٹکیت و تحسین اور تفصل اشرف مسٹر دیوانہ
سجا کیا وزیر علی کو جو وہ ہے مردانہ ‏ سرے حرف ان سات دھن ہے تاریخ شہانہ

## ایضاً

سات حرفوں نے کیا خانہ خراب ‏ تین تے اور دو الف اک حے وسے

تین تے سے مراد علامہ تفضل حسین خاں کشمیری و تحسین علی خاں خواجہ سرا اور راجہ ٹکیت رائے اور دو الف سے مطلب الماس علی خاں خواجہ سرا و اشرف علیخاں حسن وزیر علی خاں اور ایک حے سے مقصود حسن رضا خاں سرفراز الدولہ اور ایک بے سے مراد بہو بیگم مادر آصف الدولہ ہین۔

## وزیر علیخان کا بنارس مین انگریزون کو مار ڈالنا اور فرار ہوکر جابجا مارا مارا پھرنا۔ آخر ش مہاراجہ جیپور کی معرفت اُس کا پکڑا جانا۔ اور کلکتے کے قلعہ مین بحالت قید انتقال کرنا

سرجان شور نے وزیر علی خاں نواب معزول اودھ کی سکونت کے واسطے

فتنہ پرداز ملحد کشمیر[1]  کہ شیاطین پدررش او طفلک
آن خر دو شمن وجسیم[2] ولحیم  جہل بسیار دانش اندک
ناقص العقل زنکہ[3] نادان  دست بردار شد ازان کودک
راجہ[4] ہم داخل لئیمان شد  کرد پاس نمک زخاطر حک
دادن دختر[5] و دغا دادن  شرف خود شناخت آن مردک
مہر کردند بہر عزل وزیر  خود سیہ رو شدند زیر فلک

دیگر

اول برنائب پشیمان  دویم برآنکہ گشت دیوان
سوم الماس پور خناس  لعنت بروے زحد فزاءان
بیگم خرد و بزرگ ہردو  دیگر مردک شرف علی خان
تحسین کہ برو ہزار نفرین  از وحش وطیور وجن وانسان
پیدا شدہ این یزید ثانی  یعنی مرزا حسن رضا خان
کردند اسیر امیر خود را  از مکر و فریب وکید شیطان
تاریخ اسیریش برآمد  لعنت برہمہ نمک حرامان

دیگر

تحسین و ٹکیت رائے دیوان  ہم جعفر و ہم حسن رضا خان

---

[1] تفضل حسین خان ۔ ت ۔ ۴۰۰
[2] حسن رضا خان ۔ سرح ۔ ۸
[3] بہو بیگم والدہ آصف الدولہ ۔ ب ۔ ۲
[4] ٹکیت رائے ۔ ٹ ۔ ۴۰۰
[5] اشرف علی خان ۔ آ ۔ ۱

(سب کا مجموعہ ۱۲ ۱۲ ہے)

لاکھوں روپوں کا مال ضائع ہوا اور لاکھوں روپیوں کا مال و اسباب وزیر علی خاں کے ساتھ گیا اور لاکھوں روپیوں کے تحائف گورنر جنرل اور سرکار کمپنی کے نذر ہوئے اس تحائف میں ایک شاہنامہ اور ایک شاہجہان نامہ مطلا و مذہب تھے یہ کتابیں اعلیٰ درجے کے خوشنویسوں کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھیں یہ دونوں کتابیں لندن کے کتب خانے میں رکھنے کو بھیجی گئیں باوجود اس قدر سامان نکل جانے کے اس قدر سامان اب بھی لکھنؤ میں باقی تھا کہ جس کو دیکھ کر چشم حقیقت میں دنگ ہوتی تھی شالوں سے کوٹھے بھرے پڑے تھے۔ جواہرات سے جواہر خانہ معمور تھا وزیر علی خاں کی حکومت لکھنؤ میں چار مہینہ اور کئی روز رہی جشن مسند کی تیاری لاکھوں روپے کے صرف سے ہو رہی تھی مگر اس مسند کی خبر نہ تھی تقدیر نے یہ روز بد دکھایا مفتاح التواریخ میں لکھا ہے کہ وزیر علی خاں کی معزولی کا صدمہ لوگوں پر بہت گزرا شعرا نے اس کی معزولی کی تاریخیں موزوں کیں تو ان میں اس آدمیوں کی بہت مذمت کی جو اسکی معزولی کے بانی مبانی تھے۔

## تاریخ

| | |
|---|---|
| از سرِ اِم ہمت کو ر ملک | سال تاریخ شد عیاں بے شک |
| اول آں قاتلِ حسن الماس[1] | سرگروہ ہمہ حرام نمک |
| از تحسین[2] کہ بد لقب ہست | از سما دات ہم زحل و فلک |

[1] الماس علی خاں ا۔ا
[2] تحسین علی خاں ستا۔ ۴

محفوظ باشد ہمہ نوکران وفادار و ملازمان از قدیم نمکخوار خوش حال خواہند شد بنابران ریاست برلے نواب والا قدر سعادت علی خان بہادر کہ باستحقاق مالک این ملک واز روے حقیقت ریاست بہتر از ہمہ اند مقرر شدہ بقلم مے آید کہ ہر کس کہ از ملازمان جنابعالی مرحوم باطاعت و فرمانبرداری نواب صاحب ممدوح خواہد کوشید۔ بدستور ملازم سرکار و بقدر مراتبہ و درجہ خود مورد تفضل خاوند خود خواہد شد و ہر کہ طریقۂ نمک حلالی گذاشتہ راہ تمرد و سرکشی اختیار خواہد ساخت از چاکری برطرف و از ملک جنابعالی مرحوم اخراج خواہد گردید این چند سطر بنابر اطلاع بقلم آمدہ تا آیندہ مقام عذر عدم اطلاع برلے کسے باقی نباشد۔ تحریر سوم شعبان سنہ ہزار و دوصد و دوازدہ ہجری۔

بعد اسکے گورنر جنرل نے یہ حکم دیا کہ دوسو بہلیان اور دوسو اونٹ اور رتھ اور ہاتھی اور چھکڑے آٹھ روز تک جس قدر اسباب اور سامان شوکت اور نقد و جنس و جواہرات و پشمینہ و اصطبل و فیل خانہ وغیرہ نقارہ ماہی مراتب سمیت ضروریات امارت و سواری و جلوس و حشمت مرزا وزیر علی خان کو ضرورت ہو اس کے قیام گاہ تک پہونچائین اور ساڑھے بارہ ہزار روپیہ ماہوار وزیر علی خان کے مصارف کے لیے معرفت صاحب رزیڈنٹ مقرر فرمایا اور شہر بنارس مین مادھو داس کا باغ اُسکے قیام کے لیے تجویز ہوا چنانچہ یہ سب صورتین ظہور مین آئین مگر اس دار و گیر مین لاکھون روپیون کا مال لوگون کے تصرف مین آیا اور لاکھون روپیون کا جواہرات تلف ہوا اس تغلب و تصرف مین بہت سے آدمی صاحب دولت و تجارت ہو گئے۔ نواب آصف الدولہ کے کارخانے اس قدر تھے کہ اُن کا حساب و شمار مشکل تھا

کی اجازت والدۂ آصف الدولہ سے چاہی مگر انھوں نے جواب نہ دیا اور رات
اسی سوال و جواب میں گذری صبح کو آخرش علی خاں اور اشرف علی خان
گورنر جنرل کے حکم سے وزیر علیخاں کے پاس رہے۔

تاریخ اسیری سہ

حسرکا تیکہ از وزیر علی گشت صادر رس عریف عیب
دل خلقے از دستور آمد سور صاحب رسید بالتقریب
کرد اسیر ش لغزۂ شعاں برد و پیش رفت کس رکیب
سال و تاریخ حبس سے جستم گفت ہاتف عیان زلفظ غریب

رائے تلسی رام لے وہ اشتہار جو نواب سعادت علی خاں کے استحقاق ریاست
ر وزیر علی خان کی معزولی کی نسبت خاں علامہ کا لکھا ہوا تھا گورنر سے لے کر
ری کیا اور نئی حکومت کا اعلان کیا۔

## عبارت اشتہار درباب معزولی وزیر علی خان

درین ولا بااظہار ثقات واقرار جمع کثیر و بیگم صاحبہ معظمہ ایں بہ ثبوت پیوست
نواب وزیر علی خاں را اصلاً و مطلقاً حقے در جانشینی جناب عالی مرحوم نیست چوں طرزان
ں سرکار بطریقۂ وفاداری موصوف و در درجۂ حد متگداری و حق پرستی معروف اند
نین کہ باستماع ایں معنی کہ حفاظت ناموس شجاع الدولہ بہادر و غمخواری نوح و
یت در دست فرزند حقیقی ایشاں تعلق یابد و مال و دولت و ناموس قبائل نواب
ہاں الملک و نواب صفدر جنگ و نواب شجاع الدولہ از دست تسلط شخص اجنبی

عرضی پڑھکر کہا کہ ملاح اُس وقت کشتی لایا کہ غریق پانی کی تہ مین پہونچ گیا ایک مخبر
نے یہ خبر گورنر جنرل کو پہونچا دی اُنھون نے وزیر علی خان کو پھر طلب کیا
وزیر علی خان نے نقارہ بزن کو چوب زنی سے ممانعت کی اور سوار ہو عبدالرحمن خان
قندھاری نے روکا کہ یہ وقت دگرگون ہے جانا مناسب نہین اب دغا پاؤگے
لیکن جو اُس کے خاص رفیق تھے جیسے نواب قاسم علی خان وغیرہ اور نواب
اشرف علی خان جو اُس کا سُسر تھا اُنھون نے مرزا کا جانا ہی چاہا اُنھون نے
اُس کو فہمایش کی کہ جو کام درست ہے غیر حاضری کی صورت مین وہ بھی خراب
ہو جائے گا آپ تشریف لے جایئے رسالدار نے دوبارہ عرض کیا کہ مین حق نمک
ادا کر چکا اور خالص پور کی جانب روانہ ہوا لیکن اُن لوگون نے فریب سے دم دیکر
اُسے کوٹھی مین پہونچایا اور اس بات پر گورنر جنرل سے نیک نامی کی چٹھیان پائین
غرضکہ جب وزیر علی کوٹھی کے کمرے مین داخل ہوا تو چیف سکرٹری نے کہا کہ
اب آپ یہین قیام فرمائین اور پہرے تلنگون اور گورون کے کھڑے ہو گئے اور
اُسکو حراست مین لے لیا سواری کا جلوس ہٹا دیا گیا۔ اور لشکر مین فتنہ برپا
ہو گیا انگریزی فوج نے شہر اور لشکر کو صبح تک چارون طرف سے گھیرے رکھا
جب وزیر علی کی گرفتاری کی خبر ہوئی تو ابراہیم بیگ مسطور نے کہا کہ وزیر علیخان
کو اشرف علی خان نے اس روز بد کو پہونچایا ورنہ ہم سب اسکے ساتھ جان نثاری
کرتے اگر کوئی شجاع الدولہ کی اولاد مین سے ارادہ کرے گا تو مین قصور نکرونگا
رفتہ رفتہ یہ خبر مرزا جنگلی برادر علاتی سعادت علیخان کو پہونچی اور ابراہیم بیگ
کا قول اُن کے خاطر نشین ہوا قصد محاربہ کے لیے کمر باندھی اور صف آرائی و مسند نشینی

گورنر جنرل کی ہے وہ عمل مین آئے گا پھر بیہوش ہو گیا جب ہوش بحا ہوے تو روبا
اشرف علی خان نے بیہو ئیکر کہا کہ اس رونے سے کیا فائدہ تمنے خود تیشہ اپنے پانؤں
میں مارا ہے وزیر علی خان نے کہا کہ جو کچھ کیا ہے تمنے کیا ہے ناخود اطلاع کے
کس لیے مجکو آگاہ نہ کیا جواب دیا کہ مین نے وہ کام کیا ہے کہ تمکو اور اپنے آپ کو
بلاسے محفوظ رکھا ہے شام کے وقت گورنر جنرل نے وزیر علی خان کو اپنے پاس
طلب کیا اور اُنکی ملاطفت آمیز بات چیت سے اُسکے زخم پر کچھ مرہم کاری ہوئی
گورنر جنرل نے اسکو وہ کاغذ دکھایا اور کہا کہ اس مین ہمارا کچھ قصور نہیں جسوقت
ریاست کے وارث نہ ٹھہرے تو ہم پر واجب ہے کہ حق حقدار کو دلایا جاسکے اور
مصلحت وقت جانکر اُسکو رخصت کیا مرزا وہاں سے پریشان و مدہواس ہو کر
آصف الدولہ کی ان کے پاس گیا اور کہا کہ مجھے اور کسی سے کچھ گلہ نہیں مگر آپ سے
ہے کہ آپ نے مجھے آصف الدولہ کا غلام جانا اگر حقیقت میں اُن کا میا نہین ہون
تو فرمائیے کہ اتنی آپکی اطاعت کون کرے گا بیگم صاحبہ آصف الدولہ کا نام سُن کر
رونے لگیں اور اپنی مہر اُنگلی سے اُتار کر دیدی کہ اگر میری مہر سے تمھارا کام نکلے
تو بہت بہتر ہے لیکن یہ تدبیر اب بے فائدہ ہے۔

اُس وقت عرضی خانہ زاد خاں منتظم سرکار مرزا سلیمان شکوہ کی کہ بعد عزل
وزیر علی کے اخراج اُس کا اسی گناہ کی وجہ سے ظہور میں آیا تھا اس مضمون کی
پہونچی کہ جس طرح ہوسکے جناب اپنے آپ کو گھوڑے پر سوار کرکے دریائے گومتی تک
پہونچا دیں ہاتھی مین لاتا ہوں اور وہان سے ہاتھی پر سوار کرکے ابراہیم بیگ دارو غہ
توپخانہ کے پاس پہونچا دونگا اور شہر سے باہر نکل کر لشکر جمع کرکے انگریزوں سے لڑینگے

ارکان دولت کو بلایا اور صبح سے شام تک سب کے سب گویا قید سے رہے بہت سی
باتون کے بعد سب نے اپنی اپنی مہرین کر دین کہ وزیر علی خان آصف الدولہ کا بیٹا
نہین ہے اب سر جان شور نے دل مین یہ کہا کہ جس شخص کو مین نے نواب اودھ مان لیا
تھا اور سواے سعادت علی خان کے اور سب اُمراے عالی تبار نے اُس کا اقرار کر لیا
تھا اب ثابت ہوا کہ وہ آصف الدولہ کا بیٹا نہین تو چاہیئے کہ وہ تخت سے معزول
کیا جائے گو گورنر جنرل کے خیال مین یہ ایک دفعہ آیا کہ وزیر علی خان کی صغر سنی
مین سارے ملک کے انتظام کی عنان اپنے ہاتھ مین لے لیجیے مگر بہت سے اعتراضات
اسپر ہوتے تھے اسلیے اس خیال سے ہاتھ اُٹھایا گو سر جان کی فہم نے کئی بار دھوکے
کھائے مگر اُسکی تمام تحریرات اس معاملے مین پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس
نیک ذات سادہ مزاج کی نظر حق رسانی اور انصاف پر تھی وہ اپنی مولوی سمجھ سے
مجبور تھا کہ اُسنے ایک سلطنت کا فیصلہ ایک شہادت سقیم پر کر دیا کہ جسپر انگریزی قانون
ملک انگلستان مین چند پونڈ کا فیصلہ نکرتا۔ گورنر جنرل نے منشی غلام قادر خان لشی
میر منشی مسٹر لمسڈن رزیڈنٹ کی معرفت وزیر علی خان کو کہلا بھیجا کہ شرع محمدی
کے موافق قرار پایا ہے کہ آپکو دولت آصفیہ مین شرعًا اور عرفًا کسی طرح شرکت اور
مداخلت نہین اور اہل استحقاق یعنی نواب شجاع الدولہ کی اولاد اس منصب
سے محروم ہے اسلیے اُن مین سے ایک شخص مسند آرا ہوگا اور آپکے واسطے عمدہ عمدہ
کھانے اور پہننے کے کپڑے اور سامان امارت مہیا رہے گا اور نواب سعادت علیخان
مسند نشینی کے لیے روانہ ہو چکے ہین لیکن آپکو اپنے دل مین کوئی ملال نکرنا چاہیئے
کیونکہ جملہ اسباب حشمت آپکو حاصل رہے گا" وزیر علی خان نے جواب دیا کہ جو کچھ مرضی

اُسکی تحقیقات کے درپے ہوے تو یہ معلوم ہوا کہ وہ ایک ماما کا لڑکا ہے تحسین علیخاں
جو آصف الدولہ کا بڑا معتمد خواجہ سرا تھا اُسنے یہ افسانہ سنایا کہ وزیر علی کی ماں
کا خاوند موجود ہے وہ نواب کے ہاں ماما تھی اور خاوند کے پاس وہ آتی جاتی تھی
جب وزیر علی اُسکے ہاں پیدا ہوا تو اُسے پانسو روپے کو نواب نے مول لیا تھا۔
نواب کی عادت تھی وہ حاملہ عورتوں کو مول لے لیتے تھے اور اُنکے ہاں جب بچے
پیدا ہوتے تھے تو اُنکو اپنا بنایا کرتے تھے اور اُنکی پرورش بیٹوں کی طرح کیا کرتے
تھے یہی حال سب لڑکوں کا ہے جو نواب کے بیٹے مشہور ہیں۔ یہ تحقیق ہو گیا کہ
وزیر علی کی ماں ایک امیر کے گھر مین ماما تھی تین لڑکے اُس کے تھے۔ اُسکے بڑے بیٹے کو
نواب آصف الدولہ نے مول لیا تھا اور اُسکا نام محمد امیر رکھا تھا دوسرا بیٹا اُسکا
ایسی ذلیل حالت مین نوکری چاکری کیا کرتا تھا۔ تیسرا بیٹا یہ وزیر علی تھا اس
وزیر علی کے سامنے کبھی آصف الدولہ کی بیوی نہ ہوئی یہاں تک کہ نواب کے کہلانے
بھی اُسکے بیاہ مین شریک نہوئی اور اُس نے خاوند سے کہلا بھیجا کہ مین ایسے ذلیل
کمینے کے روبرو ہو کر اپنے خاندان کے نام و ناموس کو بٹا نہیں لگاتی نواب
آصف الدولہ کے حقیقی دو بیٹے تھے جو صغرسنی میں مر چکے تھے اب کوئی بیٹا نہیں تھا
گورنر جنرل نے تحسین علی خان سے پوچھا کہ کیا آصف الدولہ کو خیال یہ تھا کہ وزیر علی
کی ماں سے جو لڑکا پیدا ہوا ہے وہ میرے نطفے سے ہے اسپر اُسنے کہا کہ نواب کو اُس
کی ماں کے حاملہ ہونے کی بھی خبر نہین ہوئی جب لڑکا پیدا ہوا ہے تو اُسکا حاملہ ہونا
معلوم ہوا ہے۔ اب گورنر جنرل نے یہ سوچا کہ ایسا نہو کہ شہر میں خون ریزی واقع
ہو اور بہت سے گناہ مارے جائیں آخر کو کوٹھی بی بی پور مین قیام کیا اور سب

کہ جب سے مین نے ہوش سنبھالا ہے آجتک ایسا اتفاق نہین ہوا کہ ایسی بدکرداری
اور حرامکاری کے معاملے مین دقت اور دشواری اُٹھانی پڑی ہو ۲۲ دسمبر ۹۷ء
کو الماس علی خان جو تمام باتون کو نہایت غور و خوض سے دیکھتا تھا گورنر جنرل
کے پاس گیا اور کئی روز تک اُنسے صلاح اور مشورے کرتا رہا اور کہنے لگا کہ
وزیر علی نطفۂ ناتحقیق ہے اور وہ نہایت مسرف اور عیاش ہے بیگم کی مرضی ہے
کہ وہ معزول ہوا ور شجاع الدولہ کے بیٹون مین سے کوئی جانشین ہو آصف الدولہ
کے سارے بیٹے جو مشہور ہین نطفۂ ناتحقیق ہین غرض یہی بات گورنر جنرل کے سامنے
کئی دفعہ اور کمانڈر انچیف کے سامنے ایک دفعہ بیان ہوئی۔ بہو بیگم والدہ نواب
آصف الدولہ اور الماس علی خان دونون مرزا جنگلی کو جو سعادت علیخان سے
چھوٹا بھائی تھا نواب بنانا چاہتے تھے اور گورنر جنرل سے درخواست کرتے تھے
کہ اگر آپ اس پر راضی ہو جائین تو اس کا عوضانہ بہت کچھ نذر کیا جائے گا۔
وزیر علی کی بدچلنی اور مسرفی اور زشت افعالی کی شکایتین نہایت حکمت اور
سلیقے سے اس طرح گورنر جنرل کے سامنے پیش ہوئی تھین کہ جس سے اُن کا دل
وزیر علی سے پھر جائے۔ لوگون نے کہا کہ نواب ایسا مسرف ہے کہ سارے ملک کی آمدنی
اپنے گلچھرّون مین اُڑا دے گا سرکار کمپنی کا روپیہ کہان سے ادا کرے گا مزاج اُس کا
اکھڑ اور ہٹیلا ہے کہ وہ کسی بات کو سمجھانے سے سمجھتا نہین اسلیے وہ غالباً انگریزون
کا محکوم نہین رہے گا بلکہ اُنسے نفرت کرنے لگے گا اور جہانتک اس سے ہو سکے گا
وہ اُسکے جوے کے نیچے سے نکلنا چاہے گا جب یہ باتین سرجان شور کے گوش گذار
ہوئین تو اُن کا دل بھی وزیر علی کے نطفۂ ناتحقیق ہونے پر یقین کرنے لگا۔ اور

لکھنؤ مین پہونچے ہیں تو الماس علی خاں کو لکھا گیا کہ بیگم اور نواب کے درمیان جو عہد و پیمان ہوے ہیں وہ ایسے استوار ہیں کہ ٹوٹنے کے نہیں اور حسن رضا خان اور راجہ ٹکیٹ رائے بھی اسکے ہتھون مین گھس گئے نواب کے مزاج میں اُس کا خصم استرف علی خاں بڑا اثر رکھتا تھا ان تمام گروہ کا یہ مطلب تھا کہ انگریزون کی مخالفت کا مقابلہ کیجیے لکہ امراں سیاہ فتنہ و فساد پر مستعد ہوگئے گورنر جنرل نے یہ حال معلوم کرکے اقبال الدولہ سے کہا کہ مرزا حسن رضا خان کو سمجھا دو کہ آپ افسران فوج کے پاس جاکر کہیں کہ قرب وجوار لکھنؤ سے اُٹھ جائیں چنانچہ اس حکم کی تعمیل ہوئی اور گورنر جنرل نے چند پلٹنیں انگریزی اور ترکسوار اور گوروں کی فوج اطراف وجوانب سے بلاکر بی بی پور کے قرب وجوار مین قائم کردی۔ تھوڑے ہی دن گورنر جنرل کو آئے ہوے تھے کہ نواب کے چیچک نکلی اور وہاں سازشیں شروع ہوئین تفضل حسین خاں نے جان شور سے کہا کہ وزیر علی خاں کو معزول کردیا جائے تو انھوں نے جواب دیا کہ یہ بات بہت مشکل ہے اسلیے کہ یہ کیونکر ثابت ہو کہ یہ شخص آصف الدولہ کے نطفے سے نہیں ہے اس لیے کہ نواب مرحوم نے اُس کے بیٹے ہونے کا خود اقرار کیا ہے تفضل حسین خان نے کہا کہ اس بات کو آپ تحسین علی خاں اور نواب آصف الدولہ کی بیوی سے دریافت کریں تحسین علی خاں نے مشرح سب حال بیاں کیا کہ اصل مین نواب آصف الدولہ کا ایک بیٹا بڑا علی خاں تھا جو ایک مہینے کا ہوکر گذر گیا اور کوئی بیٹا اُنکے نطفے سے نہیں ہے اور نواب کی بیگم نے چلمن کی آڑ سے کہا کہ نواب مرحوم کو کبھی مہر تسلط نہیں ہوا جیسا کہ بعض تاریخ اودھ میں بہت پرشامے لکھا ہے سرجان شور خود لکھتے ہیں

پڑجائے گی۔ اِسلیے گورنرجنرل کے برسر موقع آنے کی ضرورت ہوئی اسلیے اُنھون نے لکھنؤ کی طرف سفر کیا۔ جب لکھنؤ کے قریب پہونچے تو وزیر علی نے بھی پیشوائی کی راستے مین کج اندیش مشہور کرتے تھے کہ وزیر علی کو ترقی اقبال حاصل ہو گی اور انگریزون کی شوکت برباد ہو جائے گی اور کہتے تھے کہ گورنر لکھنؤ جاکر خان علامہ کو مع چند دوسرے آدمیون کے قید کرکے وزیر علی کے سپرد کر دینگے اور وزیر علی بھی نادر شاہ وقت بن گیا تھا راہ مین اپنے ہاتھی اور گھوڑے کو گورنر جنرل کے ہاتھی اور گھوڑے سے آگے آگے رکھتا تھا۔ ایکدن ایک انگریز راہ مین ایک کھیت کے کنارے پیشاب کر رہا تھا ناگون نے اُسکے پاس پہونچکر بیجا باتین اُس کو کہین اور ہزار کے قریب آدمی اُسکے گرد جمع ہو گئے اور شور مچاتے تھے کہ پکڑ لو پکڑ لو مگر اُس انگریز نے اور اس کے ساتھیون نے بھی بوجہ فہمایش گورنر جنرل کے دم نہ مارا اور اس طرح لکھنؤ کو روانہ ہوکر وہان جا پہونچے[۱] بڑی بیگم یعنی آصف الدولہ کی مان نے وزیر علی کی بد افعالی کو روکنا چاہا تھا اس لیے نواب نے اُن پر دباؤ ڈالا کہ فیض آباد کو چلی جائین اِسوجہ سے اب وہ دوست سے دشمن ہو گئی تھین۔ الماس علی خان سے گورنمنٹ انگریزی کو نفرت تھی جس نے نواب کی سرکاری خدمتون سے اُسکو جدا کر دیا تھا اب اُس نے اپنی عقل و دانش کے زور سے ایک بڑا علاقہ اپنی زمینداری مین لے رکھا تھا اور اس ریاست مین بڑے رتبے کا آدمی گنا جاتا تھا جب بیگم کا جھگڑا نواب سے ہو گیا تو اُنھون نے الماس علی خان ہی کو اپنا مدار المہام بنایا اُسنے بیگم اور نواب کی ظاہر مین صلح کرا دی۔ گورنر جنرل جسوقت

[۱] دیکھو گور سہاے کی تاریخ ۱۲

وقوع مین آئی ہیں اور اُس کا حسب ونسب جیسا ہے وہ سب پر ظاہر ہے اور
ورثلے حقیقی ریاست سے محروم ہیں اسلیے اہل استحقاق کو حق ریاست پہوچانا واجب
اور لازم اور خوشنودی خدا ورسول وخلق کا باعث ہے جو شخص اس اتفاق سے
انکار واغماض کرے وہ اپنی کردار کو پہونچے۔ یہ محضر کوچہ وبازار میں اور خانہ بخانہ
پھرا جملہ بیگمات اور خواجہ سراؤں اور افسروں اور نواب سالار جنگ کے بیٹوں وغیرہ
کی اُسپر مہریں ہوئین اور بازار کے مہاجنوں اور چودھریوں نے بھی اُسپر دستخط کیے
مگر عبد الرحمن خان اور بعض دوسرے افسران سپاہ نے یہ کہکر پہلو تہی کی کہ ہم لوگ
سپاہی مسند وراثت کے نوکر ہین ہم کو خانگی معاملات سے کیا کام جو کوئی مسند نشین
ہولیگا اُسکے مطیع ہیں اور وجہ اسکی یہ تھی کہ مرزا وزیر علی خان اوچھے داؤں بداطواریوں
کے شجاع دوست۔ سپاہ پرست اور باہمت تھا اسٹریون کو کوڑیوں سے بھی
کمتر تصور کرتا تھا پس اہل سپاہ ایسے ہی شخص کو عزیز رکھتے تھے اس نوجوان نے
بہت دنوں سلطنت کے مزے نہ اڑانے پائے تھے کہ گورنر جنرل کے پاس اُسکے چال چلن
کی اور اُسکی ناحق جانشینی کی خبرین پہونچنے لگیں اور گورنر جنرل کی خدمت میں
آصف الدولہ کی بیوی وغیرہ اعیان ریاست نے یہ درخواست کی کہ وزیر علی
اولاد آصف الدولہ سے نہیں ہے بلکہ ایک فراش کا بچہ ہے نواب نے اُسکو متبنے کرلیا
تھا اُسکے بقاے نام کے لیے ہم نے اُسکو اپنا والی تسلیم کرلیا چونکہ قوم کا رذیل تھا
اس نعمت عظمےٰ کی شکر گذاری نہ کی بلکہ کفران نعمت کرنے لگا ایسی کج ادائی کے ساتھ
یہ شخص قابل فرمان روائی کے نہیں ہے اس ریاست کی مستحق شجاع الدولہ کی اولاد
ہے۔ اسکی تدبیر کرنی چاہیئے ورنہ فساد پیدا ہوگا جس سے دونوں سرکاروں میں عداوت

جب یہ خبر سُنی تو فوراً ہاتھی کے پاٹھے پر سوار ہو کر تفضل حسین خان کے گھر پہونچا اور
تحسین علی خان کو مانگا اُنھون نے انکار کیا اور اُسکے سر کی قسم کھائی جب ہرکارے
نے پھر عرض کیا تو وہ کہنے لگے کہ میرے مقابلے مین ایسے پاجی کی بات کا آپ یقین
کرتے ہین وزیر علی خان شرمندہ ہو کر چلا گیا پھر ہرکارون نے خبر دی کہ ابھی ابھی
تحسین علی خان بطور زنانی سواری کے محمد اسحق خان کے میانے مین بیٹھ کر جو رزیڈنٹ
کے اسسٹنٹ کا منشی ہے رزیڈنٹ کی کوٹھی پر پہونچ گیا اور وہ منشی گھوڑے پر
اُسکے ساتھ تھا اور رزیڈنٹ نے مرزا اٰخلیل کے بنگلے پر رکھا ہے وزیر علی رزیڈنٹ
کے بنگلے پر چلا گیا اور تحسین علی خان کو مانگا پہلے تو رزیڈنٹ نے اُسکے قصور کے
معاف کرنے کے لیے بہت سمجھایا پھر جب دیکھا کہ طول کھنچا جاتا ہے تو کہا کہ یہ کچھ
میرا گھر نہین سرکاری مکان ہے وہ آپ سے سرکار مین چلا آیا اور امان کا خواہان ہوا
ہے فرض کیا کہ مین اگر تمھاری خاطر سے اُسے دے بھی دون تو سرکار کو کیا جواب دونگا
اس سے بہتر یہ ہے کہ جب تک صدر سے حکم نہ آئے یہ تمھاری امانت میرے پاس ہے
اُس دن سے سب کی یہ رائے ہوئی کہ اسکو معزول کر دینا چاہیے ان عادات سے
جملہ بیگمات خصوصاً نواب آصف الدولہ کی ہان نہایت رنجیدہ خاطر ہوئین اور سب
وزیر علی خان کی شکایت زبان پہ جاری ہوئی اور رزیڈنٹ کے کانون تک یہ خبرین
پہونچنے لگین اُسنے گورنر جنرل کو لکھا۔ آصف الدولہ کے بھائی اور دوسرے بڑے آدمی
وزیر علی خان کی اطاعت مین دریغ کرنے لگے لکھنؤ مین ایک عجیب تلاطم مچ گیا۔
جام جہان نما مین مولوی قدرت اللہ نے لکھا ہے کہ ایک محضر بھی اس مضمون کا تیار
ہوا کہ مرزا وزیر علی خان سلطنت کی لیاقت بالکل نہین رکھتا اُس سے حرکات ناشائستہ

اور لکھنؤ حسن حیرپری رخساروں سے رشک قاف ہو رہا تھا وزیر علی خاں نے
عیاشی شروع کی اور شراب اور بھنگ نے رنگ جمایا۔ مرزا مارت علی خاں جو گھوڑاں
کوتوال کا معشوق تھا ارباب نشاط کا داروغہ مقرر ہوا اور میر عشرت علی جو رستم خاں
پھکیت کے شاگردوں میں سے تھا مشیر اور ہمدم بنا اور اسی طرح اکثر کلاونت
اور قوالوں کو مراتب بخشے اور امیران قدیم و اہلکاران لائق سے منہ چھپایا اور
اُن بیچاروں کے حق میں کلمات ناملائم کہنے لگا۔ نواب آصف الدولہ سعید نے جو ہیں
لیے نفس کے واسطے جمع کی تھیں اُن پر نگاہ رغبت ڈالنا شروع کی تحسین علیخاں خواجہ سرا
جو آصف الدولہ کے عہد میں توشے خانے کا داروغہ تھا اور نواب کی وفات کے بعد
لباس بدلکر دُنیا سے ہاتھ اُٹھا کر نواب کی قبر پر بیٹھ گیا تھا اُس کو وزیر علی خاں نے
ابتدائے ریاست میں بلا کر خلعت سے سرفراز کیا اور محل کا ناظر بنا دیا اور اُس سے
بہت سا جواہرات اور اسباب لے کر بیجا مصرف میں اُڑا دیا محتشم خانی میں لکھا ہے
کہ آصف الدولہ کی صاحبات محل میں سے ایک حسین عورت کو چاہا کہ اپنی صحبت کیلئے
لے تحسین علی خاں نے منع کیا کہ ایسا کرنا زیبا نہیں آپ کی تو وہ ماں ہے اُس
کے ساتھ ادب سے پیش آنا چاہیے۔ وزیر علی خاں نے چند مصاحبوں کے اغوا سے چاہا
کہ اُسے قید کردے بلکہ ایک دن یہاں تک کہنے لگا کہ اس قرمساق کی داڑھی
ترشے ڈالتا ہوں اور بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ یوں کہا تھا کہ چھری سے اسکی ناک
کاٹ لوں گا۔ بے چارہ اپنی جان اور آبرو بچانے کے واسطے ٹھیک دوپہر کے وقت
تفضل حسین خاں کے پاس جاکر اُس کے پاؤں پر گر پڑا اُسے اُنھوں نے اپنی بارہ دری
کی شہ نشین میں بٹھا کر کئی آدمیوں کو اُسکی حفاظت کے لیے مقرر کیا وزیر علیخاں نے

اُسی وقت داروغگی دیوانخانہ کا خلعت خواجہ غلام محمد عرف بڑے مرزا کو ملا اور بخشی گری کا عہدہ فخر الدین احمد خان پسر مرزا جعفر خان مرحوم کو دیا گیا۔ لیکن خلعت اس کو تیسرے دن مرحمت ہوا۔ آصف الدولہ کی وفات سے پانچوین دن وزیر علیخان محلسرا مین گیا جو گومتی کے پار تھی اور داروغہ اُس کا فوجدار خان تھا۔ اُسمین سے چار عورتین اپنی ہم بستری کے لیے منتخب کر لایا۔

آصف الدولہ کے بھائیون مین سے بڑے سعادت علی خان تھے اس اندیشے سے کہ کوئی سازش نکرین وہ بنارس مین رہنے کے لیے مجبور کیے گئے تھے اُنھون نے وزیر علی خان کی جانشینی پر اعتراض کیا کہ آصف الدولہ کا کوئی بیٹا نہین ہے اور جو بیٹے اُنکے مشہور ہین وہ اُنکے نطفے سے نہین اس لیے میرا استحقاق جانشینی کا ہے اور اس جھگڑے کے انفصال کے لیے گورنر جنرل ثالث بالخیر ٹھہرے۔

آصف الدولہ وزیر علی کو اپنا بیٹا اور وارث سلطنت کا اپنے بعد کہتے تھے اور یہ کہنا اُنکا شرع اسلام کے موافق اُسکے استحقاق سلطنت کو مستحکم کرتا تھا آصف الدولہ کی بی بی اور ان کی مرضی تھی کہ وہ تخت نشین ہو ساری دار السلطنت کے آدمی اُس کے نواب ہونے سے خوش تھے۔ غرض وزیر علی مسند آرائے ریاست ہوا اور انگریزون نے در پردہ کی وجوہات پر خیال کر کے اُسکی جانشینی کو تسلیم کر لیا اور وہ افواہین جو اُسکے نطفہ ناتحقیق ہونے کی نسبت مشہور تھین اُن پر خیال نہین کیا۔ وزیر علیخان ملک داری کے کوچے سے نابلد تھا ناشایستہ حرکتین اس کثرت سے وقوع مین آئین کہ جو صورتین سالہائے دراز مین پیدا ہوئی تھین وہ چند روز کے عرصے مین بر ہم ہوئین۔ نئے مصاحب پیدا کیے سترہ برس کی عمر تھی اور عالم شباب جوش پر تھا

کے سامنے وزیر علی خان کو اپنا بیٹا کہا تھا نواب کے مرنے کے بعد جب لمسڈن صاحب
نے یہ چاہا کہ ماتم پرسی میں شریک ہو کر دولت خانے تک جاویں فوج ریاست
جو حسن باغ تک آراستہ واستادہ تھی اُس نے صاحب کو قدم بھر آگے نہ بڑھنے دیا
تفصل حسین خان نے انکو وہین چھوڑ کر نواب کی ماں کو خبر کی محرم علی خاں
اور جواہر علیخاں خواجہ سراؤں کو حکم ہوا کہ صاحب کو دارالامارت تک آجانے دین
جب صاحب تن تنہا دولتخانے میں پہونچے تو نواب کی ماں نے فرمایا کہ اسوقت
میری آنکھوں میں جہان تاریک ہے تم اس ریاست کے وارث ہو جسے مناسب جانو
مسند پر بٹھا دو ریذیڈنٹ نے کہا جسکو نواب صاحب خود مقرر کر گئے ہین اُسکے سوا
اور کون بیٹھ سکتا ہے مرزا وزیر علی خاں کہ بیچ محلے میں لیے کمتب میں تھا
تحسین علی خاں ناظر کے حسب الطلب لپے مین سوار ہو کر آیا تھا اور اُس وقت
گریباں پھاڑ کر نعش پر زار زار رو رہا تھا بیگم صاحبہ نے جواہر علی خاں سے کہا
کہ سر دوشالہ جو نواب مرحوم کے پلنگ پر رکھا ہوا تھا لے اُڑھا دے یہ گویا
بیگم صاحبہ کی طرف سے مسند نشینی کا خلعت تھا اُسی وقت توپوں کی سلامی کا حکم ہوا
ارکان دولت نے وہیں نذریں گذرانیں اور مرزا حکومت کرسی کی لے مرد
قابض اور مالک ہو گیا اور دوسرے حقدار جو اسکے متمنی تھے افسردہ خاطر ہو کر
چلے گئے مسند نشینی کی باضابطہ رسم اور نذریں مکان باولی میں ہوئین ؎

| | |
|---|---|
| بعد نواب آصف الدولہ | کہ صفاتش چو مہر و ماہ جلی ست |
| کرده شد جانشین وزیر علی | مقتضاے مشیت ازلی ست |
| ہست معروف واتفاقا تاریخ | کہ ہمی شاہ کل وزیر علی ست |

بتون کی گلی مین شب و روز آصف | تماشا خدائی کا ہم دیکھتے ہین
ایک دن یار سے یہ مین نے کہا | اب تو ہم طاقت و توان سے گئے
ہنسکے کہنے لگا کہ اے آصف | یہی کہہ کہہ کے لاکھون جان سے گئے
تو اپنے شیوۂ جور و جفا سے کیون گذرے | بری بلا سے مرا دم رہے رہے نہ رہے
قمر کو ہوتا ہے ہر ماہ مین کمال و زوال | ترے بھی حسن کا عالم رہے رہے نہ رہے
یون فکر دل مین گرچہ تجھے سو لگی رہے | آصف یہ شرط ہے کہ ادھر تو لگی رہے
ملنے نہ ملنے کا تو وہ مختار آپ ہے | پر تجھکو چاہیے کہ تگ و دو لگی رہے

## وزیر علی خان کی مسند نشینی

نواب آصف الدولہ کے نطفے سے کوئی فرزند نہ تھا ہمیشہ آرزومند رہے کہ کوئی وارث ریاست پیدا ہو لیکن نخل آرزو بارور نہ ہوا عالم مایوسی مین ایک غریب سید کے لڑکے کو نواب نے اپنی فرزندی مین جگہ دی اور وزیر علی نام رکھا۔ اسیطرح اور بھی لڑکے رضا علی۔ شجاع علی اور دیانت علی وغیرہ تھے مگر ان مین سے سوائے وزیر علی خان کے کسی نے نام اور نمود نہ پائی وزیر علی خان نہایت ذہین خوبصورت۔ ملیح۔ خوشنما تھا علم و ہنر اور انشا کی تعلیم بخوبی پائی تھی۔ خوشنویسی مین مرزا محمد علی اعجاز رقم کا شاگرد تھا اور فنون سپاہ گری رستم خان پھکیت سے سیکھے تھے۔ اسپ تازی۔ شمشیر افگنی۔ تیر اندازی اور چوگان بازی مین اُسکو خوب مشق تھی۔ نواب آصف الدولہ کو اُس سے کمال اُلفت تھی۔ آصف الدولہ نے اپنے انتقال سے پیشتر وارن ہیسٹنگز صاحب گورنر جنرل اور لکھنؤ کے رزیڈنٹ

آصف الدولہ فارسی زبان میں بھی شعر کہتے تھے اور علم سیر و تاریخ مین اچھی مہارت رکھتے تھے اُنکے اُردو اشعار یہ ہین۔

پھٹے تنکو دسے جاتا ہے قافلہ دل کا — چلے گا رہرو کس کس کے معاملہ دل کا

یادر مجھے تیرا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا — یا حوصلہ میرا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا

کہتا ہے بہت کچھ وہ مجھے چپکے ہی چپکے — ظاہر مین یہ کہتا ہے کہ میں کچھ نہین کہتا

مرتا ہے تیرے لیے تیرا عاشق غمکش — ذرا تو فاتحہ پڑھ چلکے تاکہ وسواس

وہ قبر سے نکل آئیگا میرا ذمہ — ٹک اسکی روح تو خوش ہو نہ دلمیں لا وسواس

جب مرے گی بلبل تو رہیگا قفس میں — آصف یہی کہتی تھی یہ تکرار دم نزع

صیاد تجھے قسم ہے دیا جون میں ایسا — ٹک جا کے دکھا لا مجھے گلزار دم نزع

کل شمع سے بولا بالالہ ملال یہ یوں پتنگ — کم ظرف دیکھ ہم بھی تو آخر ہیں یار شمع

رو رو کے یہ جواب دیا عندلیب نے — انصاف دل میں کیجیو اے دلفگار شمع

ہے شمع کے بھی دل میں محبت پتنگ کی — گو ہے پتنگ سوختہ جان بیقرار شمع

پر دل کو جلا کے ہوئی شمع بھی تمام — جینا بغیر یار کے ہے ننگ و عار شمع

فریاد و آہ و نالہ بھلا کس لیے کرے — جیتے مرے پتنگ رہا ہم کنار شمع

گل مہرباں سنا ہے کبھی عندلیب پر — تو شکر کر کہ مہر و وفا ہے شعار شمع

مین آہ آہ و نالہ نہ کھینچوں تو کیا کرون — جلتی ہیں غم سے میری رگین مثل تار شمع

جہان تیغ اسکی علم دیکھتے ہین — وہاں اپنا ہم سر قلم دیکھتے ہیں

جو جلوہ صنم تجھ مین ہم دیکھتے ہیں — خدا کی خدائی مین کم دیکھتے ہیں

گڑے جاتے ہیں سو سو جان اپنے دلمیں — کسی کا جو نقش قدم دیکھتے ہیں

بمنزلۂ ضروریات زندگی کے سمجھتے تھے۔

ایسی بخشش کس کام کی کہ اہل استحقاق حق پانے سے محروم رہین اور نامستحق ضرورت سے زیادہ پائین۔ فرح بخش مین فیض بخش نے لکہا ہے کہ نواب کا اپنی سپاہ کو چڑھی ہوئی تنخواہ کے دینے کا یہ حال تھا کہ ہر کس از سپاہیان بعد یک سال وشش ماہ دعوے طلب تنخواہ می کردند اگر تمکان مے بودند مقابل آن نجابت توپخانہ و فرقہ نجیبان را کردہ و چند کس را کشتہ مے گریزانیدند و اگر نجیبان این عمل ست نمودند تلنگان را ار دبرو نمودہ میرانیدند۔

## نواب آصف الدولہ کی شاعری

نواب آصف الدولہ اُردو مین شعر بھی کہتے تھے سید محمد میر متخلص بہ سوز کے شاگرد تھے نواب کی غزلون مین بالکل اُستاد کا انداز ہے جن کی انشا پردازی کا حسن تکلف اور صنائع مصنوعی سے بالکل پاک ہے۔ اس خوشنمائی کی ایسی مثال ہے جیسے ایک گلاب کا پھول ہری بھری ٹھنی پر کہرا سا دھرا ہے اور سر سبز پتون مین اپنا اصلی جوبن دکھا رہا ہے جن اہل نظر کو خدا نے نظر باز آنکھین دی ہین وہ جانتے ہین کہ ایک حسن خداداد کے سامنے ہزارون بناوٹ کے بناؤ سنگار قربان ہوا کرتے ہین وہ جیسے سیدھے سادے مضمون باندھتے تھے ویسے ہی آسان آسان طرحین بھی لیتے تھے انکے شعر کا قوام فقط محاورے کی چاشنی پر ہے۔ اضافت تشبیہ استعارہ۔ فارسی ترکیبین انکے کلام مین بہت کم ہین جنکے لیے استعداد علمی کے ساتھ طبیعت مین زور اور فکر مین قوت غور ضرور ہے۔ تاریخ مظفری مین لکھا ہے کہ

وزیر علی خاں تھا۔
تذکرہ حکومت المسلمین میں لکھا ہے کہ یہ ایک فراش کا بیٹا تھا نواب نے اُسکو
پالکر وزیر علی خاں نام رکھا تھا۔

## نواب آصف الدولہ کے عہد میں تعداد سپاہ

انکے وقت مین اسی ہزار پیادے اور بیس ہزار سوار تھے اور بعض نے
اسی پلٹنیں اور پندرہ ہزار سوار بتائے ہین دکن کی مرہٹوں کی لڑائی مین آصف الدولہ
نے انگریزون کو بہت مدد دی اور اپنی فوج جرنیل مارٹیں اور عبدالرحمن خان
قندھاری کے زیر حکم بھیجی اور کرنیل گاڈرڈ بھی گجرات اور دکن کی مہموں مین انگریزوں
کی کمک کے لیے مامور ہوا تھا اور گوہد وغیرہ قبضۂ دلتصرف مین لایا تھا۔

## نواب آصف الدولہ کا اسراف

تذکرہ ہزار داستان معروف بہ خم خانۂ جاوید میں لکھا ہے کہ انکی سخاوت
ہندوستان میں ضرب المثل ہے چنانچہ مشہور ہے جسکو نہ دے مولا اُسے دے آصف الدولہ
یہ مثل آج تک زبان زد خاص و عام ہے انکی فیاضی کی عجیب و غریب حکایتیں
مشہور ہین ایک مرتبہ آپنے لاکھ دانوں کی تسبیح بھلے بن کر ایک بڑھیا سے
لاکھ روپے مین خرید لی کسی اور موقع پر ایک ضعیفہ کو اُسکے اس گمان پر کہ وہ
کیلے بہتے کی تلوار کو پارس سمجھتی تھی اُس تلوار کے ہمورن سونا دلا، یا عز انکی پرورش
اور اہل کمال کی قدر دانی کی نئی نئی تحویزین نکالا کرتے تھے داد دہش کو

نمانا خیال تھا کہ نواب سعادت علی خان خود منانے کو آئینگے مگر یہ خیال خام تھا ایک مہینے کے بعد جاگیر سے الہ آباد کو چلی گئین۔ وہین کئی مہینے کے بعد انتقال کیا غازی الدین حیدر بن نواب سعادت علی خان کے عہد مین اُنکی لاش لکھنؤ مین آئی ایک ضریح چاندی کی اُنکی قبر پر بھی موافق ضریح قبر نواب آصف الدولہ کے رکھوا دی تھی۔ مرزائی صاحب وغیرہ مرحومہ کے متعلقین تھے۔ سرکار سے اُنکے سب متعلقین کو پنشن ملتی ہی جو نسلاً بعد نسلٍ ہے۔ نواب ناظر الحسین علیخان کہتا تھا کہ فقط دو بیٹے برہان علیخان وغیرہ نطفۂ نواب آصف الدولہ کسی محل سے ہوے تھے وہ سن طفلی مین مرگئے باقی اور بیٹے و بیٹیان نواب کی اولاد لطفی تھی نہ نطفی۔ مرزا رفیع السودا نے نواب موصوف کے اُن دونون فرزندونکی تاریخین اِس طرح موزون کی ہین۔

شدم در فکر تاریخ تولد — براے آن گلِ باغ نجابت
کہ ہاتف گفت ناگہ از سر ہوش — گرامی گوہر دُرجِ سیادت

۱۱۸۹

دیگر

تھا اسی فکر و سوچ مین کہ مجھے — ہوا حق کی طرف سے یہ الہام
تاج اقبال سر پہ ہے اُسکے — کہہ کہ ہے فخرِ مادرِ ایام

۱۱۹۱

مفتاح التواریخ مین لکھا ہے کہ نواب آصف الدولہ کو عورتون سے مطلق شوق نہ تھا بلکہ اُنمین رجولیت ہی نہ تھی لیکن اُنکی محلسرا مین پانسو کے قریب خوبصورت عورتین جمع تھین اُن مین سے کئی ایسی بھی تھین کہ اُن کو نواب نے حمل کی حالت مین اپنی محلسرا مین داخل کیا تھا۔ جب کوئی بچہ ان حاملہ عورتون سے پیدا ہوتا تو نواب خوشی کرتے اور اپنے فرزند کے طور پر پرورش فرماتے چنانچہ ایسے ساٹھ بچے اُنکے پاس جمع ہوگئے تھے جن مین ۳۲ لڑکے اور ۲۸ لڑکیان تھین۔ سب سے بڑا

۱۵ [illegible] صاحب ۱۲

بطور تعمیہ تاریخ دیگر + گو بخشش تمام وجود بے سر
خدایا جائے او حلد برین باد
طفیل احمد و اولاد امجاد

دیگر

آصف الدولہ وزیر اعظم ہندوستاں کرد رحلت گشت حال اہل عالم بس تباہ
سال تاریخ وفات آن امیر ذوالکرام گفت ہاتف عمدہ ماتم عمدہ ماتم آہ آہ

بزبان ہندی

ایک سہس آٹھ سے چون سنت کابران بارہ سے بارہ سنہ ہجری جات سکل جہان
کوار ناس پر پواسدی جمعرات مدھیان اٹھائیسیں ربیع الاول آصف تجو پران

نواب آصف الدولہ کی ازواج و اولاد

نواب آصف الدولہ شمس النسا بیگم بنت نواب انتظام الدولہ خان خانان
بن نواب قمر الدین خان وزیر اعظم ہندوستان کے ساتھ بیاہے گئے تھے۔ یہ بیگم
قلعہ مچھی بھون میں رہتی تھیں لاولد رہیں کبھی نواب سے موافقت کم رہی لوا گنج
کے قریب برتاب گنج جسکی آمدنی ساٹھ ہزار روپے سال کی تھی انکی جاگیر میں تھا اور
نواب آصف الدولہ کی سرکار سے ساٹھ روپے روز کا خاصہ (امرا کا کھانا) مقرر تھا
نواب سعادت علی خاں نے اپنے عہد میں کچھ آمدنی بازار اور گومتی کے پل کی صبط کی
تو خفا ہوکر اپنی جاگیر کو چلی گئیں کرنیل بیلی صاحب رزیڈنٹ لکھنؤ فہمائش کرگئے

اگرچہ خان خانان ہم بود — امیر عالی من ہم نہ کم بود

درین ایام بودے خانخانان — ازو مے خواستے انعام و احسان

دریغا رفت آن میر جوان بخت — دریغا بست ازین دار العنا رخت

دریغا آن سپہر جود و حشمت — بملک جاودانی کرد رحلت

ازین ملک فنا دل سیر گردید — بملک لایزالی گنج بگزید

دریغا آن امیر پاک طینت — کہ ناید کس نظیرش در بصیرت

بتنگ آمد زبس زین دار فانی — نمودہ بند و بست جاودانی

بروز پنجشنبہ آہ صد آہ — وداع این جہان بنمود ناگاہ

ربیع الاول بست و نہم بود — کہ رحلت آن سپہر جود بنمود

مرا شنفتار این غم چون رساندند — نشیہم چہ ماتم چون رساندند

چہ گویم آنچہ شد حال دل من — چہ گویم آنچہ شد غم حاصل من

در انحالت بخود ہرگز نماندم — بچرخ ہفتمین نالہ رساندم

بغیر نالہ و آہ و فغان ہیچ — نبودہ با من سر ناتوان ہیچ

بدل حسرت بہ چشم اشک و بلب آہ — ز وقت شام تا وقت سحرگاہ

ہزاران آہ مے کردم دران شب — دہانم بود از آہم لبالب

ازان جملہ شمردم چون دو صد آہ — فزودم ہم بران دو آہ جانکاہ

شمار این دو صد آہ و دو آہم — بود بر سال ترحیلش گواہم

دگر تاریخ فوت او بناگاہ — غم آصف بگفتم با سر آہ

دگر تاریخ گفتہ جان بر تفت — سلیمانے نماندہ آصفے رفت

ہاتف گفت سال تاریخش
شد مزار شہ بزیر پائے حسین

دیگر

اے آفتاب رو ز بزیر زمین شدی
در ملک غیب والی تاج و نگیں شدی
اے تو جہانیان بعذاب قیامت اند
فکر جہان نہ کردی نہ حلد برین شدی

دیگر بہ تعمیہ

ار و فاتش بے سر و پا گشتہ اند
قلم و نسق و ہیبت و ہمت کرم

## از شاہ محمد اجمل الہ آبادی

وزیر اعظم دستور اکرم
گرامی گوہرے از نسل آدم
امام عہد امیر ابن الامیر
امام عہد وزیر ابن الوزیر
سلیمان حشمت و آصف شکوہے
فریدون صولت و در حلم کوہے
جناب آصف الدولہ کہ در جود
نظیر او بعالم کمتر کے بود
کسے از فتنہ گرستے پناہے
بہ بیدے کشورش آرامگہے
ہزاران مردم از قحطے عالم
ہزاران یافتند ارزے دراہم
بیاز آتش بحسرت کربلا رفت
بہ پنہان بارہ بارہ ز کربلا رفت
مشہد بہرے آورد آن یگانہ
کہ باشد یادگارش در زمانہ
غلام ہمت او حاتم طے
بود ار سد گانش من بن لے
سراپا مظہر جود و سخاوت
زنوشرواں فزون تر در عدالت
چو خورشید زمیں تابندہ میداشت
جہاں را حسن او در مہ میداشت

وارد آصف عشر تے در صحن آصف باغ شد | انبیا ہمدم سلیمان ہم نفس آصف ندیم
نقش بند کاف نون بر تربت آصف نوشت | ہہنا ر وح ُ دریحان ُ وجنات ُ نعیم

## قطعۂ دیگر

کرد پدر و دجہان را چو وزیر اعظم | ماتمش اہل جہان را ہمہ خون در دل کرد
ہاتف این مصرعۂ تاریخ وفاتش برخواند | آصف الدولہ بہ فردوس برین منزل کرد

## دیگر

الٰہی آصف الدولہ بہادر | بحق نائب تو باد مغفور
نوشتم سال تاریخ وفاتش | بود با حیدر کرار محشور

## دیگر

وزیر جہان آصف الدولہ رفت | بجنت چو زین خاکدان خراب
بہ شب ہاے دیجور ایام نور | بدل گشتہ در دیدۂ شیخ و شاب
زسیلاب اشک صغار و کبار | بناے امید جہان شد بر آب
دریغا جگر ہاے عالم نمود | چہا آتش ماتم او کباب
ندانم چرا از سر روزگار | ید رحمت خود کشید آن جناب
پئے سال تاریخ او چون شبے | فتادم در اندیشۂ بے حساب
سحر ز آسمانم رسید این صدا | بزیر زمین حیف شد آفتاب

## دیگر

کرد رحلت چو آصف الدولہ | مبتلا شد جہان بماتم و شین

سمت جہت سے کوچ کیا۔ ۲۵ ماہ ذیقعدہ ۱۱۳۸ھ ہجری کو مقام فیض آباد میں
مسند حکومت پر بیٹھے تھے۔ انھون نے اپنا دارالحکومۃ لکھنؤ مقرر کیا تاریخ مظفری کی
روایت کے بموجب اُنچاس برس کی عمر پائی اور وزیر نامے سے ثابت ہے کہ
وہ پچاس سال سے زیادہ عمر پاکر فوت ہوے۔ کیونکہ اواخر ۱۱۶۰ھ ہجری مین پیدا ہوے
تھے۔ آغا محمد ندیم روضہ خوان مصنف بحرالبکائے کہ روضہ خوانی و مرثیہ گوئی اور
خوش بیانی مین کمال رکھتا تھا نواب وزیر کے مدفن کی تاریخ اس طرح نکالی ہے
ہمہنا روح وریحان وجنات نعیم۔ نواب وزیر عتبات عالیات کے زوار دن
کی نہایت خبرگیری کرتے تھے سیکڑوں کوزے خاک کربلا اور تبرکات کربلا کے خاص
سے معمور تھے باوجود اس حشمت وعظمت کے انتقال کے وقت جملہ کوٹھوں پر دفعتہً
مہر وقفل لگ گئے اسلیے مرزا حسن رضا خان کے ہاں سے خاک کربلا اور اس کا
خاص کفن منگا کر دیا گیا اور وہ نواب کے نصیب ہوا اور نواب اپنے امام باڑے
میں دفن ہوے۔ نواب کی سرکار مین اس وقت تک دو ہزار ہاتھی موجود تھے
اسکے عہد میں برف اور پھول اور گلاب باوجود کثرت کے لوگوں کو بہت کم میسر
ہوتے تھے یہ جملہ چیزین سرکاری کارخانے میں جاتی تھیں۔

## تاریخ وفات از آغا محمد ندیم

گلشن عشرت بتاراج خزان رفت ای ندیم — سامہ احتشام حسرت سے ساید در نسیم
آصفے کیں صدف را یک دُرِ شہوار بود — آن دُرِ شہوار رفت از دست دعالم شد یتیم
لکھنؤ اے رفت ست و آسمان لے آفتاب — شہر یاران بےسرو وطور سینائے کلیم

افیون پر ٹھہرے اور پہلے حقے سے طبیعت کشیدہ تھی مگر اب دمساز تھا۔ مرض نے ہاتھ پانوٴن نکالے دوا اور غذا مین بے اعتدالیان واقع ہوئین اطبائے حاذق جیسے شفائی خان اور حکیم صادق خان وغیرہ کہ ہر ایک صاحب تصانیف تھا معالج تھے مگر نواب وزیر کہا کرتے تھے کہ اب ہمین زندگی کا خواستگار نہین بلکہ عوام مین مشہور تھا کہ جھاؤلال کے جانے سے نواب وزیر کو اپنی جان عزیز وبال ہے بلکہ دوا سے اجتناب تھا آخر آخر مین استسقا پیدا ہو گیا برف کا پانی کثرت سے پیتے رہے مرض نے طول کھینچا دوا کا استعمال بھی ترک ہوا اور علاج بھی موقوف کیا۔ اُنکی ماں بھی عیادت کو آکر برج طلائی مین اُتری تھین نواب بہت استقلال کرتے تھے بیماری کے تمام عرصے مین کبھی دنیا سے رحلت ہونے کا افسوس اور رخصت وملال کا کوئی لفظ زبان پر نہ آیا اگر کبھی کوئی اُن کا نوکر اُنکی حالت زار دیکھ کر حزن وملال کی بابت کہہ بیٹھتا تو غصے ہو کر سامنے سے دور کر دیتے۔ اگر کبھی تفضل حسین خان یا رزیڈنٹ مزاج پرسی کے لیے آجاتے تو فوراً اپنے آپ کو درست کر کے صحیح وسالم دکھاتے اور بات چیت اُسی شوکت و طنطنے کے ساتھ کرتے جو صحت کی حالت مین دستور تھا مگر اُنکی ماں کا دل بے چین تھا جب سامنے آتین تو بے اختیار رونے لگتین اُس وقت نواب کی آنکھون سے بھی آنسو جاری ہو جاتے جتنی دیر دونون ماں بیٹے مقابل رہتے سوا رونے دھونے کے دوسری بات نکرتے۔ ۲۳ برس اور کچھ مہینے ریاست کی تھی کہ جمعرات کے دن ۲۸[لہ] ربیع الاول سنہ ۱۲۱۲ ہجری کو اس

لہ مصباح التواریخ اور فرح بخش مؤلفہ فیض بخش مین اسیطرح ہے تاریخ مظفری مین اُنکی وفات کی تاریخ سلخ ربیع الاول لکھی ہے اور سلخ اُس دن کو کہتے ہین جسکی شام کو ہلال نمودار ہو شاہ محمد اجمل کی نظم سے معلوم ہوتا ہے کہ اُسدن ۲۹ ربیع الاول تھی ۱۲

کا ایک عامل تھا اپنا مشیر بنایا گرچہ خان مذکور ریاست کے کام میں تنگ ہوتے تھے تو اکثر کہتے تھے کہ مجکو مطالعہ کتب اور مشغلہ درس و تدریس اِس ریاست سے بہتر تھا۔

تاریخ شاہیہ میں لکھا ہے کہ تفضل حسین خاں کتب حکمت پر متوجہ رہتے تھے اسلیے دربار سے صحبت برآر نہوئی۔ نواب انتظام موجودہ سے بے حد رنجیدہ تھے چنانچہ فرح بخش میں محمد فیض بخش نے لکھا ہے کہ نواب آصف الدولہ پیش از دو ت حد سالے سال روبروے مردم اردلی کہ ہر وقت حاضر حضور بودند بیشتر حرف مے راندند چنانچہ حرف آمد زماں شاہ دریں ملک شہرت گرفت فرمودند کہ ہمہ کسان ساکناں ایں ملک تماشائے آمد شاہ خواہند کرد الا من کہ نخواہم دید۔

حسن رضا خان ماہ رمضان ۱۲۱۱ ہجری میں اپنے کام سے سبکدوش ہوئے تھے اور ابتدائے ماہ شوال سے تفضل حسین خان نے نیابت کے بوجھ بھار کو سنبھالا تھا۔

## نواب آصف الدولہ کی وفات

ایک تو وزیر کو جھاؤلال کی مفارقت کا رنج تھا دوسرے نیابت کا تقرر بھی اُن کے حسب دلخواہ نہوا جیسا کہ تاریخ شاہیہ نیشاپوریہ میں مذکور ہے اسلیے ابھی اِس تغیر کو پورا ایک سال بھی نہ گذرا تھا کہ اوائل صفر ۱۲۱۲ ہجری سے نواب وزیر کا مزاج جادۂ اعتدال سے منحرف ہونا شروع ہوا۔ ابتداءً نواب شراب پیا کرتے تھے پھر اُسکے استعمال سے توبہ کرکے بھنگ سے مشغلہ رہا اس کو چھوڑ کر

توکپتان پوپھم کی افسری مین ایک دستۂ سپاہ ۱۷۸۰ء مین راناکی مدد کو بھیجا گیا
جسنے گوہد کے ملک سے مرہٹون کو نکالکر بھگا دیا اور مشہور قلعہ گوالیر کا بھی ۱۴-اگست
۱۷۸۰ء مطابق ۲ شعبان ۱۱۹۴ ہجری کو فتح کرکے راناکو دیدیا۔ تفضل حسینخان
نے اُس وقت مین کمان افسر کے ساتھ جاکر رانا سے گوہد کی کارروائی مین مدد کی
اور انگریزون مین اُن کا رسوخ پیدا ہوگیا تھا۔ ایک مرتبہ بامر صاحب کے ساتھ
لکھنؤ مین آئے اور اُنکے ساتھ رامپور کو گئے ۱۷۸۳ء مین پندرہ لاکھ روپے
نواب سید فیض اللہ خان سے آصف الدولہ کو دلانے کی عوض مین نواب
فیض اللہ خان کو فرض مدد دہی سپاہ سے بری کرایا۔ بعد اسکے تفضل حسین خان
پھر کلکتے کو چلے گئے اور جبکہ وارن ہیسٹنگز ۱۷۸۴ء مین کلکتے سے لکھنؤ مین آئے
تو تفضل حسین خان کو اپنے ہمراہ لاکر نواب آصف الدولہ کی ملازمت کرائی اور
بہت کچھ سفارش کی آخر کار نواب نے تفضل حسین خان کو راجہ گوبند رام ناگر کی عوض
مین اپنی ریاست کی طرف سے گورنر جنرل کے پاس سفیر مقرر کردیا اور اب سلطنت مین عقد
وحل نصیب ہوا وہ اپنے علم اور حسن تدبیر سے اُدھر معتمد سرکار انگریزی کے ادھر
رکن سلطنت کے تھے تفضل حسین خان نے انتظام شروع کیا۔ سلسلہ انتظام جدید
مین مرزا جعفر کو بخشی گری کا عہدہ دیا اور خلعت دلایا اور حیدر بیگ خان کے
بعض رفقا کو دیوانخانہ اور کوتوالی کی خدمت پر مامور کیا۔ اور نصیر الدولہ سید
معزز خان کو پھر کام کا اُمیدوار کیا مگر اُنھون نے اُس زمانے مین تبدیل لباس کیا
اور دنیاداری کے تعلقات کو ترک کردیا تھا اور عمر بھی زیادہ تھی اِس وجہ سے
نوکری اور علاقہ کچھ قبول نہ کیا۔ تفضل حسین خان نے مرزا مہدی علی کو جو سرکار وزیر

انگریزی اور لاطینی زبان بھی سیکھی تھی نیوٹن صاحب کے ڈفرنشل وغیرہ کا ترجمہ
فارسی مین کیا تھا۔ غرضکہ تفصل حسین خان رفتہ رفتہ یعقوب علی خاں خواجہ سرا
کی وساطت سے شجاع الدولہ کے حضور تک پہونچگئے اور اُنکے بیٹے یمین الدولہ
سعادت علی خان کی اتالیقی پر مقرر ہو گئے۔ جسوقت یمین الدولہ الہ آباد مین تھے
توخاں مذکور مصروف مطالعہ رہتے تھے۔ اور مولوی سید دلدار علی جو اثناعشریوں
کے مجتہد تھے اُنکی وکالت کرتے تھے اور مولویان عصر سے مباحثہ رہتا تھا تفصل حسین خان
کے آباو اجداد حنفی مذہب رکھتے تھے۔ انھوں نے اپنی ذات سے اثناعشری مذہب
اختیار کرلیا جس زمانے میں سعادت علی خان نے نجف خان کے لشکر سے لکھنؤ آنے
کا ارادہ کیا تھا تو نواب آصف الدولہ نے وارن ہیسٹنگز گورنر جنرل کو لکھا تھا
کہ اگر سعادت علی خاں لکھنؤ میں آتے ہین تو آئیں مگر تفصل حسین خان اُن کے ساتھ
نہ آئیں اسلیے تفصل حسین خان کا لکھنؤ مین آنا موقوف رہا۔ ناچار کلکتے کو چلے گئے۔
۱۷۷۹ء میں گوہد کے رانا لوکیندر سنگھ نے جو والیان دھولپور کا مورث اعلیٰ ہے
اور جسکا ملک کوہستانی بہت وسیع جمنا کے کنارے پر اودھ اور سیندھیا کے
ملکوں کے درمیان میں آگرے سے ساٹھ میل پر جنوب و مشرق میں واقع تھا
انگریزوں سے ارتباط پیدا کرنا چاہا جسکو سیندھیا بہت دق کرتا تھا تو گورنر جنرل نے
اُس سے ان شرائط پر عہد و پیمان کیے کہ رانا جو اکثر مرہٹوں کی دست درازی سے
تنگ رہتا ہے اُسکو تو مرہٹوں کے ہاتھ سے خلاصی دلانے میں انگریز امداد کرینگے
اور وہ انگریزوں کی امداد اپنے لشکر سے اُس حالت مین کریگا کہ مرہٹے متصل
کی ریاستوں پر ترکتاز کریں۔ جبکہ مرہٹوں نے رانا کے ملک پر حملہ کرنا شروع کیا

کاروبار سلطنت کا حل وعقد بدستور آپ سے متعلق رہے لیکن اُسکے خلاف ظہور میں ا
امید ہے کہ اب آپ اس بات کا ملال نفرمائینگے۔ سرفراز الدولہ نے یہ خبر سُن کر
اظہار مسرت کیا اور حضرت عباس کی حاضری منگا کر تقسیم کی اور خان موصو
سے کہلا بھیجا کہ اس بات سے ہم بہت خوش ہوے۔

تفضل حسین خان کا سلسلۂ نسب یون ہے کہ سیف اللہ خان اور کرام اللہ خا
دو حقیقی بھائی لاہور مین رہتے تھے۔ سیف اللہ خان کے پانچ بیٹے تھے (۱) رحمت ا
کہ عدالت بنارس کچھ دنون اس سے متعلق رہی (۲) انعام اللہ خان یہ شخص لکھنؤ
مین رہتا تھا (۳) احسان اللہ خان (۴) افضل اللہ خان (۵) اکرام اللہ خا
ان پانچ بیٹون کے سوا دو بیٹیان تھین جن مین سے ایک بیٹی محمد حسین خان کے بیٹے
کے ساتھ منسوب ہوئی اور دوسری بیٹی سلام اللہ خان پسر میر محمد کے ساتھ منعقد تھی
سیف اللہ خان کا بھائی کرام اللہ خان مدت تک نواب معین الملک عرف میر منو
صوبہ دار لاہور پسر قمر الدین خان وزیر اعظم محمد شاہ کی طرف سے وکالت پر مقرر رہا
اور تین لاکھ روپیہ سالانہ پایا کیا۔ تفضل حسین خان اسی کرام اللہ خان کے بیٹے ہین
قصبۂ سیالکوٹ مین پیدا ہوے تھے دلی مین آکر مولوی نظام الدین کے حلقۂ درس
مین داخل ہوے اور علم ریاضی خیر اللہ مہندس سے سیکھا۔ ملا نظام الدین کے بعد
لکھنؤ کو چلے گئے۔ اور فرنگی محل مین ملا حسن سے استفادہ کیا سبق کے وقت حاکمانہ
اعتراض کرتے ملا حسن خفا ہو کر کتاب کو زمین پر دے مارتے تھے آخر کار اپنے حلقۂ
درس مین آنے کی ممانعت کی۔ بعد ابو الفضل اور سعد اللہ خان شاہجہانی کے
علامہ کا خطاب اگر ہوا تو تفضل حسین خان کے لیے تسلیم ہوا ہے۔ اُنھون نے

## سلطنت اودھ کی نیابت پر تفصل حسین خان علامہ کا مامور ہونا

پٹنے کی طرف جھاؤلال کی روانگی کے بعد گورنر جنرل نے آصف الدولہ سے کہا
کہ نیابت کا کام بدستور مرزا حسن رضا خاں سے لیا جائے اور پیشکاری و دیوانی
کا کام راجہ ٹکیت رائے کے سپرد کیا جائے نواب وزیر کا مزاج جھاؤلال کے
جانے کی وجہ سے نہایت افسردہ ہو رہا تھا اُنھوں نے یہ جواب دیا کہ اگر انھیں
دونوں شخصوں کو نیابت اور دیوانی دینی منظور ہے تو مین عتبات عالیات
کی طرف روانہ ہوتا ہون میں بھی دوسرا پیدا کرنا چاہیے میں تبدیل لباس کرونگا
یہ جواب سنکر گورنر جنرل نے تامل کیا کچھ دنوں اہل شہر کو الماس علیخان خواجہ سرا
کی طرف نیابت کا گمان تھا ریذیڈنٹ نے بھی اسی کو تجویز کیا تھا جس دن یہ ارادہ
ہوا کہ اُسکو آج خلعت نیابت دیا جائے اُسی دن چٹھی ممنوعی گورنر جنرل کی آگئی
اسلیے لمسڈن صاحب ریذیڈنٹ نے یہ ارادہ موقوف کیا آخر کار گورنر جنرل کی
سفارش اور مشورے سے نواب وزیر نے تفصل حسین خان کو جنکی دیانت اور
لیاقت پر گورنر جنرل کو اعتبار تھا سلطنت کے کام کے لیے تجویز کیا اور اُن کو
طلب کر کے اُنکی گردن مین ہاتھ ڈالکر کہا کہ اب میری عزت و آبرو تمھارے ہاتھ
میں ہے نیابت قبول کرو اُنھوں نے چار و ناچار قبول کی اور خلعت سے مخلع ہوے
جیسا کہ تاریخ شاہیہ میں ہے۔ تفصل حسین خاں نے اکرام اللہ خاں کی معرفت
سرفراز الدولہ کے پاس یہ پیام بھیجا کہ مین نے بہت ساخون جگر کھایا تھا کہ

اُسکو پٹنے مین بھیجدیا اور پانچہزار روپیہ ماہوار مقرر کردیا۔ اُسنے وہان عالیشان عمارت بنوائی اور ہمیشہ تعزیہ داری بڑے تکلف سے کرتا تھا۔ ۱۲۳۰ھ ہجری مین بستر بیماری پر قضا کی اور انتقال کے وقت اپنے دفن کے لیے بوضع اسلام وصیت کی اُس کے تکلفات اور عیش و عشرت کا یہ حال تھا کہ جبکہ لکھنؤ مین رہتا تھا تو کھانا کھانے کے وقت اُسکے اُس فرش پہ جسپر کھانا کھاتا ایک طرف روبرو مسلمان طوائفین بیٹھتی اور ناچتی گاتی تھین اور دوسری جانب ہندو کھانا کھانے مین مشغول ہوتے تھے۔ غرضکہ اُس کا تمام خاندان مطیع الاسلام تھا۔ اُسکی چند بیٹیان نجھن طوائف سے تھین جن مین سے ایک بیٹی نواب اشرف علی خان کے خاندانین مرزا بھورا ولد مرزا ابراہیم کے ساتھ منسوب ہوئی تھی۔ نجھن طوائف کے بطن سے جس قدر اولاد تھی راجہ جھاؤلال کے انتقال کے بعد اُسکے تمام متروکے پر متصرف ہوئی کیونکہ کوئی بیٹا ہم قوم عورت سے نہ تھا۔ نجھن جھاؤلال کے بعد چند مُدّت رائے بالک رام سے متفق رہی اِس وجہ سے اُس کا درماہہ جاری رہا تھوڑے دنون کے بعد ان دونون مین نزاع خفیف پیدا ہوگئی اس عرصے مین نجھن نے انتقال کیا۔ اور رائے بالکرام نے بھی راجہ جھاؤلال کے بعد ترک لباس کیا۔ جھاؤلال کے بعض پسماندون نے انگریزی سردارون کا توسل پیدا کرکے اپنے اندوختے سے اوقات معمولی مقدرر کھکر اعزاز و امتیاز کے ساتھ بسر کی۔ بریلی مین بالکرام کے جس قدر گانون تھے وہ اُس کے بیٹے رتن سنگھ کے نام سرکار انگریزی کی طرف سے بحال رہے۔

تو سمجھایا جائے کہ وہ اپنے کُلے سوار موقوف کردین اور اُنکی تنخواہ کی بچت سے
ان سواروں کی رجمنٹوں کی تنخواہ دیا کرین۔ جب نواب سے یہ درخواست
کی گئی تو اُنھوں نے صاف انکار کر دیا تھا۔ مارچ ۱۷۹۷ء مطابق ۱۲۱۱ ہجری
میں سر جان شور گورنر جنرل نے علامہ تفضل حسین خان کو ساتھ لے کر کلکتے سے
زمان شاہ ابدالی کے تدارک کے حیلے میں کوچ کیا۔ اور بنارس میں آگئے اور
یہاں سے بھی انگریزی فوج اُٹھا کر لکھنو کی طرف روانہ ہوے۔ نواب وزیر نے
استقبال کرکے ملاقات کی۔ دو مطلب گورنر جنرل کے تھے ایک یہ سوارون کا خرچ
نواب اپنے ذمے لیں جس سے وہ قطعی انکار کر چکے تھے دوسرے انتظام ملکی میں اصلاح
کریں۔ گورنر جنرل کا کہا خالی نہ گیا اس شامت کے مارے نواب نے مان لیا کہ
اگر ساڑھے پانچ لاکھ روپیہ سالانہ سے زیادہ خرچ نہ ہو تو ایک رجمنٹ گورون
کے سواروں کی اور ایک ہندوستانی سوارون کی بڑھانی منظور ہے گورنر جنرل
اور آصف الدولہ دونوں لکھنؤ سے بھی آگے کوڑہ گئے تھے۔ جبکہ زمان شاہ
کی واپسی کابل کی خبر ملی تو گورنر جنرل ماہ شوال ۱۲۱۱ ہجری مین وزیر سے
رخصت ہو کر بنارس کی طرف سدھارے[۵۶] چلتے وقت گورنر جنرل نے نواب آصف الدولہ
سے درخواست کی کہ جھاؤلال کو جسکی ذات سے مفسدہ پردازی اور فتنہ انگیزی
کی اکثر خبریں مسموع ہوتی ہیں ہمارے حوالے کرین نواب سے اس وقت مین
کہ عالم مجبوری تھا بجز اسکے کچھ بن نہ پڑا کہ جھاؤلال کو حوالے کیا گورنر جنرل نے

[۵۵] یہ خط منشی ذکاء اللہ صاحب کا عطیہ ہے

[۵۶] دیکھو تاریخ مظفری ۱۲

یہ تمام خبرین کونسل کلکتہ تک پہونچین گورنر جنرل اور اُنکی کونسل کو گمان ہوا کہ جھاؤلال نواب وزیر کو آمادہٗ مخالفت کرتا ہے گورنر جنرل نے اس حیلے سے کہ اگر ابدالی کا لشکر ادھر رُخ کریگا تو ہم تدارک کرینگے قلعہ الہ آباد مین انگریزی فوج جمع کرنی شروع کی - جبکہ زمان شاہ کو اخبار اور ہواخواہان دولت کے عرائض سے دریافت ہوا کہ اُنکے سوتیلے بھائی محمود نے جسکو وہ ہزیمت دیکر ترکستان کے پہاڑون کی طرف بھگا آئے تھے ہرات کی طرف سر نکالا ہے تو وہ قندھار کی طرف لوٹ گئے۔ گورنر جنرل کا مدعا قلعہ الہ آباد مین فوج کے جمع کرنے سے یہ تھا کہ لکھنؤ کی حالت کی اصلاح کرین -

نواب کے ملک مین انگریزی سپاہ بڑھتی جاتی تھی - وارن ہیسٹنگز کے وقت مین ایک برگیڈ سپاہ رہتی تھی - لارڈ کارن والس کے زمانے مین دو برگیڈ رہنے لگے اور نواب کی نالیاقتی[۵۱] اور بدانتظامی کے باعث سے کئی روپے کی ہوکر پچاس لاکھ روپے اُسکے لیے جانے لگے اب اُس سے بھی زیادہ سپاہ رہنے لگی کیونکہ نواب مین نہ خود لیاقت تھی نہ اُنکی سپاہ اس قابل تھی کہ مُلک کا انتظام کرسکتی اگر پوچھو تو یہ سودا مُفت تھا کہ ملک کی حفاظت غیرون کی سپاہ سے اُسکی چوتھائی آمدنی مین ہوتی تھی اس سے زیادہ کیا سودا سستا ہوسکتا تھا[۵۲] ۲۲ اپریل ۱۷۹۶ء کو کورٹ ڈائرکٹرز نے گورنر جنرل کو لکھا کہ بنگال مین جو دو رجمنٹین ہندوستانی سوارون کی ہین اُن مین دو اور رجمنٹون کا اضافہ ہوا ور سرکار کمپنی کا خرچ نہ بڑھے اسلیے نواب آصف الدولہ

---

۵۱ یہ الفاظ نواب کی شان مین جلد دوم عہدنامجات مین مندرج ہین ۱۲

۵۲ دیکھو تاریخ منشی ذکاءاللہ صاحب ۱۲

وہاں خاطر جانتے تھے جھاؤلال پر مرتے تھے اسی کو اپنا نائب بنانا چاہتے تھے
اس منظور نظر کی خاطر سے اُنھوں نے ریاست کا کام ظاہر مین اپنے ہاتھ مین لیا اور
حقیقت مین اُس کو دیدیا۔ جھاؤلال نے جس طرح ریاست کا اندرونی انتظام
درست کیا گورنر جنرل اور اُنکی کونسل سے موافقت پیدا کر سکا ملکہ جو کچھ اسکے ہاتھ
سے وقوع مین آیا وہ ان کے خلاف تھا۔ تفصیل اسکی یہ ہے کہ جب راجہ جھاؤلال
گورنر جنرل اور انکی کونسل کے ساتھ صفائی ہونے سے مایوس ہوا۔ تو اُس نے
در پردہ نامہ و پیام کالپی کے مرہٹون سے شروع کیا اور جولڑکا جھاؤلال کا
بطن طوائف کے بطن سے تھا اُسکو ہمت بہادر کی بیٹی کے ساتھ منعقد کیا اور
اپنی بیٹی کی شادی ہمت بہادر کے فرزند کے ساتھ کر دی تاکہ سلسلۂ اتحاد مضبوط ہو
اور ایک بیٹی محمد محسن خان کے ساتھ منعقد کی یہ شخص ترک تورانی شاہجہان آبادی
تھا اور رامپور سے عمر خاں ٹرموچھے کو بلا کر نواب کی سرکار میں نوکر رکھوایا اور
منظور تھا کہ سید نصر اللہ خان کو نواب سید احمد علی خاں والی رامپور کے عہد نیابت
سے موقوف کر کے عمر خاں کو رامپور کا نائب بنائے تاکہ اتباعۂ رامپور اور تورانیان
شاہجہان آباد اور مرہٹان کالپی کی بوقت ضرورت کے وقت کام آئے اور جبکہ
زمان شاہ نبیرۂ احمد شاہ ابدالی کی لاہور کی طرف آمد کی خبر مشہور ہوئی تو راجہ
جھاؤلال نے یہان سے شاہ کی خدمت مین نیازمندی کے خفیہ پیام بھیجے اور
اُن سے موافقت چاہی اور قلعہ الہ آباد کی مرمت شروع کرائی اور یہ مشہور کیا
کہ اگر ابدالی کی فوج اودھ پر چڑھائی کرے گی تو قلعہ الہ آباد مین پناہ لی جائیگی
اور جھاؤلال نواب وزیر کو صلاح دیتا تھا کہ حضور لکھنؤ سے قدم باہر رکھیں۔

## جھاؤلال کی سرکار وزیر مین خیر خواہیان اور انگریزون کی طرف سے مخالفانہ خیالات۔ جس کی پاداش مین پٹنے کی طرف جلاوطن کیا جانا۔ شاہ ابدالی کی چڑھائی کے حیلے اور اودھ کی اصلاح کے نام سے گورنر جنرل کا قلعۂ الہ آباد مین سپاہ فراہم کرنا

راجہ جھاؤلال نے منشی غلام قادر خان میر منشی رزیڈنٹ کا تھوڑا سا سہارا پانے پر دست تسلط سلطنت کے کامون مین دراز کیا اور سرداران سپاہ اور نواب کے عزیز واقارب اور نواب برہان الملک اور صفدر جنگ کے پسماندون کے بہت سے مصارف کم اور موقوف کر کے ایسی بچت پیدا کی کہ ڈیڑھ کروڑ روپیہ انگریزی مہاجنون کا جو راجہ ٹکیٹ رائے کے وقت سے سلطنت کے دوش پر واجب الادا تھا چکایا اور خزانے سے نقد چالیس لاکھ روپے لے کر سب انگریزون کا قرضہ بیباق کیا اور جو کچھ فی الجملہ باقی رہا اُس کو بلا سود چھ برسون پر قسط بند کیا۔ اور اسکے سوا کچھ زر نقد بھی خزانے مین جمع کیا اور نواب کے اُمور خانگی مین بھی خیر خواہیان کین۔ نواب وزیر اکثر زبان سے فرمایا کرتے تھے کہ مرزا حسن رضا خان اور ٹکیٹ رائے نے ہمارا گھر برباد کیا مگر جھاؤلال نے پھر سر نو قائم کیا اُنکو اپنے نائب حسن رضا خان اور راجہ ٹکیٹ رائے سے قلبی نفرت تھی انکو وہ اپنا عذاب جان اور

اُنکی لونڈی اُنکے خزانے کی کلید دار تھی۔ جب سکھ بچن کو روپے کی ضرورت ہوتی تو بیگم صاحبہ سے عرض کرتی کہ روپوں کے توڑوں کو دھوپ دینے کا حکم ہو جائے اور اُن سے اجازت لے کر تھیلیاں دھوپ میں رکھوا تی جس قدر ضرورت ہوتی روپے لے لیتی اور شام کے وقت پھر تھیلیاں خزانے میں رکھ کر بیگم سے عرض کرتی کہ آج اس قدر روپیہ دھوپ میں خشک ہو گیا بیگم صاحبہ اس دروغ کو سچ سمجھ کر کبھی مزاحمت نہیں فرماتی تھیں۔

جس زمانے میں مطبوع علی خان اور محرم علی خاں ماں بیگم کے اموال کی بازخواست میں گرفتار تھے اُس زمانے میں جواہر علی خاں نواب کی ماں کی طرف سے سالگرہ کے موقع پر نواب کے لیے خلعت لے کر فیض آباد سے لکھنؤ کو گیا تھا آصف الدولہ نے جواہر علی خاں سے کہا کہ دادی صاحبہ کے دو تحویلے میں جمع خرچ کا کاغذ نہ تھا اسلیے اُنکے خواجہ سرا اس مصیبت میں گرفتار ہیں میں نے سنا ہے کہ والدہ صاحبہ کے دو تحویلے میں بھی کاغذ درست نہیں ہوتا ہے یہی سلوک تمھارے ساتھ کیا جائے گا خبردار رہنا چاہیے ابتدا سے آمد و خرچ کا کاغذ درست رکھنا چاہیے جواہر علی خاں نے عرض کیا بہت خوب لیکن دل میں ڈر گیا اور ہمیشہ اس غم میں گھلتا رہا خدا کی شان تو دیکھیے کہ نواب اس فرمانے سے ایک سال اور کئی ماہ کے بعد مر گئے اور اُن کی ماں نے لکھنؤ ہو چکا اُنکی سرکار میں سے اکثر سامان جیسے ہاتھی جیسے بھینسیں بیل گائیں بیل اور ہر تیر وغیرہ منتخب کر کے لیے اور اپنے ساتھ فیض آباد کو لے گئیں۔

---

گلاب باڑی مین شجاع الدولہ کے پہلو بہ پہلو دفن ہوئین۔ انکے تمام خواجہ سراؤن
مین مطبوع علی خان صاحب اختیار و اعتبار۔ آسودہ۔ ہوشیار اور صاحب تدبیر
تھا اسکی رفاقت مین بہت سے مغل اور شیخ جو صلاح و تقوے سے آراستہ تھے رہتے
تھے۔ بیگم کے پاس۔ روپے اشرفیان۔ جواہرات قیمتی دوشالے اور دوسرے نفیس
اور بیش قیمت کپڑے واسباب نایاب کثرت سے تھا جو برہان الملک کے عہد سے جمع ہوتا
رہا تھا ان چیزون کو مطبوع علی خان نے چھپا چھپا کر اپنے ان صاحب تقا مصاحبون
کے پاس جمع کر دیا کیونکہ یہی لوگ اُسکے پُرانے رفیق اور معتمد تھے آصف الدولہ
کی طرف سے تحسین علی خان خواجہ سرا ضبطی کے لیے آیا اور اُس نے حساب فہمی کے واسطے
سب کو نظر بند اور قید کر لیا اور اپنے ہمراہ لکھنو کو لے گیا نواب آصف الدولہ نے
مطبوع علی خان کو پاس بلا کر اپنے سر کی قسم دے کر مال واسباب کا حال دریافت
کیا اس نمکحرام نے جس قدر جمع کرایا تھا وہی بتایا اور نواب کے سر پر ہاتھ رکھ کر
جھوٹی قسم کھا گیا حالانکہ بڑی چوری کی تھی لیکن یہ شخص بھی اپنی زشت کرداری
کے ثمرۂ مفید سے محروم رہا اُسکے متقی اور پرہیزگار تیس سال کے رفیقون نے
ایک چیز واپس ندی اور وہ افشاے راز کے خوف سے خاموش تھا۔ بیگم مرحوم
کی پردہ نشین کنیزون کو قلعہ کے ایک پُرانے مکان مین اس طرح رکھدیا جیسے
مٹکے مین غلہ بھر دیتے ہین اور گذر اوقات کے لیے دو دو تین روپے تنخواہ کردی
اور یہ جو کچھ عمل مین آیا بہو بیگم والدہ آصف الدولہ کا طفیل تھا۔

بعض کتابون مین بیگم کے بھولے پن کی ایک حکایت نظر سے گذری ہے
بیگم کی ہوشیاری اور سمجھ اور طبیعت کے سامنے بعید معلوم ہوتی ہے کہ سُکھ چین نام

کاتب نے جواب دیا چالیس سال کی بیگم نے کہا یہ تو بہت کم لکھی ہے اور بڑھانا چاہیے
اُسنے دو عدد اور بڑھا دیے بیگم نے کہا کہ یہ کیا بڑھایا ہے چالیس مین اور دو مین
کچھ زیادہ فرق نہیں ہے کاتب نے کہا کہ لو تمھاری خاطر سے دو اور بڑھائے
دیتا ہون بیگم نے خوشامد کی کہ اور بڑھائے وہ خائف ہو گیا بیگم بیدار ہوئین تو سمجھین
کہ یہ یون ہی خواب و خیال ہے لیکن بوجہ بشریت کے دل مین دغدغہ رہا۔
جب نواب شجاع الدولہ کی عمر چالیس سال سے تجاوز کر گئی اور روہیلوں کی
مدد کے لیے رام گھاٹ کا سفر پیش آیا تو بیگم نے چاہا کہ کعبۃ اللہ کو چلی جائیں اور
وہان رہ جائین اگر کوئی حادثہ میٹے پر واقع ہو تو ایسے روز بد کو آنکھوں سے
نہ دیکھین اور نواب سے اس بات کی اجازت منگائی اُنھوں نے جواب مین لکھا
کہ غلام بھی زیارات کا ارادہ رکھتا ہے اگلے سال ہمرکاب چلے گا توقف فرمایئے
دوسرے سال روہیلوں سے لڑائی پیش ہوئی اگرچہ نواب کو فتح حاصل ہو گئی
مگر بیگم کے دل میں وسواس رہا اِسلیے لکھنؤ سے بسولی کو نواب کے لشکر مین چلی گئیں
اور اُنکے ساتھ ساتھ فیض آباد آئین نواب کے مرنے کے بعد پھر فیض آباد ہی مین رہیں
لیکن صرف دو مرتبہ لکھنؤ کو آصف الدولہ کی خاطر سے جانے کا اتفاق ہوا
وزیر علی خاں کی شادی سے واپس آنے کے بعد پھر کہیں جانا نہوا ہر سال
تین ماہ کے روزے رکھتی تھین اور موتی باغ کے عقب میں عالیشان مسجد اور
امام باڑہ بنوایا بارہ برس تک سہ ماہہ روزون کا معمول رہا ۲ ذیقعدہ
سنہ ۱۲۱۱ ہجری کو ظہر کی نماز مین مشغول تھین عین سجدے مین عالم جاودانی
کی راہ لی ستتر سال کی عمر پائی بنگلہ خراب شد (۱۲۱۰) تاریخ وفات ہے

مکان ابھی ناتمام تھا کہ شجاع الدولہ کا انتقال ہو گیا پھر اُنھون نے اپنی سکونت اسی باغ مین رکھی - چند چھوٹے چھوٹے ضلع جیسے علی گنج فیض آباد کے پاس اور راے گنج اودھ مین اور ضلع بھٹائی متصل سلون وغیرہ اپنے متعلقین کے لیے لیکر اُنکی آمدنی پر قانع تھین اور ہمیشہ عبادت و ریاضت مین بسر کرتی تھین اُنکے خواجہ سراؤن مین معزز آدمی یہ لوگ تھے محرم علی خان ناظر التفات علی خان جاوید علی خان - مطبوع علی خان - میان بہرہ یاب - سخن فہم - میان شفقت - میان دانا - میان بختاور - سرہوش عرف فراست علی وغیرہ اُنمین سے ہر ایک کے ساتھ رفیق و ندیم اور ملازمون کی جماعت حویلی کی محافظت کے لیے رہتی تھی جو پانسو آدمیون کے قریب تھے - اور اچھے اچھے حکیم اور امیرزادے جو دلّی کی تباہی کی وجہ سے نکل کھڑے ہوے تھے اُنکی سرکار سے معقول تنخواہین پاتے تھے - بیگم کی سرکار کا وتیرہ عہدِ عالمگیری اور نادرشاہی اُمرا کی وضع پر تھا - جب اُنکی سواری نکلتی تو جلو مین عمدہ عمدہ لباس پہنے ہوے خاص بردار ہوتے نشان اور نقارہ ہاتھیون پر آگے آگے چلتا اور سواری بھی آہستگی اور وقار کے ساتھ قدم بہ قدم چلتی -

فیض بخش کہتا ہے کہ ایسا سُننے مین آیا ہے کہ جب شجاع الدولہ اِنکے شکم مین تھے اور حمل چھ ماہ کا ہو چکا تھا تو بیگم نے خواب مین دیکھا کہ ایک شخص لکڑی کے تختے پر کچھ لکھ رہا ہے اُنھون نے اُسکا نام پوچھا اور یہ بھی دریافت کیا کہ تم کیا لکھ رہے ہو کاتب نے جواب دیا کہ تمھارے پیٹ مین بیٹا ہے اُسکی عمر مین جو کچھ واقعات اُس کو پیش آنیوالے ہین وہ قلم بند کر رہا ہون پھر بیگم نے پوچھا کہ اُسکی عمر کے سال کی لکھی ہے

آیا اور گورنر جنرل نے نواب آصف الدولہ کو تحریر کیا کہ ہم نے آپکی خواہش کے مطابق چیری صاحب کو لکھنؤ سے علحدہ کیا اب مناسب ہے کہ جھاؤلال کو آپ کسی کار روائی سلطنت میں مداخلت نہیں اُس کو معطل کردیں۔ مگر نواب وزیر نے جھاؤلال سے لطف و کرم کم نہ کیا اور جھاؤلال نے بہت کوشش کی اور منشی عبدالقادر کی معرفت مسٹر لیڈن رزیڈنٹ سے موافقت اور صفائی چاہی۔ مگر مسٹر چیری ایسی قباحتیں نہ لکھ گیا تھا جو رزیڈنٹ حال کے مزاج کی اصلاح ہوتی

تفضل حسین خاں کے نام عہدۂ سفارت کلکتہ قرار پایا۔ وہ کلکتے کی جانب روانہ ہوئے اور راجہ گوبند رام اگرچہ اس سفارت پر مامور تھا موقوف ہوا۔

## نواب آصف الدولہ کی دادی کا انتقال

شجاع الدولہ کی ماں نہایت عابدہ تقیں دین کے کاموں میں سر مو احتیاط کو ہاتھ سے نہیں دیتی تھیں۔ اگلے زمانے کے عابدوں کی جو باتیں کتابوں میں دیکھی ہیں وہ اس نیک بی بی میں جمع تھیں۔ حیا و عفت اور عدالت و سخاوت عرض کوئی ایسی صفت نہ ہوگی جو اُن میں موجود نہ ہو اور باوجود ان اوصاف کے طنطنہ شجاعت سے بھی خالی نہ تھیں حالانکہ عورتوں میں ایسی ہمت کہیں ہوتی ہے ان کی ہمت کے دفعات پہلے مذکور ہو چکے ہیں۔ اُنھوں نے اپنی سرکار کے لیے تیس آدمیں زمینداروں اور مالکوں سے زمین مول لی تھی۔ نواب شجاع الدولہ نے اُنکے لیے دریا کے کنارے پر ایک عمدہ مکان تیار کرانا شروع کیا تھا اس وجہ سے یہ موتی محل میں رہتی تھیں

دیا گیا جب ٹکیٹ راے نظروں سے گر گیا تو سرفراز الدولہ کے ذریعہ سے مسٹر چیری صاحب رزیڈنٹ سے میل جول اور سلسلہ جنبانی کی مگر کوئی بات سودمند نہوئی جسوقت راجہ ٹکیٹ راے نے پھر کاغذات درست کرکے پیش کیے تو سرفراز الدولہ اور رزیڈنٹ کی سفارش سے اُسکو دوبارہ دیوانی اور پیشکاری کا خلعت مرحمت ہوا۔ مگر نواب آصف الدولہ کا دل اُس سے اب بھی غبار آلودہ رہا۔ بلکہ سرفراز الدولہ کی طرف سے بھی مزاج مین کدورت آگئی۔ رزیڈنٹ نے نواب کو مشورہ دیا کہ بخشی گری کی خدمت سرفراز الدولہ کے فرزند کے نامزد ہونی بہتر ہے اور دیوانی کا تعلق راجہ ٹکیٹ راے سے مناسب ہے اور جھاؤ لال مصاحبت مین رہے اور باہم کوئی شخص کسی کے عہدے مین دست اندازی نکرے اور جھاؤ لال خزانے کے کام پر رہے۔ نواب وزیر نے سرفراز الدولہ سے کہا کہ تم ہمارے نائب ہو تم کو جھاؤ لال خیر خواہ پر نظر التفات لازم ہے اور ٹکیٹ راے بدخواہ کو موقوف کرنا مناسب ہے۔ مگر سرفراز الدولہ کو ٹکیٹ راے کا عزل منظور نہ تھا نواب وزیر نے کاغذات گذرانیدہ ٹکیٹ راے کو جعلی قرار دیا اور سرفراز الدولہ کے بیٹے کو کمسنی کے سبب سے یا تکدر خاطر کی وجہ سے بخشی گری نصیب نہوئی یہ خدمت مرزا جعفر کو ملی جھاؤ لال کو مرزا جعفر اور راجہ ٹکیٹ راے کا عزل منظور تھا۔ اس کارروائی کی وجہ سے نواب وزیر اور مسٹر چیری صاحب مین رنجش پیدا ہوگئی چیری صاحب ۱۲۰۸ہجری سے رزیڈنٹی لکھنؤ پر مقرر تھا۔ نواب نے سرجان شور صاحب گورنر جنرل کو چیری صاحب کے تبادلے کے لیے لکھا اُنھون نے اُس کو اودھ سے بنارس کو بدلدیا اور وہان محکمۂ اپیل کا حاکم اعلیٰ کردیا اور چیری صاحب کی جگہ مسٹر لمسڈن جو بنارس مین مقرر تھا ماہ ربیع الاول ۱۲۱۰ہجری مطابق ۱۷۹۵ء مقرر ہوکر

منگایا کہ اتنا زیادہ روپیہ مصارف بیجا میں رائگاں خرچ ہوتا ہے اگر اس کے عوض خزانے میں جمع ہو تو کسی ضرورت کے وقت کام آئے نواب وزیر اس مضمون سے تاڑ گئے کہ یہ آتش افروزی ٹکیت اے کی ہے ورنہ انگریز کچھ ہمارے ناصح نہیں ہیں حرج سے ٹکیت رائے نواب کی نظروں سے گر گیا اور اُس کے معزول کرنے پر آمادہ ہوئے ۱۲۰۱ہجری میں ٹکیت رائے نے ایک فرد مہاجان شہر کے قرضے کی تعدادی چہتر لاکھ روپیہ فاضلات کی خزانچی سے لکھوا کر نواب کے ملاحظے میں گذرانی اور عرض کیا کہ اس کا سود باعث نقصان سرکار ہے چونکہ نواب وزیر کو توجہ کاغذات کی جانب بہت کم تھی دیکھ کر نہایت برافروختہ ہوئے اور غصے میں آکر راجہ جھاؤلال کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ جب تک حیدر بیگ خاں زندہ رہا ہمکو حساب وکتاب کی تکلیف نہیں دی جبکہ ہم بذات خاص متوجہ اس کام کی طرف ہوں تو یہ کارپرداز لوگ جو لاکھوں روپیہ اپنے حقوق کا لیتے ہیں محض بیکار ہیں یہ سن کر پہلے جھاؤلال خاموش رہا جب دوبارہ نواب وزیر نے ارشاد فرمایا اُسوقت جھاؤلال نے عرض کیا کہ راجہ ٹکیت رائے شہر کے مہاجنوں سے سازش رکھتا ہے اور دیکھنا تھا جو خزانے کا داروغہ ہے وہ ٹکیت رائے کا بھائی ہے اور اُس کو آج اس قدر مقدرت حاصل ہے کہ چاہے تو چاندی کی عمارت تعمیر کرے اور یہ سب دولت حضور کی بدولت ہے۔ نواب آصف الدولہ نے جھاؤلال کو حکم دیا کہ مہاجنوں کو اپنی حویلی میں یا راجہ بھولناتھ کے مکان میں ملاکرات جیت کرے اور رائے الک رام ایس محاسبہ کا ہو۔ غرض بہت سی تفتیش وتحقیق کے بعد جب فیصلہ بالکل رام کل گیا۔ لاکھ روپیہ مہاجنوں کا نکلا باقی سب حساب مصنوعی تھا اس جرم میں بیجا تم خزانچی کے عہدے سے علیحدہ ہوا اور یہ کام بھولناتھ کو

وہ نزاع بذریعہ مصالحت کے طے پائی جس کے بموجب نواب نصیر جنگ جو اُس وقت ۱۳ یا ۱۴ برس کا تھا بنگرانی امین الدولہ جانشین ہوا اور یہ شرط ہوئی کہ نواب کو پچاس ہزار روپیہ سالانہ ملنا چاہیے اور دوسرے معاملات مین امین الدولہ اختیار تام رکھے اور مظفر جنگ کے بڑے بیٹے پر جُرم زہر خورانی ثابت ہوا۔

## سرفرازالدولہ اور راجہ ٹکیت راے سے نواب کی ناموافقت ہونا جھاؤلال کو سلطنت کے کامون مین مداخلت کرنے سے انگریزون کی طرف سے ممانعت ہوجانا چیری صاحب کا عہدۂ رزیڈنٹی سے تبادلہ علامہ تفضل حسین خان کا عہدۂ سفارت کلکتہ پر مقرر ہونا

ریاست اودھ کا حال روز بروز بدتر ہوتا جاتا تھا۔ گورنمنٹ انگریزی کا زر موعود قرض سے ادا ہوتا تھا اگر کوئی پُرانا قرض ادا ہوتا تھا تو اُس کے لیے نیا قرض لیا جاتا تھا آمدنی مُلک سے نہین ادا ہوتا تھا۔ اِس لیے سود پر سود بڑھتا جاتا تھا۔ حیدر بیگ خان کی رحلت کے بعد سرفرازالدولہ اور راجہ ٹکیت راے کلکتے کو گئے تھے اور جو روپیہ سرکار کمپنی کا نواب وزیر کے ذمے قسطون کی رو سے تھا اُسکی وجہ سے سود مین تیس لاکھ روپیہ سالانہ دینا قرار پایا تھا۔ اُن روپون کا تقاضا اہل شہر اور عاملون سے رہتا تھا۔ آخر کار ٹکیت راے نے نواب آصف الدولہ کے کثرت مصارف کی شکایت لکھ کر گورنر جنرل کا خط نواب وزیر کے نام اس مضمون کا

لہ دیکھو طلسم ہند ۱۲

حفظ و حراست کرے اور ساڑھے چار لاکھ روپیہ سالانہ مظفر جنگ آصف الدولہ کو
دیا کرے سلہ اپنے عہد ریاست کے اخیر حصے میں نواب مظفر جنگ نے ساڑھے چار لاکھ روپیہ
خراج کی تخفیف لکھنؤ سے حاصل کرنے میں بہت کوشش کی اگرچہ وہ بذات خود
ایک مرتبہ وہاں گیا لیکن اُسکی کوشش نے کچھ فائدہ نہیں اُٹھایا۔ وہ اس شخص
کے ہاتھ سے بچ گیا جسکو وہ یقین کرتا تھا کہ آصف الدولہ نے روپیہ دیکر اُسکے قتل پر
آمادہ کیا تھا۔ ایک شخص بھاگو خاں نامی نے اس مشکل میں اُسکی جان بچائی تھی۔
نواب مظفر جنگ نے ۳۸ برس کی عمر میں ایک خفیف علالت کے بعد ۲۲ اکتوبر ۱۷۹۶ء
کو انتقال کیا زہر دینے کا شبہ کیا گیا۔ نواب آصف الدولہ اور مسٹر لیڈن رزیڈنٹ
لکھنؤ اس معاملے کی تحقیقات کرنے اور جانشین تجویز کرنے کے لیے فرخ آباد میں گئے
جھاؤلال نے چاہا کہ فرخ آباد میں بھی آتش فتنہ مشتعل ہو۔ نواب وزیر کا مزاج
اس راہ پر لایا کہ مظفر جنگ کے بڑے بیٹے رستم علیخان نے اپنے باپ کو زہر دے کر
ہلاک کیا ہے مسند نشینی کے لائق نہیں مناسب یہ ہے کہ اُسکی جگہ دوسرا بیٹا امداد حسین
نصیر جنگ جو عاشق محل کے بطن سے تھا مسند نشین کیا جائے اور خداوند خاں نائب
بنایا جائے۔ جب افاغنہ مئو و شمس آباد نے جو شریک دولت فرخ آباد تھے یہ خبر سنی
تو اُنھوں نے نواب وزیر کی مداخلت خلاف سمجھ کر مفسدہ برپا کیا آخر وہ جماعت
جو خداوند خاں کی مطیع تھی راجہ جھاؤلال کی پاسداری کی وجہ سے مستعد مقابلہ
ہوئی دوسری طرف سے اُمراؤ بیگم بہلی روجہ نے مددگاری اپنے بھائی امین الدولہ
کے اپنے بھتیجے دلاور جنگ پسر امین الدولہ کو جو اُس کا متبنے تھا تاسیس کیا فریقین مقابل
نے نواب آصف الدولہ کی توجہ اور مہربانی حاصل کرنے کی کوشش کی آخر ش

مین کام آئے تھے چنانچہ کرنیل برنگٹن کی مہم کو چالیس ہزار روپے دیے۔

## نواب مظفر جنگ والی فرخ آباد اور اُسکے ساتھ سلطنت اودھ کے معاملات۔ مظفر جنگ کی وفات ہونا اور اُس کا جانشین مقرر کرنے کے لیے آصف الدولہ کا فرخ آباد کو جانا

نواب مظفر جنگ ایک کمزور اور ناتجربہ کار جوان آدمی تھا اُسکے ملک مین سے الماس علی خان عامل نواب وزیر نے قصبہ دھرہرہ کو ایک غیر کافی خراج پر لے لیا تھا۔ پرگنۂ حافظ مئو اور سوج ہمیشہ تاراج ہوتے رہے فتح گڑھ کے قریب گھاٹ اُترنے کے محصول کو نواب وزیر کے افسرون نے زبردستی لے لیا تھا۔ فرخ آباد ویران ہو گیا وہان پر کوئی مستقل حکومت کئی برسون تک نہین رہی۔ نواب آصف الدولہ اور اُنکے نائب اور لکھنؤ اور فرخ آباد کے رزیڈنٹون اور فتح گڑھ کے کمپو کے حاکمون اور نواب مظفر جنگ اور اُسکے بیس نائبون نے باری باری سے دست اندازی کی۔ اِس نواب کی بھی سرکار کمپنی مدت سے سرپرستی کرتی تھی اور نواب اودھ کی دست برد سے بچاتی تھی۔ اِس نواب کا ملک طول مین ۱۵۰ میل اور عرض مین ۵۰ میل تھا اور سارے مُلک کی آمدنی ساڑھے دس لاکھ روپیہ کی تھی۔ انگلش گورنمنٹ نے مظفر جنگ اور آصف الدولہ کے درمیان ۱۷۸۶ء مین یہ عہد و پیمان کرا دیے تھے کہ نواب فرخ آباد اُس قدر سپاہ رکھے جو ریاست کے کامون کو کر سکے اور نواب اودھ ایک پلٹن اپنی سپاہ کی فرخ آباد مین ہمیشہ رکھین جو نواب فرخ آباد اور ملک کی

کے بیٹے کیس ہزار روپیہ سالانہ اور محمد اکبر خاں پسر حافظ رحمت خاں کے لیے چھ ہزار روپیہ سالانہ اور بیگمات کے مصارف کے لیے آٹھ ہزار روپیہ سالانہ اور نواب سید غلام محمد خان کے بیٹوں کے لیے اٹھارہ ہزار روپیہ سالانہ ۔ مجموعی تعداد ان مصارف کی چار لاکھ روپیہ سالانہ ہوئی باقی آمدنی سپاہ کے خرچ کے لیے مقرر کی اور اُس کے مطابق سند خرچ تیار ہو کر صاحبزادہ سید نصراللہ خان کو دربار میں دیدیا گیا۔ ۹ جمادی الآخر ۱۲۰۹ ہجری کو نواب آصف الدولہ مع فوج انگریزی کے اودھ کو چلے گئے اور نواب سید احمد علی خاں اور اُن کے اہل خاندان و امرا فوج رام پور کو روانہ ہو گئے۔ ۱۸ جمادی الآخر کو نواب لکھنؤ میں داخل ہوے۔ جشن نواب کا داخلہ لکھنؤ میں ہوا تمام چوک اور دو کانیں دورویہ کمال حسن و خوبی سے نقش و نگار کے ساتھ آراستہ کی گئی تھیں۔ تمامی اور کمخواب کے تھان دوکانوں میں بچھائے گئے اور پری پیکر رنڈیاں سر سے پاؤں تک زیور اور گران بہا پوشاکوں سے آراستہ ہو کر چھتوں پر کمروں میں جلوہ گر تھیں اور تماشائیوں کا کوچہ و بازار میں ہجوم تھا۔ نواب نے روپے اور اشرفیاں محتاجوں اور اہل نشاط کو بخشیں۔ ناسخ نے آصف الدولہ کی فتحیابی کی تاریخ اس طرح موزوں کی ہے ؎

مژدہ اے ناسخ کہ با اقبال و جاہ ۔۔۔ بر عدو نواب آصف فتحیافت
از پئے تاریخ این فتح مبین ۔۔۔ ہاں بگو نواب آصف فتحیافت ؎

تاریخ شاہیہ میں لکھا ہے کہ نواب جس قدر خزانہ رام پور سے لائے بہت سا روپیہ اُن انگریزوں کے عیال و اطفال کو بخش دیا۔

## نواب آصف الدولہ کا نواب سید احمد علی خان اور اُن کے اُمرا کو خلعت عطا کرنا اور ریاست رامپور کی آمدنی کے مصارف مقرر کردینا بعد اس کے آصف الدولہ کا اودھ کو روانہ ہوجانا

معظم کہتا ہے کہ نواب آصف الدولہ نے ۵ جمادی الاخرے ۱۲۰۹ھ ہجری کو اپنے دربار مین نواب سید احمد علی خان کو طلب کرکے ایک خلعت عطا کیا جس مین ایک زرین دستار اور ایک ٹوپی اور ایک سرپیچ اور کلغی اور موتیون کی مالا اور سپر اور تیغ تھی اور ایک گھوڑا اور ایک ہاتھی اور پالکی بھی دی۔ جب نواب سید احمد علی خان خلعت پہن چکے تو ایک خلعت اُنکے نائب سید نصر اللہ خان کو دیا۔ پھر ریاست رامپور کے بائیس ارکان دولت کو طلب کرکے اُنکو بائیس خلعت عطا کیے۔ اور نواب سید فیض اللہ خان کے بیٹون کو بھی خلعت مرحمت کیے نواب آصف الدولہ نے آمدنی ریاست مین خرچ کا سالانہ اس طرح انتظام کیا کہ نواب سید احمد علی خان کی ذات خاص کے سالانہ مصارف کے لیے ایک لاکھ روپیہ سید نصر اللہ خان کے لیے سالانہ ساٹھ ہزار روپیہ۔ سید حسن علی خان و سید فتح علی خان و سید نظام علی خان ابناے نواب سید فیض اللہ خان کے لیے سالانہ بہتر ہزار روپیہ اور سید یعقوب علیخان و سید قاسم علی خان و سید کریم اللہ خان ابناے نواب سید فیض اللہ خان کے لیے سالانہ ساٹھ ہزار روپیہ اور سید احمد یار خان بن محمد یار خان پسر نواب سید علی محمد خان اور سید مصطفٰے خان بن سید الہ یار خان خلف نواب سید علی محمد خان

آصف الدولہ نے رامپور کے قریب پہونچکر احیت پور میں مقام کیا اور دوسرے روز سوار ہو کر رامپور کی سیر کو نکلے کوچہ و بازار میں پھرے کئی ہزار روپیہ مساکین کو دیا۔ جب سید نصر اللہ خاں کے ڈیرے کے پاس پہونچے تو اُنھوں نے ایک ہزار اشرفیاں نذر کیں اور وزیر اُنکے ڈیرے میں داخل ہوئے بعد اسکے آصف الدولہ اور انگریز تمام فوج کے ساتھ ۲۵ جمادی الاولے کو بریلی کی طرف چلے گئے۔ جب دونوں لشکر سرحد رامپور سے نکل گئے تو تمام پٹھان رامپور میں آکر اپنے اپنے گھروں میں آباد ہوئے۔ حامداں ریاست رامپور اور نواب سید احمد علیخان اور سید نصر اللہ خاں آصف الدولہ کے ساتھ بریلی کو چلے گئے۔ وہاں جمادی الآخر ۱۲۰۹ سنہ ہجری مطابق ۳ دسمبر ۱۷۹۴ء کو تفصیلی عہدناموں کی تکمیل ہوئی۔ مگر اِن عہدناموں میں عہدنامہ تمہیدی کی اتنی مخالفت کی گئی کہ اس میں تو خزانہ نواب سید فیض اللہ خان مرحوم کا کمپنی کے پاس امانۃً رکھا گیا تھا اور اب یہ شرط لکھی گئی کہ کمپنی نے یہ سارا خزانہ نواب آصف الدولہ کو بطور جرمانہ بابت ریاست رامپور کے اور بعوض کل حقوق ضبطی وغیرہ مال و اسباب نواب سید فیض اللہ خان اور نواب سید محمد علی خاں کے دیدیا۔ جبکہ نواب سید فیض اللہ خان کے بیٹوں نے یہ دیکھا کہ سید نصر اللہ خاں صاحب نائب ہوگئے تو انگریزوں سے کہا کہ ہماری تنخواہ کا تصفیہ کر دینا چاہیے تاکہ سید نصر اللہ خان پھر تعامل نہ کریں اس لیے اُنکی تنخواہیں بھی عہدنامے میں داخل کر دی گئیں اور نواب سید فیض اللہ خاں نے جس قدر تنخواہ اپنے بیٹوں کی مقرر کی تھی نواب آصف الدولہ نے اس سے زیادہ اُنکے درماہے مقرر کیے۔

دوسری تحقیقات کے مطابق رقبہ اس کا ½ ۹۲ میل مربع معلوم ہوتا ہے
اِس ریاست کی آمدنی دس لاکھ روپیہ سالانہ اُس وقت مین قرار دیکر نواب
سید احمد علی خان کے لیے مقرر کی تھی ۱۲۸۸ھ ہجری مین ریاست رامپور چودہ لاکھ
پچھتر ہزار روپے کی قرار پاکر نواب سید فیض اللہ خان بہادر کو عہدنامۂ لال ڈانگ[۱]
کے مطابق تفویض ہوئی تھی۔ اُنکے حسن انتظام سے آمدنی اسکی بائیس لاکھ روپے
سالانہ کو پہونچ گئی تھی، تو اِس حساب سے اصل ریاست مین سے بارہ لاکھ روپے
سالانہ کی آمدنی کا ملک کٹ گیا اور اس کاٹے ہوے ملک کی تحصیل کا سزاول نواب وزیر
کی طرف سے عطا بیگ خان عرف مرزا کلن جو پہلے اعظم گڑھ کا حاکم تھا فوج شائستہ
کے ساتھ مقرر ہوا جب یہ عہدنامہ تمہیدی تحریر ہو چکا تو صاحبزادۂ سید نصر اللہ خان
روہیلون کے لشکر مین گئے اور تین لاکھ اکیس[۲] ہزار اشرفیہاے سکہ ٹیپو بارہ چھکڑون
مین لدوا کر انگریزی لشکر مین پہنچا دین اور چیری صاحب رزیڈنٹ کے سپرد کر دین
جو انگریزی کمپنی کی جانب سے عہدنامے کی تکمیل کا ضامن تھا۔ نواب آصف الدولہ
نے نواب سید فیض اللہ خان کے دیوان ٹلو طارام کو رامپور سے بلوا کر اُنکے خزانے
کا سب حساب سمجھا اُسنے جمع خرچ پورا سمجھایا اور دیوان سے ملک کی نکاسی کا حساب
لیا گیا تو بائیس لاکھ روپے سے زائد آمدنی پائی گئی۔ بعد اس کے آصف الدولہ
مع لشکر ذاتی و انگریزی دامن کوہ سے کوچ کر کے رامپور کی طرف روانہ ہوے
بعد اسکے پٹھانون کی سپاہ اپنے مورچون سے نکلی اور صاحبزادۂ سید نصر اللہ خان
روہیلون کے لشکر کو حضرت نگر مین چھوڑ کر آصف الدولہ کے لشکر مین شریک ہو گئے

[۱] دیکھو جنگ نامۂ معظم ۱۲

اس مشورے کے بعد روہیلوں نے انگریزوں کو کہلا بھیجا کہ ہمکو آپکے حکم کی تعمیل منظور ہے اور ہماری خواہش یہ ہے کہ مختار و نائب ریاست نواب سید نصراللہ خاں مقرر کیے جائیں۔ آپنے جو زبانی پیام دیا ہے اُس مضمون کو تحریر کرکے اور پختگی اُسکی قسم سے فرماکے بھیجدیجیے تو ہم سارا خزانہ بھی آپکے پاس بھیجدیں اور اطاعت کو حاضر ہو جائیں۔ انگریزوں نے روہیلوں کی درخواست کے موجب یہ مضمون لکھا دوسرے روز صاحبزادہ سید نصراللہ خاں عہدنامے کی تکمیل کیلیے انگریزوں کے پاس چلے آئے۔ نواب آصف الدولہ نے نواب سید احمد علی خاں اور اُنکی والدہ کو بھی رامپور سے لشکر میں طلب کرلیا تھا۔ بیگم نے بھی یہی خواہش ظاہر کی کہ نواب سید احمد علی خاں کے نائب سید نصراللہ خان مقرر کیے جائیں چنانچہ موضع ٹیٹہ کے گھاٹ میں ۵ جمادی الاولی ۱۲۰۹ھ ہجری کو عہدنامہ تحریر ہوا اس عہدنامے کی رو سے یہ قرار پایا کہ جو کچھ خزانہ خاندان نواب سید فیض اللہ خان مرحوم کا ہوگا فوج روہیلہ اُسکو امانتہً کمپنی کے حوالے کردیگی اور بعد حوالے ہوجانے خزانہ کے نواب آصف الدولہ اور انگریزی کمپنی کی فوجین یہاں سے روانہ ہوں گی اور فوج روہیلہ منتشر اور متفرق ہوکر جہاں چاہے گی چلی جائے گی اور نواب سید احمد علی خان کے ۲۱ سال کی عمر کو پہونچنے تک سید نصراللہ خان بطور منصرم ریاست اور محافظ سید احمد علیخان کے مقرر رہینگے۔

نواب سید احمد علی خان کو جس قدر ریاست دی گئی طول مین زیادہ سے زیادہ ۸۰.۵ میل اور عرض مین زیادہ سے زیادہ ۴۳ میل ہے کل رقبہ اس ریاست کا دیہی کاغذات کی رو سے ۸۹۹.۲ میل مربع ہے۔ لیکن

کے دبانے کے لیے اُنکے مورچون کی طرف بڑھا۔ اُدھر سے پٹھان بھی مقابل ہوے
بندوقین مارنے لگے چونکہ روہیلے ایسے موقع پر پناہ گزین تھے کہ انگریزون
کی طرف سے اُنکو کوئی نقصان نہین پہونچ سکتا تھا اسلیے اُن کا کوئی آدمی
کام نہ آیا اور انگریزی فوج کے بہت سے آدمی مقتول و مجروح ہوے۔ اگرچہ
بڑے بڑے افسران روہیلہ کی یہ مرضی نہ تھی کہ جنگ جاری رکھی جائے مگر سپاہ
برابر لڑتی رہی کہ اثناے جنگ مین انگریزون کی طرف سفید جھنڈی جنگ
بند کردینے کی علامت کے لیے ہلائی گئی۔ بعد اسکے انگریزون کی طرف سے
ایک ایلچی اِس مضمون کا خط لیکر روہیلون کے پاس گیا کہ یہ صورت اچھی نہین
سب اعزہ و اقارب تمھارے رامپور مین موجود ہین مخالفت کے ترک نکرنے کی
صورت مین اُنکے واسطے بہت بُرا ہے اسلیے بہتر یہ ہے کہ لڑائی کو موقوف کرکے
نواب کا خزانہ یہان بھیجدو۔ نواب سید احمد علی خان کو مسند نشین ریاست
کیا جائے گا اور جسکو تم نائب تجویز کروگے اُسے نائب و مختار ریاست بنایا جایگا۔
اِس تحریر کو دیکھ کر تمام سرداران روہیلہ جمع ہوے اور مشورہ کیا کہ نواب سید
غلام محمد خان مخالف کے قبضے مین آگئے اُن کا رہا ہونا معلوم۔ دو مہینے سے
ہم یہان محصور ہین ہر طرح کی تکلیف اُٹھا رہے ہین اور پہاڑ کی آب و ہوا نہایت
خراب ہے بہت سے آدمی تپ و لرزہ اور اسہال کی بیماری مین مبتلا ہین قوم
اور طاقت کو بیحد نقصان پہونچ رہا ہے اگر دشمن دباتا ہوا ہمارے مورچون مین
گھُس آیا تو تمام عزت و ناموس برباد ہو جائے گی بہتر یہ ہے کہ انگریزون کے حکم کی
تعمیل کی جائے اور صاحبزادہ سید نصر اللہ خان کی نیابت کے لیے استدعا کی جائے۔

کیے جائیںگے البتہ نائب کا تقرر تمہاری مرضی کے مطابق ہوگا جسکو تم منظور کروگے
ہم اُسکو مقرر کر دینگے جو لوگ نواب سید غلام محمد خاں کے ہوا خواہ تھے اُنھوں نے
اِس طرح صلح ناپسند کی اور انگریزی فوج کو تیر و بندوق سے تنگ کرنے لگے
انگریزوں کے ان یہ مشورہ قرار پایا کہ جب تک نواب سید غلام محمد خان یہاں
موجود رہینگے روہیلے اپنی ہٹ سے باز نہ آئینگے اور صلح کی طرف کبھی مائل ہونگے
اسلیے جمعہ کی شب کو آدھی رات کے وقت اُن کو ہاتھی پر بٹھا کر بہت سے سواروں
کی حراست مین بنارس کی طرف بھیجدیا چند مدت کے بعد نواب صاحب نے بنارس میں
اپنے اہل و عیال و اطفال و اعزہ و اقربا کو چھوڑ کر اور انگریزوں سے
یہ اقرار کرکے کہ رام پور کو نہ جاوینگے حج کعبۃ اللہ کا عزم کیا۔ ۲۶ شوال ۱۲۰۹ھ ہجری
کو ٹیٹے کی طرف چلے گئے اور کچھ دنون وہاں رہ کر جہاز مین بیٹھنے کے لیے کلکتے
کی طرف کوچ کیا اور حج بیت اللہ سے فارغ ہو کر ماہ رجب ۱۲۱۲ھ ہجری مین
کابل پہونچے اور وفادار خاں کے ذریعہ سے زماں شاہ نبیرۂ احمد شاہ ابدالی
کی ملازمت سے مشرف ہوے خلعت فاخرہ اور ناصر الملک مخلص الدولہ
مستعد جنگ بہادر خطاب پایا۔ یہ واقعہ ۲۲ شعبان ۱۲۱۲ھ ہجری کا ہے[۲]۔

## روہیلون کے ساتھ مصالحت ہوجانا

نواب سید غلام محمد خاں کی روانگی کے بعد لشکر انگریزی اور آصفی روہیلون

[۱] تاریخ مظفری میں اسی طرح لکھا ہے۔ اخبار الصنادید میں شوال کی جگہ شعبان سہو القلم سے لکھ گیا
ہے ۱۲ مسہ [۲] دیکھو واقعات درانی ۱۲

کو خط لکھے کہ تم یہان چلے آؤ تمھارے قصور معاف کیے گئے جب نواب صاحب کو یہ حال معلوم ہوا کہ انگریز میرے لشکر مین تفرقہ پردازی کی فکر کر رہے ہین اور اُنھون نے میرے افسرون کو خط بھیجے ہین تو اُنھون نے عہدہ دارون سے وہ خط طلب کیے جو دل سے خیرخواہ تھے اُنھون نے تو پیش کر دیے رمنافقون نے نہ دکھلائے خط کے آنے سے انکار محض کیا نواب نے دل مین خیال کیا کہ دشمن تو صلح پر آمادہ ہے اور بعض ظاہری دوست دغا و فریب کی فکر مین ہین اس لیے یہ مناسب سمجھا کہ مخالف کے لشکر مین چلا جانا چاہیے علاوہ اسکے رسد کی بھی کمی ظاہر ہونے لگی تھی پس نواب صاحب نے اول صید خان کو انگریزی لشکر کے سپہ سالار کے پاس بھیجا تاکہ اُمور صلح طے ہو جائین۔ جرنیل صاحب نے نواب صاحب کی حفاظت جان کی ذمہ داری کی ملک دینے کی نسبت کوئی عہد و پیمان نہین کیا اور قرار پایا کہ اسکاٹ صاحب اور چیری صاحب نواب صاحب کو لانے کے لیے بھیجے جائین اور ایک اقرار نامہ جرنیل صاحب کی طرف سے لکھا گیا اور وہ مہرون سے مکمل ہو کر صید خان کو دیا جو اُسے نواب صاحب کے پاس لے گیا۔ نواب سید غلام محمد خان نے اپنے عزیز و اقارب کو جمع کر کے کہا کہ میری جگہ صاحبزادہ سید نصر اللہ خان کو سمجھنا چاہیے مین انگریزی لشکر مین جاتا ہون خیر اندیش افسرون نے اُن کے اس ارادے کو ناپسند کیا اور مشورہ دیا کہ آپکے وہان جانے مین اندیشہ ہے۔ اس عرصے مین اسکاٹ صاحب نواب صاحب کے پاس پہونچ گیا اور چیری صاحب بن سے باہر کھڑا رہا۔ نواب صاحب اسکاٹ صاحب کے ساتھ روانگی کو طیار ہوے عمر خان بڑموچھے اور نواب صاحب کے چھوٹے بھائی کرم اللہ خان ساتھ ہوے سپاہ نے اصرار کے ساتھ روکا لیکن نواب

جھاؤلال گفتگو کے لیے مقرر ہوا۔ جھاؤلال نے نواب سید غلام محمد خان کے پیغام مصالحت کے جواب میں آصف الدولہ کی طرف سے امن دینے کا وعدہ تو کیا لیکن ریاست پر قائم رکھنے کا کوئی صریح وعدہ نہیں کیا۔ صاحزادہ سید نصراللہ خان واپس آئے اور اُس سے نواب سید غلام محمد خانصاحب یہ ناتمام جواب پاکر امید برآری سے مایوس ہوے اور اب اُنھوں نے مقابلہ جاری رکھنے کے خیال سے سپاہ کو اشرفیاں تقسیم کین اور رسد حاصل کرنے کا یہ انتظام کیا کہ راجۂ کوہستان کے پاس اپنا ایک ایلچی بھیجکر اُس سے استدعا کی کہ وہ بیوپاریوں کو حکم دیدے کہ وہ اُنکے لشکر میں رسد پہونچاتے رہیں۔ راجہ نے اُنکی استدعا پر روہیلون کے لشکر میں رسد پہونچانے کا حکم جاری کردیا اور بہت سا غلہ پٹھانوں کے مورچون میں آگیا۔ آصف الدولہ نے جب یہ دیکھا کہ روہیلے قابو مین نہیں آتے تو ایک روز رات کے وقت انگریزون سے مشورہ کرکے یہ تجویز کیا کہ یہان سے فوج کو آگے بڑھانا چاہیے تاکہ پٹھانوں پر رعب پڑے اور صلح کی طرف مائل ہوں چنانچہ ٹیٹے سے فوج آگے بڑھائی گئی اور پہاڑ کے تلے تک اُن کا تعاقب کیا گیا انگریزی فوج نواب آصف الدولہ کی سپاہ کے آگے تھی۔ انگریزی فوج کے آگے بڑھنے سے پٹھانوں کی سپاہ مین کوئی ہراس پیدا نہوئی۔ بلکہ انگریزی لشکر میں ہمیشہ اس بات کا خوف رہتا تھا کہ پٹھان توپون پر کوئی حملہ نہ کربیٹھیں یا شب خون ماریں اور جاڑا بخار بھی شدت سے انگریزی سپاہ میں پیدا ہوگیا تھا۔

نواب سید غلام محمد خان نے اُس مقام دشوار گذار کو ایسا حصار بنایا تھا کہ انگریزی فوج سے سر نہوسکا۔ تو ناچار انگریزون نے اُس کی فوج کے سردارون

دونون فوجون نے رامپور کی طرف کوچ کیا جب یہ لشکر رامپور کے قریب پہونچا تو جھاؤلال نے آصف الدولہ کے حکم سے شہر کی محافظت کے لیے ایک پلٹن مقرر کردی تاکہ کوئی شخص سپاہ انگریزی یا آصفی کا رامپور مین گھسکر کسی کو لوٹنے کھسوٹنے نہ پائے اور حکم سُنا دیا گیا کہ کوئی لشکری شہر مین نہ جائے نواب آصف الدولہ نے کوسی کے کنارے مقام کیا اور یہان دو دن دو رات قیام کرکے تیسرے دن نواب سید غلام محمد خان کے تعاقب مین کوچ کیا یہ فوجین ریٹھر تک پہونچین اور میدان ٹپّہ مین ٹھہرین۔ مولوی غلام جیلانی رفعت درمنظوم مین کہتے ہین۔

وزانجا دو واسپہ بہ ریٹھر رسید　　　بمیدان ٹپّہ بکین آرمید

مگر روہیلون نے آصف الدولہ کے قریب پہونچنے کی خبر سُن کر ٹپّے کو پہلے ہی لوٹ کھسوٹ کر تباہ کردیا تھا۔ انگریزی فوج نے روہیلون پر بہت کچھ گولہ باری کی مگر اُنکے مورچے ایسے محفوظ تھے کہ وہان مطلق نقصان کا اثر نہوا۔ جبکہ متفقہ فوجون سے پٹھانون کے مورچے مسخر نہ ہوسکے تو انگریزون نے نواب سید غلام محمد خان کو تحریر کیا کہ آپ ہمارے پاس چلے آئیے اور صلح کرلیجیے نواب نے جواب دیا کہ مجکو پہلے سے صلح کاخیال تھا۔ آپکی جانب سے لڑائی کی ابتدا ہوئی تو ناچار مجکو بھی مقابلہ کرنا پڑا۔ اگر آپ عہد وپیمان کرلین تو مین آپکے پاس چلا آؤن انگریزون نے اس تحریر کا یہ جواب دیا کہ آپ بے کھٹکے چلے آئین یہان آنے کے بعد سب امور متنازعہ فیصل ہوجائینگے۔ نواب صاحب نے اس امر کے استحکام اور صلح کی پختگی کی غرض سے صاحبزادہ سید نصراللہ خان بن نواب سید عبداللہ خان خلف نواب سید علی محمد خان کو سفارت پر انگریزی کیمپ مین روانہ کیا اور نواب آصف الدولہ کی طرف سے

نجو خاں اور بلند خاں کے سر کاٹ کر آصف الدولہ کے پاس لے گئے جو کٹرے سے بریلی کو روانہ ہو چکے تھے لاہی کھیڑے کے پل کے پاس سواری پہونچی تھی کہ تینوں دوریوں سرلے کر پہونچا اور نواب کو دکھائے اور وہاں سے واپس لاکر فتح گنج کھیڑے میں دفن کیے گئے۔ آصف الدولہ نے بریلی کے باہر قیام کیا اور جنرل ارکین کو کہلا بھیجا کہ آپ ہمارے پہونچنے تک آگے کو نہ بڑھیں جب نواب آصف الدولہ کا گذر میدان جنگ میں ہوا اور پٹھانوں کی لاشیں پڑی دیکھیں تو راجہ جھاؤ لال کو حکم دیا کہ جتنے مقتول اس میدان مین پڑے ہین اُن کی لاشیں دفن کرا دینی چاہیئں چنانچہ بہادر علی اس خدمت پر متعین کیا گیا اس نے کشتوں کو جمع کرا کے دفن کر دیا[۱] اور زخمیوں کو چنوا کر مرہم پٹی کے لیے جراح مقرر کیے جب وہ تندرست ہو گئے تو ہر ایک کو مکان تک پہونچ جانے کے لیے خرچ دے کر روانہ کیا[۲]۔

## انگریزی اور آصفی فوجوں کا روہیلوں کے تعاقب مین دامن کوہ کی طرف جانا اور نواب سید غلام محمد خان صاحب کا مجبور ہو کر اپنے آپ کو انگریزون کے حوالے کر دینا۔ آخر کار انگریزون کی اجازت سے بیت اللہ کو جانا

آصف الدولہ بریلی سے کوچ کر کے میر گنج مین انگریزی دوج سے آملے یہان سے

---

[۱] دیکھو آصف نامہ ۱۲

[۲] دیکھو تاریخ مظفری ۱۲

ہے یہی ثابت ہوتا ہے اُسکی نظم یہ ہے

رہ دامن کوہ را بر گرفت — در فتح چون آن مظفر گرفت
نخستین مقامے بہ ریٹر نمود — کہ یک جا شود لشکر جنگ سود
بدھارا کہ در پائے آن درہ بود — دم تیغ او برق کین سے نمود
گرفتند آن درہ از مور جل — کہ تا نا ید از خصم سیل خلل

اور عباس علی خان متخلص بہ عباس ولد زیارت خان نے اپنے سوانح مین لکھا ہے کہ مین نے لاہور مین یہ خبر سُنی تھی کہ نواب سید غلام محمد خان نے کوہ چلکیا مین پناہ لی تھی۔

سر رابرٹ ابر کرمبی نے روہیلون کا دوجوڑا تک تعاقب کیا اس کے بعد مقتولون کی لاشین گاڑنے کے واسطے جنرل مذکور کو ایک روز وہان قیام کرنا پڑا اور زخمی بریلی کو بھیجدیے گئے۔ اب لشکر آصف الدولہ کا حال سُنیے جو تلہر مین مقیم تھا کہ جس وقت میدان جنگ مین لڑائی بگڑ گئی اور آصف الدولہ کے پاس اس بات کی خبر پہونچی تو اُنھون نے عبدالرحمن خان قندھاری اور الماس خان کے رسالون کو کرنیل مارٹین کے ساتھ روانہ کیا اور اُن کے عقب سے نواب آصف الدولہ خود سوار ہوے اور جھاؤلال کو حکم دیا کہ میدان جنگ سے جو خبرین موصول ہون وہ ہم کو ہر وقت پہونچتی رہین نواب وزیر ابھی کٹرہ کمال زئی خان مین پہونچے تھے کہ آدھی رات کے وقت خبر ملی کہ نواب سید غلام محمد خان کو شکست ہوئی فتح کی توپین چھوٹنے لگین جھاؤلال کو خلعت مرحمت ہوا انگریزی فوج اپنے مقتولون کی لاشین دفنانے سے فارغ ہو کر میر گنج کو چلی گئی اور شمبوناتھ حاکم بریلی کے ملازم

نواب کے ہمراہ کھڑا تھا اور نواب سید محمد علی خاں مقتول کا سمدھی تھا یہ نواب سید غلام محمد خاں سے ظاہر میں موافق تھا اور باطن میں مخالف اسنے انگریزی فوج پر دغا واکیا اور نجو خاں اور بلند خاں کی جماعت کو کمک میں جانے سے انکار کیا اور میدان جنگ سے مع اپنے ماتحت سپاہیوں کے بھاگ گیا اس کے بھاگتے ہی دفعۃً میدان میں بھاگڑ پڑ گئی اور ایک دم میں میدان صاف ہو گیا۔ نواب سید غلام محمد خاں کے ہمراہ صاحبزادہ سید احمد یار خاں اور صاحبزادہ سید نصر اللہ خاں اور دو چار رفیق باقی رہ گئے۔ جنکے اصرار سے نواب صاحب بھی مجبور ہو کر میدان چھوڑا اور رامپور کی طرف چلے راستے میں بھاگے ہوئے سپاہی اور سردار ملے کم ربیع الثانی ۱۲۰۹ھ ہجری روز یکشنبہ کو نواب صاحب رامپور میں داخل ہوئے اور تمام حرم اور بیگمات اور بچوں کو لے کر پہاڑ کی طرف چلے گئے رعایائے شہر میں سے بہت سے شرفا اپنی عورتوں اور بچوں کو لے کر اُدھر ہی کو روانہ ہوئے مگر نواب سید احمد علی خان کی والدہ لپنے بیٹے کو لیکر رامپور سے نہیں نکلی۔ نواب موصوف اور یہ تمام مفرور پٹھان پہاڑ کی ایک گھاٹی میں جو نہایت دشوار گذار جگہ تھی پناہ گیر ہوئے اِنکے پناہ لینے کے مقام میں اختلاف ہے انتخاب یادگار میں لال ڈھانگ مذکور ہے اور یہ محض غلط ہے عالم شاہی اور جام جہاں نما میں ان کا ضلع حیدرآباد میں پناہ گزین ہونا ذکر کیا ہے قیصر التواریخ اور منتخب العلوم میں لکھا ہے کہ ریمپٹر کی طرف پناہ لی ہے۔ دیگر مسطور سے کہ وہ نواب سید غلام محمد خاں کا جنگ کا

ؔ اس لفظ میں اختلاف ہے کہیں ولکے بعد نون ہے کہیں تا ہے اور عماد السعادت کے نسخے میں معیا چہر واقع ہے۔

نواب سید غلام محمد خان اُس ٹیلے پر جہان آج کل انگریزی کشتون کی یادگار کا پتھر نصب ہے مع اپنے بھائیون اور سید نصر اللہ خان بن نواب سید عبداللہ خان خلف نواب سید علی محمد خان اور سید احمد یار خان بن سید محمد یار خان خلف نواب سید علی محمد خان اور محمد اکبر خان پسر حافظ رحمت خان کے ہاتھیون پر سوار کھڑے ہوئے اِس لڑائی کا تماشا دیکھ رہے تھے اُنھون نے کپتان رامزی کی رجمنٹ کی شکست دیکھ کر قبل از وقت فتح کے نقارے بجوا دیے تھے۔ مگر جس قدر سوار ترک سوارون کو لتاڑتے ہوے انگریزی کیمپ مین گھُس گئے تھے اُن کو کوئی کمک نہ پہونچی اور وہ لوگ لوٹ مین مصروف ہوگئے تھے کہ یکایک جنرل ابر کرمبی نے گورون کی پلٹن اور چار توپین اور بقولے دو توپین پٹھانون کی سیدھی طرف گھما کر اگادین سلطان التواریخ مین لکھا ہے کہ قریب تھا کہ انگریزی فوج کا استیصال ہو جائے کہ جنرل ابر کرمبی نے ایک پلٹن اور چار توپون سے افغانون پر حملہ کیا اور ایسے وقت مین اپنے سپاہیون کی بربادی کا بھی خیال نہ کیا جو پٹھانون سے لڑ رہے تھے اسلیے پٹھانون کو شکست ہوگئی تاریخ آصفی مین ہے کہ انگریزی جنرل جو قلب لشکر مین تھا اُسنے فوج میمنہ کو جمع کر کے روہیلون پر توپون سے آگ اور لوہے کا لوہا برسایا کہ تھوڑے عرصے مین پٹھانون کا چڑھا ہوا زور ایک دم سیلاب کی مانند اُتر گیا اور بہت سے روہیلے مارے گئے آخر کار ایک ہزار روہیلے کام آئے اور باقی ماندہ نے منتشر اور متفرق ہو کر بھاگنا شروع کیا بھٹورے کے میدان کی فتح انگریزی فوج کے نصیب مین لکھی تھی انجام کار روہیلون کو کامل شکست ہوئی اور کوئی پٹھان میدان مین باقی نہ رہا باعث اس کا یہ ہے کہ دلیر خان کمالزئی جو پانچہزار آدمیون کے جتھے کے ساتھ

نے دوبارہ درست کر کے صف آرا کیا۔ لیکن روہیلے غول باندہ کر انگریزی کیمپ میں گھس آئے اور تلوار وغیرہ اور بندوقوں سے مردانہ وار لڑنے لگے۔ انگریزی ملازموں نے بھی سیدھے ہاتھ میں تلوار اور بائیں میں سنگین لیکر ان لوگوں کا خوب مقابلہ کیا۔ عماد السعادت میں لکھا ہے کہ اڑھائی سو کے قریب گورے اور پچاس کے قریب کام آئے اور سترہ سو کے قریب تلنگے (یعنی ہندوستانی پیادے) مارے گئے اور مطلع کہتا ہے کہ دو ہزار تلنگے اور ڈیڑھ سو یا اس سے زائد گورے کھیت رہے جن کی لاشوں کو خندق میں ڈال کے پاٹ دیا۔ اور زخمی بے انتہا ہوئے تھے جو بریلی کو بھیج دیے گئے۔ جو بڑے بڑے یورپین افسر مارے گئے انکے نام ذیل میں درج کیے جاتے ہیں یہ نام گورنر جنرل کے حکم سے کرنل جارج برنگٹن کی یادگار میں ایک پتھر پر کندہ کرا کے نصب کیے گئے ہیں۔

(۱) کرنل جارج برنگٹن (۲) میجر تھامس بالفر (۳) کپتان جان کولی (۴) کپتان نار منگلیڈ (۵) کپتان جان مرڈنٹ (۶) لفٹنٹ ایڈرویکس گر (۷) لفٹنٹ ایڈمنڈویلر (۸) لفٹنٹ ولیم ہنگنسن (۹) لفٹنٹ جان پلمر (۱۰) لفٹنٹ جاسف ریچارڈسن (۱۱) لفٹنٹ برج (۱۲) لفٹنٹ ولیم اوڈیل (۱۳) لفٹنٹ ایڈورڈ ڈگرڈ (۱۴) لفٹنٹ فارڈ ورگر (۱۵) لفٹنٹ جیمس ٹلفرد

ان کے سوا اور بہت سے یوروپین اور ہندوستانی چھوٹے سردار اور ہمراہی وغیرہ کثرت سے مارے گئے اور زخمی ہوئے تھے۔ تاریخ آصفی کا مؤلف کہتا ہے کہ اگر ایسی ضرب فوج وزیر کو لگتی تو وہ ایسی تباہ ہو جاتی کہ انگریزوں سے بھی تدارک نہ ہو سکتا۔

مغربی کنارے پر دن نکلنے سے ایک گھنٹہ پہلے انگریزی فوج کی کمربندی ہوئی
فوجی جنرل نے گھوڑے پر سوار ہوکر نواب سید غلام محمد خان کی فوج کا تاؤ بھاؤ لیا
تو معلوم ہوا کہ اُن کی فوج موضع بھٹورہ کے سامنے میدان مین پڑی ہوئی ہے
اس میدان مین تھوڑا تھوڑا جنگل بھی ہے جو کسی قدر اُنکی جماعت کو چھپائے ہوئے
ہے نواب کی فوج کا اگلا حصہ کسی قدر آگے بڑھا ہوا تھا اس واسطے انگریزی جنرل
نے اپنی جماعت کو زیادہ پھیلنے کا حکم دیا دن نکلتے نکلتے انگریزی فوج نے اپنا کام
شروع کیا نواب سید غلام محمد خان نے بھی اپنی فوج کو مقابلے کے لیے تیار کیا اور
اُن کی فوج نے آگے بڑھکر جنگل پر قبضہ کرلیا۔ دونون طرف سے توپین چلنے لگین
اور نواب کی فوج مین سے بان بھی چھوٹنے لگے اتنے مین انگریزی فوج مین سے
کپتان رامزی کو ہندوستانی رجمٹ (ترکسوارون) کے ساتھ نواب صاحب کی
فوج پر دھاوا کرنے کا حکم ملا مگر کپتان مذکور یا تو اُس حکم کو بھول گیا یا گھبرا گیا کہ
اُسنے اپنی رجمٹ کو جلدی نواب صاحب کی جانب پھیر دیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رجمٹ
انگریزی فوج کے محاذ مین ہوکر گذرا اس حالت کو دیکھ نجو خان اور بلند خان وغیرہ
نے ڈیڑھ ہزار سوارون کے ساتھ انگریزی سوارون پر حملہ کرکے کپتان رامزی کو
پوری شکست دی اور اُسکی بھاگی ہوئی جماعت کو انگریزی کیمپ تک لتاڑتے ہوے
چلے گئے اور انگریزی فوج کا داہنا بازو توڑ ڈالا شکست پائی ہوئی جماعت
انگریزی فوج کی داہنی طرف بھاگ کر آئی یہ لوگ توپون کے سامنے بھاگتے
ہوے آرہے تھے اس واسطے انگریزی توپ چلنے سے بالکل معذور تھی۔ انگریزی بھاگے
ہوے رسالون اور باقی ماندہ بائین بازو کی فوج کو لفٹنٹ گاہن اور ریچارڈسن

خنگ کیسے وقت پر ہم طرح دے جائینگے۔ روہیلے اُسی وقت اُس نمک حرام افسر
کے ڈیروں پر چڑھ گئے مگر یہ افسر پہلے ہی سے قاصد کی گرفتاری کی خبر سُن کر
لشکر سے نکلکر جنگل کی طرف بھاگ گئے تھے روہیلوں نے اُن کا سامان واسباب
لوٹ لیا۔ غرضکہ پٹھانوں کی فوج تین روز میں میرگنج پہونچی۔ صبح کو آگے بڑھی
اور دوجوڑہ کو عبور کرنے لگی۔ انگریزی فوج نے بھی بریلی سے آگے بڑھکر اس
سے سات میل پچھاں کی طرف سنکھا کے پل کے پاس قیام کیا۔ بریلی کا صوبہ دار تتمہ ہاتھ
سی پانچہزار سپاہ کے ساتھ انگریزی فوج کے ہمراہ تھا۔ جب جنرل ابرکرمی کو
یہ خبر پہونچی کہ نواب سید غلام محمد خاں ملک سے کوچ کرکے دوجوڑہ کو عبور کرآئے
تو اُس نے نواب کے سفیر کو جو انگریزی کیمپ میں موجود تھا ملاکر کہا کہ نواب صاحب
نے یہ اچھا نہیں کیا جو آگے کو بڑھ آئے ہمارا اُن کا عہد و پیماں اب شکست ہوگیا
اُن کو لڑائی کا بندوبست کرنا چاہیے اور اُس سفیر کو لشکر سے رخصت کردیا اب
نواب صاحب کو صلح کی اُمید جاتی رہی اور دوسرے دن ہاتھی پر سوار ہوکر آگے
کو بڑھے اور موضع بھٹورہ کے کھیڑے پر اُن کی فوج قبضہ کرنے لگی یہ مقام
انگریزی فوج کے سامنے دو میل کے فاصلے پر معلوم ہوتا تھا۔ اور اب فتح گنج
(یا فتح گنج غربی) کہلاتا ہے۔

**مقابلے مین روہیلونکا انگریزی فوج پر غلبہ ظاہر کرنا مگر آخرکار**
**شکست فاش پانا اور دامن کوہ کماؤن مین پناہ لینا**

۲۴۔ اکتوبر ۱۷۹۴ء مطابق ۲۸ ربیع الاول ۱۲۰۹ ہجری روز جمعہ کو سنگھا کے

مگر جرأت مین غیرت رستم تھے - نواب سید غلام محمد خان کی فوج کا پہلا مقام
موضع ملک علاقہ رامپور مین ہوا اور یہان اُنھون نے سپاہ کی تنخواہ مین اشرفیان
تقسیم کین - نواب صاحب نے اس مقام سے جنرل ابر کرمبی کو لکھا کہ آپ درمیان
مین پڑکر نواب وزیر سے ہماری صفائی کرا دیجیے جرنیل صاحب نے جواب بھیجا
کہ آپ مطمئن رہیے جب نواب آصف الدولہ یہان آجائینگے تو مین صلح کرا دونگا
مگر جس قدر خزانہ نواب سید فیض اللہ خان بہادر کا ہے وہ میرے پاس پہونچا دیا
جائے اور آپ اپنی سرحد سے قدم آگے کو نہ بڑھائین - جب یہ جواب نواب
صاحب کے پاس پہونچا اور اُنھون نے اپنے سردارون سے مشورہ کیا تو سب نے
بالاتفاق جواب دیا کہ یہ بات اعتبار کے قابل نہین جرنیل صاحب نے یہ بہانہ اسلیے
کیا ہے کہ لڑائی مین وقفہ ہوجانے سے اُنکو اتنی مہلت مل جائے کہ اُنکی فوج کے
شریک وزیر کی فوج بھی ہوجائے اور دونون فوجین مل کر جنگ کرین اور سب نے
یہی رائے دی کہ صبح کو آگے بڑھنا چاہیے - چنانچہ اس صلاح کے بموجب ملک سے
یہ فوج آگے بڑھی - نواب صاحب کے چھ بھائی اور تھے جن مین سے سید نظام علیخان
سید فتح علیخان - سید حسن علی خان بریلی مین انگریزون کے پاس پہونچ گئے تھے
کیونکہ ہر ایک ان مین سے ریاست کا اُمیدوار تھا اور انگریزون سے خفیہ عہد وپیمان
کرچکا تھا - تین بھائی یعنی سید یعقوب علی خان - سید کریم اللہ خان - سید قاسم علیخان
اُنکے ہمراہ تھے بلکہ ایک دن ایک اور گل کھلا کہ سپاہی نواب صاحب کے پاس
ایک شخص کو پکڑ کر لائے اُس شخص کی تلاشی لی تو کمر مین سے کئی خط نکلے یہ خط بعض
افسرون کی طرف سے جنرل ابرکرمبی کے نام پر تھے اُن کا مضمون یہ تھا کہ آپ اگر

چھٹی شاہ آباد ضلع ہردوئی میں۔ ساتویں شاہ جہاں پور میں۔ آٹھویں قریب تلہر کے ہوئی۔ انگریزی فوج بھی کڑی کڑی مسزلیں کرتی ہوئی بریلی آپہونچی اور یہاں قیام کیا اور لکھنؤ کی فوج کا انتظار کرنے لگی لیکن لکھنؤ کی فوج نے اِس فتح میں شریک ہونے کی جرأت کی کوشش نہ کی۔ جب نواب سید علی محمد خاں کے پاس اُن کے چھوٹے بھائی سید فتح علی خاں کی (جو اُس کی طرف سے نواب وزیر کے پاس بطور سفارت کے بھیجے گئے تھے) تحریر اِس مضمون کی آئی کہ لکھنؤ کی فوج رام پور پر چڑھائی کرنے والی ہے تو اُنھوں نے بھی تیاری کی اور بہت سی جدید سپاہ بھرتی کرکے بریلی کی جانب کوچ کیا کچھ مئو کے پٹھان بھی ننگ قومی کی وجہ سے آکر شامل ہوگئے تھے اُن کی فوج کی تعداد عماد السعادت میں ۵۰ ہزار سے ۶ ہزار تک بتائی ہے یہی روایت تاریخ شاہیہ کی ہے اور منتخب العلوم میں پچاس ہزار لکھی ہے اور روہیلکھنڈ گزیٹیر میں پچیس ہزار بیان کی ہے اور جام جہاں نما میں تیس ہزار ذکر کی ہے۔ معظم نے اپنی مثنوی میں صحیح تعداد بتائی ہے اُسکی روایت کے موافق سرسٹھ ہزار آدمی ــــــ تھے اور وہ کہتا ہے کہ تیرہ توپیں بڑی بڑی تھیں اور چالیس شترنال تھیں اُکی فوج کا جاؤ سپاہ گری کا ساؤ پڑھے ہوے پٹھانوں کے حوصلوں کی یاد دلاتا تھا کوئی نیزہ تانتا تھا کوئی رستم کو پیر زال جانتا تھا اپنی تلوار کے جوہن پر کوئی نازاں کوئی تابی سام کوئی کھریریاں کوئی زور آور ڈھال پھول کی طرح اُٹھاتا کوئی شیر کی کلائی پکڑ کر بٹھاتا یہ بہادر دشمنوں کے مقابل جانے کو لیس تھے بہادری کو لیلی جانتے تھے رشکِ قیس تھے۔ بعض مدعیوں کی کمر میں خم تھے

کی وساطت اور ضمانت سے تھی اس لیے اُسپر لازم آیا کہ وہ آصف الدولہ کی مدد
کرکے نواب سید غلام محمد خان سے مُلک نکال لے اسلیے گورنر جنرل کے حکم سے
سر رابرٹ ابرکرمبی فرخ آباد سے انگریزی فوج لیکر اس بلوے کے انسداد کے واسطے
روانہ ہوا عماد السعادت مین لکھا ہے کہ انگریزی فوج مین دو پلٹنین گورون کی
اور بارہ پلٹنین تلنگون کی اور دو رجمنٹ ترک سوارون کے تھے اور معظم نے جنگنامہ
دو جوڑا مین انگریزی فوج کی تعداد چودہ ہزار بتائی ہے جن مین سے سات سو
گورے تھے تاریخ مظفری مین انگریزی فوج کی تعداد پندرہ سولہ ہزار لکھی ہے
اور نواب آصف الدولہ بھی تیاری کرکے اوائل ماہ ربیع الاول ۱۲۰۹ ہجری
مین الہ آباد سے لکھنؤ کو آئے اور یہان تین مقام کرکے رام پور کی جانب کوچ کیا
اُنکی توپون کے عجیب وغریب نام ہین جو بعض شاعرون نے نظم کیے ہین اُن کو
یہان لطف کے لیے بیان کرتا ہون - دھور دھانی - فتح پیکر - نہنگ - شیر پیکر -
جم ڈکار - لُک میدان - فتح بار - اجگر - خود پسند - کھنڈ دھانی - کڑک بجلی -
سرجیو - گھن گرج - سدگار دل - فتح لشکر - صف شکن - وزیری - جہانگیری - حیدری -
سلیمانی - پھلجھڑی - فتحیاب - غباری - انگریز بان - شتر نال - کرنال - ہتھنال -
ان مین سرجیو بہت بڑی توپ تھی - الماس خان خواجہ سرا بھی اٹاوے سے فوج لیکر
وزیر کا شریک رکاب ہوگیا تھا - سید ولی اللہ نے تاریخ فرخ آباد مین لکھا ہے کہ نواب
مظفر جنگ بنگش رئیس فرخ آباد بھی ہمراہ تھا اور انگریزی رزیڈنٹ چیری صاحب بھی
نواب کے ساتھ تھا - نواب آصف الدولہ کی پہلی منزل نول گنج مین - دوسری
الماس گنج مین - تیسری سلطان گنج مین - چوتھی باون مین - پانچوین سرمن نگر مین -

ان کو مجروح و معزول اور قید کرکے اُنکے چھوٹے بھائی نواب سید غلام محمد خان کو مسند نشین کیا اور ۲۲ محرم کی شب کو افسران فوج کے مشورے سے چار شخصون نے نواب سید محمد علی خان کے پاس پہونچکر اُس کا کام تمام کردیا سلطان الاخبار مین نہایت غلطی کی ہے جو لکھا ہے کہ نواب سید غلام محمد خان نے تمنچے کی گولی سے نواب سید محمد علیخان مجروح کا کام تمام کیا تھا اُس کا قتل بالکل اُن کی لاعلمی مین ظہور پایا تھا روہیلکھنڈ گزیٹیر مین ذکر کیا ہے کہ جب آصف الدولہ کو اس بلوے کی خبر ہوئی تو اُنھوں نے معقول رشوت لیکر اس معاملے کی طرف توجہ نہ کی اور کہا کہ یہ آپس کا فساد ہے مگر مسٹر چیری انگریزی رزیڈنٹ اس خبر کی تصدیق سے انکار کرتا ہے بلکہ اُس کا بیان ہے کہ آصف الدولہ کا خیال یہ تھا کہ نواب سید محمد علیخان اور نواب سید غلام محمد خان دونوں اس ریاست کے مستحق نہین ہیں کیونکہ یہ ریاست اُنکے باپ کے حین حیات تھی لیکن تاریخ آصفی سے معلوم ہوتا ہے کہ نواب سید محمد علی خان کی جانشینی وزیر کی اجازت سے عمل میں آئی تھی پس یہ کہنا کہ آصف الدولہ نے دونون بھائیون کو اس ریاست کا مستحق نہ تایا محل نظر ہے اور آصف نامے کے مصنف کا بھی یہ کہنا تحقیق کے خلاف ہے کہ آصف الدولہ نے نواب سید غلام محمد خان کی سفارت کے مضمون پر توجہ نہ کی۔ کیونکہ انگریزی کی تاریخوں سے اسکا پتا چلتا ہے کہ آصف الدولہ تو نواب سید غلام محمد خان کی مسند نشینی پر بیش بہا تحائف لیکر کچھ نیم راضی سے ہوگئے مگر یہ معاملہ ایسا نہ تھا کہ بغیر انگریزی گورنمنٹ کی مرضی کے طے ہوتا جب اُس سے کہا گیا تو اُس نے نواب سید غلام محمد خان کی مسند نشینی سے انکار کردیا چونکہ یہ ریاست انگریزی گورنمنٹ

روپے تک بتاتے ہین - نواب مظفر جنگ والی فرخ آباد اور سید محمد علی خان ولی عہد نواب سید فیض اللہ خان بہادر والی رامپور بھی ایک ماہ پیشتر سے مہمان آئے تھے - موزون نے آصف نامے کے آخر مین ایک مثنوی اُس شادی کے حال مین لکھی ہے اُسمین تاریخ یون موزون کی ہے

ازین عقد فرخ دلم شاد شد | کہ این خانۂ دولت آباد شد
دِلم کرد موزون ز فرطِ طرب | زمن سال تاریخ را چون طلب
بیک بیت گفتم دو تاریخ نغز | سخن را بر آوردم از پوست مغز
دہی میمنت یا رب این عقد را | کہ کرد از دل خلق وا عقد را
زروے وفاق وزروے وداد | کہ کمتر چنین اتفاق اوفتاد
دگر سال تاریخ آمد بکف | قران دو کوکب بہ بُرج شرف

اس شادی کے بعد مرزا علی رضا خان کی جو وزیر علی خان سے چھوٹا اور متبنٰے تھا مرزا جنگلی کی بیٹی سے شادی کی اس مین روپیہ کم صرف ہوا - غرضکہ نواب کے عہد مین مُلک کی زیادہ تر آمدنی ایسے ہی مصارف مین خرچ ہوتی تھی سوا عیش وعشرت کے کسی کو کسی سے کام نہ تھا ہر روز عید اور ہر شب شبِ برات تھی -

## نواب آصف الدولہ کی افاغنۂ روہیلکھنڈ پر چڑھائی

نواب سید فیض اللہ خان والی رامپور کے انتقال کے بعد اُن کے بڑے بیٹے نواب سید محمد علی خان ۱۷ ذی الحجہ ۱۲۰۸ھ ہجری کو مسند نشین ہوے - ۱۳ محرم ۱۲۰۹ھ ہجری کو سرانِ فوج نے اُنکی مے نوشی ناحق کوشی بدمزاجی اور سخت گیری کی وجہ سے

# وزیر علیخان کی شادی

ماہ شعبان ۱۲۱۰ ہجری میں نواب آصف الدولہ نے مرزا وزیر علی خان کی شادی کا سامان کیا یہ شادی اشرف علی خان بن سعدہ علی خاں کی دختر سے قرار پائی تھی۔ یہ سعدہ علی خان نواب برہان الملک اور نواب صفدر جنگ اور نواب شجاع الدولہ کے عہد میں داغ و تصحیحہ[1] کی خدمت رکھتا تھا اس تقریب میں نواب آصف الدولہ نے بہت سا روپیہ صرف کیا۔ فقط روشنی میں تین لاکھ روپے کا تیل جلا تھا۔ ہزاروں نقرئی گھڑے ساچق میں تھے اور آرائش کی ٹٹیاں مقیش اور بادلہ و تامی سے آراستہ تھیں۔ یہ تمام سامان دولتخانے سے سج کر چار باغ تک کہ درمیاں میں تین کوس کا فاصلہ ہے گیا۔ گیان پرکاش میں لکھا ہے کہ آتشبازی نہایت نفیس تیار کرائی ایک قسم کا غبارہ تھا کہ آسمان میں بطور تارے کے جاتا اور ایک گھڑی تک وہاں ٹھہرتا دور دیہ ٹٹاکر بنگلہ تر پولیا اور برج سے آراستہ کیے تھے۔ سات روز تک یہ جشن رہا اس شادی کے مصارف کی وجہ سے تمام چیزیں بہت گراں ہو گئیں۔ غلہ اور تیل اور ہر قسم کا کرانہ اور کپڑا زیادہ قیمت پر چڑھ گیا بیوپاریوں کے پو بارے تھے اس شادی کا صرف کم سے کم بیس لاکھ اور زیادہ سے زیادہ چالیس لاکھ

---

[1] عمدہ عمدہ گھوڑوں وغیرہ پر انکی صحت کی پہچان کے واسطے نشان لگا دینے کو داغ کہتے ہیں اور تمام جانوروں میں سے جانچ کر عمدہ جانوروں کے چھانٹنے کو تصحیحہ کہتے ہیں ۱۲ فرہنگ انتخاب شاہجہاں مع منتخب شرح اردو انٹرنس کورس

سے چلکر آخر ذیحجہ مین مرشد آباد مین داخل ہوے۔ عشرۂ محرم کے دن یہان
بسر کیے۔ اِس مقام پر سرفراز الدولہ نے مسافرون۔ محتاجون اور سیدون کو
بہت کچھ دیا۔ یہان انگریزون سے بھی ملاقاتین ہوئین اور جو نامی آدمی
ہندوستانی اُن سے ملے اُنھین خلعت عطا کیے پھر یہان سے روانہ ہوکر کلکتے
مین داخل ہوے۔ شہر کے باہر مقام کیا۔ لارڈ کارن والس صاحب گورنر جنرل
سے کئی ملاقاتین ہوئین۔ گورنر جنرل نے کمپنی کی طرف سے خلعت مکلف دیے۔
گورنر جنرل تو وہان سے جہاز پر سوار ہو کر ولایت کی طرف روانہ ہوے یہ دونون
جدید گورنر جنرل سے ملنے کے انتظار مین ٹھہرے رہے اور اِس وجہ سے دو مہینے تک
وہان رہنا ہوا۔ جبکہ جدید گورنر جنرل سر جان شور صاحب کلکتے مین پہونچے
تو اُن سے ملکر ۱۲۰۸ھ ہجری مین وہان سے معاودت کی ۷ جمادی الاولے کو
پٹنے مین پہونچے یہان تین چار مقام کر کے اور غریبون کو اپنی سخاوت سے
فیض پہونچا کے لکھنؤ کی طرف چلے اوائل ماہ جمادی الاخرے مین مقام بہرائچ
مین آصف الدولہ کے پاس پہونچ گئے۔ آصف الدولہ سیر و شکار کے بعد لکھنؤ کو روانہ
ہوئے یہ دونون ہمراہ تھے۔ ۸ جمادی الاخرے روز پنجشنبہ کو آصف الدولہ لکھنؤ مین
داخل ہوگئے اور دونون کو خلعت فاخرہ دیے یہ سفر نو مہینے کے عرصے مین
ابتداے شوال ۱۲۰۷ھ ہجری سے اوائل جمادی الاخرے ۱۲۰۸ھ ہجری تک
پورا ہوا۔ دونون کارگذار پندرہ لاکھ روپیہ صرف کر کے پھر آئے سواے اپنی
راہ و رسم کے ارباب کونسل سے کوئی بات نواب کے فائدے کی ظہور مین نہ لائے
اور کلکتے سے مراجعت کے بعد ٹکیٹ راے اور سرفراز الدولہ مین موافقت نرہی

حوضِ نایاب مدر گاہ جناب عباس — گشتِ مشہور جہاں ہمتِ آن بحر سخا

صرفِ زر شد چو دریں وجہ حسن بہرِ حسین — حاصلش دین شد و ہم نام نکو در دنیا

اسد از بہرِ تمامش بہ طہارت تاریخ — قلم کرد رقم ثانی کوثر با دا

## مرزا حسن رضا خان اور راجہ ٹکیت رائے کا کلکتے کو بھیجا جانا

نواب آصف الدولہ نے مرزا حسن رضا خاں سرفراز الدولہ اور راجہ ٹکیت رائے کو کلکتے کو گورنر جنرل کے پاس بھیجا چنانچہ یہ دونون اوائل شوال ١٢ھ ہجری مین عید الفطر کی نماز کے بعد آصف الدولہ سے رخصت ہو کر پندرہ سولہ ہزار سوار اور دو توپون کے ساتھ شہر سے باہر نکل کر شہر کے متصل ٹھہرے اُنکے ہمراہ انگریزی فوج کی چار کمپنیان بھی ارکاٹ صاحب کے زیر حکم ہوئین اسی مہینے میں یہ دونون شخص اس لاؤلشکر کے ساتھ کلکتے کی طرف روانہ ہوئے سلطانپور اور جونپور کی راہ سے بنارس پہونچے وہاں کے صاحب رزیڈنٹ اور نصیر الدین خاں بن علی ابراہیم خان حاکم عدالت دیوانی و فوجداری نے استقبال کیا سرفراز الدولہ نے آصف الدولہ کی جانب سے خلعت جسکے ساتھ مالائے مروارید اور جیغہ اور سرپیچ مرصع تھا علی ابراہیم کے بیٹے کو دیا علی ابراہیم خان ان دنون علیل تھا اسلیے وہ خود نہ ملا وہان سے کوچ کر کے تاریخ آخر ذیقعدہ کو داناپور کے متصل پہونچے یہان کے حکام انگریزی سول و فوجی نے ملاقات کی وہان سے ذیحجہ کے مہینے مین آگے کوچ کیا۔ پٹنے میں باغ جعفر خان المخاطب بہ مرشد قلی خاں مین ٹھہرے پھر وہاں

دمبر نقرئی اور دوسرا
اور نوبت و گھڑیال رکھا گیا۔ اور دروازۂ نقرئی اندرون درگاہ
جملہ سامان آرائش مرتب ہوا۔ نصیر الدین حیدر کے وقت مین ملکہ زمانیہ نے باورچیخانہ
درگاہ مذکور کا تعمیر کرایا اور یہ قاعدہ مقرر ہوا کہ آمدنی مردانی درگاہ کی سرکار مین
جاتی تھی اور وہان دار وغہ و تحویلدار و چوکی پہرہ وغیرہ مقرر تھا اور زنانی درگاہ
کی آمدنی مرزا فقیرا کی اولاد کو ملتی تھی۔ زمان شاہی تک درگاہ کا یہی دستور رہا
غدر مین جس طرح تمام شہر مین لوٹ ہوئی اُسی طرح درگاہ مین بھی ہوئی کہ جملہ سامان
مع علم کے جو بر آمد کردۂ مرزا فقیرا تھا تلف ہوگیا اور درگاہ سرکار گورنمنٹ مین
نزول ہوگئی بعد دو ایک سال کے اِس درگاہ کو غلام رضا شرف الدولہ نے
نزول سے واگذار کرایا۔ اور کچھ جدید سامان بھی اپنی طرف سے درگاہ
مین چڑھایا اولاد مرزا فقیرا کو بالکل درگاہ سے خارج کیا اور کل آمدنی درگاہ کو
رجسٹر نزول سے واگذار کرایا۔ اور کچھ جدید سامان بھی اپنی طرف سے درگاہ
آپ لے کر اُس درگاہ مین صرف کرتے رہے۔ شرف الدولہ کے انتقال کے بعد
واجد علی شاہ کے حکم سے نواب پیارے صاحب خلف نواب حسن علی خان درگاہ
کے متولی ہوے۔ واجد علی شاہ ہنگام روانگی کلکتہ اپنا تاج و تلوار درگاہ مین
چڑھا گئے تھے اور یہ منت مانی تھی کہ انشاء اللہ اگر ملک مسترد ہوگا تو اپنے
سر پر تاج اس درگاہ مین آکر پہنون گا اور تلوار کمر سے لگاؤن گا۔ ایام غدر
مین یہ دونون چیزین بھی تلف ہوگئین۔ غدر کے بعد امیر الدولہ خلف کلان
نواب رکن الدولہ بن نواب سعادت علی خان نے ایک حوض اندرون صحن درگاہ
بنوایا اسکی تعمیر کی تاریخ سلیمان خان اسد نے اسطرح نظم کی ہے ؎

| گرد تعمیر پئے نذر امام دوسرا | | چشمۂ فیض چو نواب امیر الدولہ |
|---|---|---|

نواب آصف الدولہ ہزار جان و دل سے تہدل سے کربلا کے جاں نثار تھے اس علم کی زیارت کے لیے آنے لگے اور ایک گنبد پٹوکا وہاں تعمیر کرا دیا یہ گنبد اور بھی موجب ترقی ہوا شیرینیاں اور نیازیں حاجتمندوں نے حاضر کرنی شروع کیں جب مرزا فقیر نے قضا کی تو اُسکے بیٹے نے بھی جمعرات کے دن وہ طریقہ جاری رکھا اور اُسکی آمدنی سے اوقات بسر کرتا تھا عشرہ محرم میں زیادہ رونق ہوتی نواب سعادت علیخاں اور نواب آصف الدولہ کے دلوں میں نفاق تھا اور نواب سعادت علیخاں بنارس میں رہتے تھے انھوں نے اپنے دل میں یہ نیت کی کہ اگر بعد انتقال نواب آصف الدولہ مجکو حکومت لکھنؤ حاصل ہو گئی تو میں علم جناب عباس کی درگاہ کو رونق دونگا اور گنبد طلائی و درگاہ وسیع تعمیر کراؤنگا چنانچہ بعد انتقال نواب آصف الدولہ و گرفتاری وزیر علیخاں کے ایسا ہی ظہور میں آیا کہ نواب سعادت علی خان مسند نشین ہوے۔ اُنھوں نے گنبد حسنی کو طلائی کیا اور درگاہ وسیع تعمیر کرائی اور اُسکے دو حصے قرار دیے یعنی ایک درگاہ مردانی اور دوسری زنانی تعمیر کرائی۔ اُسکی آمدنی کچھ خادموں کے حصے میں آتی تھی اور کچھ سرکار میں داخل ہوتی تھی رفتہ رفتہ وہاں کی آمدنی لاکھوں روپیے سالانہ کو پہونچی ہر جمعرات کو خصوصاً نوچندی کی جمعرات کے دن اُس درگاہ میں بڑا جلسہ منعقد ہوتا تھا۔ زیارت کرنے والوں کے سوا ہزاروں تماشائی اور شہر کی پری پیکر طوائفیں بن ٹھن کر جمع ہوتی تھیں سلطنت کے قیام تک یہ جلسہ بڑی دھوم دھام سے رہا اب بقول شخصے ؎

آن قدح بشکست و آں ساقی نماند

نواب سعادت علی خاں کے بعد غازی الدین حیدر نے نقارخانہ بلند بنوایا

# درگاہ حضرت عباس کی حقیقت

مرزا فقیر انام ایک شخص نواب آصف الدولہ کے عہد مین تھا۔ اُس نے ایک علم دریاے گومتی کے کنارے پوشیدہ دفن کردیا اور شہر کے لوگون سے یہ بات ظاہر کی کہ مجکو خواب مین یہ الہام ہوا ہے کہ حضرت عباس کے ہاتھ مین جو علم معرکۂ کربلا مین تھا وہ فلان مقام پر دفن ہے تو اُسکو نکال لے اور اپنے طریق کے چند رفیق جمع کر کے اُس مقام پر گیا اور جگہ کو کھود کر وہ علم نکالا جو بھرت کا سہ شاخہ تھا اور گھر مین کہ رستم نگر مین واقع تھا نہایت تعظیم کے ساتھ رکھا۔ اس حکایت نے شہرت پائی کچھ بوڑھی عورتین اور دوسرے عوام منت مُرادین ماننے لگین کسی کا مقصود پورا ہوا کسی کا نہ ہوا چند روز کے بعد نواب آصف الدولہ اپنے کسی خدمتگار پر خفا ہوے اور فرمایا کہ کل تیری ناک کٹوا لونگا وہ بیچارہ ڈرا اور جا بجا منتین ماننے لگا اس علم کی خبر مشتہر ہو چکی تھی یہان بھی آیا اور دُعا مانگی حسب اتفاق نواب نے اُسکی ناک نہ کٹوائی۔ اسکے چند روز بعد نواب صاحب اس کے حال پر مہربان ہوے اور باتین کرنے لگے اُسنے اُن کو مہربان پاکر یہ عرض کیا کہ فلان روز حضور نے غلام کی ناک کٹوانے کے باب مین حکم فرمایا تھا بعنایات خدا و بہ تصدق علم جناب عباس علیہ السلام و تفضلات حضور ناک غلام کی بچ گئی۔ نواب نے علم جناب عباس کی تفصیل پوچھی اُس نے تمام کیفیت برآمد ہونے کی عرض کی نواب کو کمال استعجاب ہوا اور کسی اپنے معتمد کو مرزا فقیر اکے مکان پر بھیجا اور ایکہزار روپیہ بھی نذر کے لیے ارسال کیا اُس نے واپس آکر ساری کیفیت اُس علم کی بیان کی

بکمال راست رہتا ہے یہ تعمیر یعنی دولتخانہ مشتمل ہے متعدد مکانات پر جو متصل ایک دوسرے کے ہیں گران میں کچھ ہنر معماروں کا صرف نہین ہوا ہے ان مکانات میں نواب آصف الدولہ اور اُنکے عملے رہا کرتے تھے جب نواب نے فیض آباد چھوڑ کر لکھنؤ کو اپنا دارالقرار ٹھہرایا اور خاص محلہ نواب کا اُنھیں کے نام سے مشہور تھا یعنی جس مکان میں وہ آپ رہا کرتے تھے اُسکو آصفی کوٹھی کہا کرتے تھے گر سعادت علیخاں بعد اُنکے مسند نشین ہوے اور قیام اپنا اُنھون نے فرح بخش مین مقرر کیا تو یہ مکانات خالی رہے اور اس سبب سے خستہ وشکستہ ہو گئے۔

گیان پرکاش کا مؤلف آصف الدولہ کی تعمیر عمارت کی بڑی تعریف کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ نواب نے باغ اور باغیچے اور صدہا بارہ دریان اور نہریں اور حوض اور پانی کے خزانے اور فوارے اور حمام خشتی وسنگیں اور شیشے کا محل بے مثل اور ہاتھی دانت کا بنگلہ بنوایا۔ اور نواب نے سات لاکھ روپیہ حاجی محمد طہرانی کی معرفت نہر فرات سے ایک نہر نجف اشرف مین لانے کے واسطے بھیجا اس کام میں مدد کے لیے مرزا حسن رضا خان اور خواجہ معین الدین انصاری نے بھی روپیہ دیا اس نہر کا نام نہر آصفیہ رکھا اور اس نہر کے جاری ہونے سے پانی کا قحط رفع ہو گیا۔ بعض نوشتون سے کربلا میں نہر کا بنوایا جانا پایا جاتا ہے اور میر محمد اجمل الہ آبادی کی نظم سے مشہد میں نہر کا جاری کرانا ثابت ہے مشہد ایک شہر کا نام ہے ایران مین واقع ہے پہلے زمانے مین طوس کہلاتا تھا۔ حضرت علی موسیٰ رضا علیہ السلام کا مزار مشہد مین ہے اس لیے مشہد مقدس کہلاتا ہے۔

دیگر

بزم گاہِ شہید راہِ خدا

دیگر

مقام آل پیمبر مقام محمود ست

دیگر

| | |
|---|---|
| وزیر ہند سلیمان جناب آصف جاہ | ہزبر جنگ خدیو جہان کلاہ کبار |
| رفیق گشت چو توفیق حق بنا کردش | امام باڑۂ گردون بسال ہشت آثار |
| بگوش اہلِ جہان گفت عقل تاریخش | رواق عرش جنابِ آئمۂ اطہار |

دیگر

| | |
|---|---|
| کرد نواب آصف الدولہ | چون بنا جاے غم بحسن یقین |
| داد ہاتف خبر ز تاریخش | روضۂ امجد امام دین |

**رومی دروازہ** یہ نواب آصف الدولہ کے وقت مین تعمیر ہوا ہے اور مشہور ہے کہ نقل دروازہ روم کی ہے مگر جو لوگ روم کو دیکھ آئے ہین کہتے ہین کہ ایسا دروازہ کوئی شہر روم مین نہین ہے غالب ہے کہ نواب کو کسی شخص نے مغالطہ دیا ہو کیونکہ اگر وہ چاہتے کہ نقل دروازہ روم کی بنے تو اس مین شک نہین کہ دو سو نقشے دروازہ ہاے روم کے اُنکے سامنے پیش ہوتے یہ دروازہ اور امام باڑۂ کلان دونون اُس زمانے مین بننا شروع ہوے تھے کہ جب لکھنؤ مین قحط سالی تھی اور اس لحاظ سے یہ عمارات عالی شروع ہوئی تھین کہ جس سے غربا باشندۂ شہر پرورش پائین۔

اس دروازے کی بلندی چالیس پچاس گز سے اونچی تھی۔

**دولتخانہ** رومی دروازے سے جو غرب کو چلو تو دولتخانہ یا محل قدیم لکھنؤ

بہت دور دور سے طلب ہوے تھے اور سب کو حکم ہوا تھا کہ اپنی اپنی راے سے نقشے اس مکان کے لیے پیش کریں تاکید یہ تھی کہ کسی عمارت کی نقل ہو اور یہ مکان ایسا تیار ہو کہ کبھی بیشتر ایسا نہ بنا ہو اور جتنی تعمیرات مشہورہ ہیں سب سے زیادہ خوش قطع اور خوش اسلوب ہو۔ کفایت اللہ ایک شخص تھا جسکی تدبیر سے یہ تیار ہوا ہے اور جیسا اب وہ موجود ہے اُس سے ظاہر ہے کہ جو شرائط نواب کی تھیں اُمین کمی نہیں ہوئی ہے یہ عمارت اسیقدر مضبوط ہے جسقدر خوبصورت اور خوش قطع ہے بنیاد اسکی بہت عمیق ہے اِسکے دالان کا طول ساٹھ گز اور عرض میں گز ہے بعض نے یوں لکھا ہے کہ اسکی وسعت ۱۶۷ فٹ سے ۵۲ فٹ تک ہے یہ چھت ایک سو میں فٹ چوڑی بالکل لداؤ کی بنی ہوئی بے ستون کھڑی ہے شاید دنیا مین کوئی ایسی چھت نہو گی آصف الدولہ بعد وفات اس مین دفن ہوے لاکھوں روپے کا قیمتی اسباب اس امام باڑے میں سجایا گیا اور کانچ کا سامان قیمتی ایک لاکھ روپے ڈاکٹر بلٹن صاحب کی معرفت طلب کیا مگر نواب کی رحلت کے بعد یہ اسباب لکھنؤ مین پہونچا۔ مفتاح التواریخ میں لکھا ہے کہ جس زمانے میں اس امام باڑے کی تیاری شروع ہوئی تو اُس وقت سخت قحط سالی تھی غلہ روپے کا آٹھ سیر بکتا تھا شاعروں نے اسکی تاریخین لکھی تھین یہاں بھی اُن میں سے بعض کو نقل کیا جاتا ہے ؎

| | | |
|---|---|---|
| | آستانِ شہید ابن شہید | |
| | ولہ | |
| | قصر شاہِ کربلا آلِ نبی | |

کے ساتھ سرفراز ہوکر بریلی وروہیلکھنڈ کا صوبہ دار رہا اور راجہ ہولاسرائے کہ راجہ ٹکیٹ رائے کا رشتہ دار ہے کاروبار مالی وملکی مین اُسکی ذات پر بھی دار ومدار تھا اس شخص نے امام باڑہ اور مسجد بنائی تھی۔

## نواب آصف الدولہ کے عہد کی تعمیرات

کوٹھی بیبا پور (یا بی بی پور) اس کو نواب آصف الدولہ نے سیرگاہ وشکارگاہ کے طور پر تعمیر کرایا تھا اور وہان جاکر سیر وشکار کیا کرتے تھے۔ یہان وزیرعلیخان قید ہوا تھا۔

پُل پختہ نواب آصف الدولہ نے قریب ۱۷۸۰ء کے دریاے گومتی پر تعمیر کیا تھا اُسکی تاریخ صراط مستقیم ہے۔

دیگر

پُل نو بنا گشت بر گومتی ۔ بتدبیر نیک وبعقل رزین
چو از فہم خود سال او خواستم ۔ بگفتا پُل استوار ومتین

بڑا امام باڑہ نواب نے ۱۱۸۵ ہجری مین ایک عالی شان امام باڑہ اور ایک بڑی مسجد اور رومی دروازہ تعمیر کرایا ان عمارتون کی چھتون مین ایک شہتیر لکڑی کا نام نہین سب چھتین ڈاٹ کی ہین امام باڑے کی عمارت گویا تعمیرات لکھنؤ مین سب سے بہتر واعظم ہے اور آصف الدولہ کی سلطنت کے بڑے کامون مین شمار کی جاتی ہے نواب ممدوح نے بیشمار روپیہ اسکی تعمیر مین صرف کیا تھا اس کا خرچ دس لاکھ روپے بتاتے ہین شاید اس مین کچھ مبالغہ بھی ہو کاریگر اس کام کے واسطے

## تاریخ وفات

زین جہان نواب حیدر بیگ خان — عازم ملک عدم گردید ہاے
رایک سال تاریخ وفاتش پیر عقل — گفت رحلت کرد امیر الدولہ واے

نہ تیار ہوا ہے اور چلے۔ انھوں نے اپنے تمام نقد و جنس کی فرد تیار کرا کے نواب وزیر
کی تعین اُنھین کی ہمیشہ کہ یہ مال سرکار کا ہے چاہیں لیں اور چاہیں بخشدیں اگر چلیجان
ہے بنیاد اسکا اپنے دونوں بیٹوں کو نواب کے سپرد کردیا اُنکے متروکات میں بیس لاکھ
بعضے قریب نقد و جنس تھا اُنکے بھی کمسن تھے۔ چونکہ نواب وزیر حسن خدمات
ایک خان سے مسرور تھے اسلیے وہ مال واسباب ضبط نہ کیا اُنکی اولاد کو بخشدیا
تنخواہ بھی اُن کے بیٹوں پر مقرر کردی۔
شیو پرشاد نے فرح بخش مین لکھا ہے کہ حیدر بیگ خاں کے بعد راجہ ٹکیت راے
ات پر نظم و نسق کاروبار کا مقرر ہوگیا جو سابق میں چاروں صوبوں کا دیوان
کارپرداز مالی و ملکی تھا اور اُسکو وزیر نے مہاراج ادھراج رمدار اجہ ٹکیت راے بہادر
خطاب دیا اور راجہ جھیت راے جرانے کا کام کرتا تھا اور راجہ بلاس راے پیشکار
بخشی گری کا کام کرتا تھا۔ گیان پرکاس مین نواب آصف الدولہ کے ہندو کارپردازوں
کا اس طرح تذکرہ کیا ہے کہ راجہ خوشحال راے پسر راجہ نول راے الہ آباد کا صوبہ دار
رہا اور راجہ بھگوانداس کا بڑا بیٹا راے بہادر سنگھ اور چھوٹا بیٹا راے مالک رام
دونوں جھاؤلال کی رفاقت میں کام کرتے ہیں اور کارخانجات کے کاموں پر
مامور ہیں اور راجہ بھگوانداس جو راجہ جھاؤلال کا بڑا دوست تھا خطاب اُنکی

کہ اول ملاقات مین آصف الدولہ نے گورنر جنرل کو تحفے پیش کیے اُنھون نے
کچھ نہ لیا اور وہی عذر بیان کیا جو حیدر بیگ خان سے کیا تھا۔ جب آصف الدولہ
گورنر جنرل سے ملنے کو گئے تو اُنھون نے ولایت فرنگ و انگلستان کے تحفے نوار
دیے نواب نے اُنکی خاطر سے دو ایک چیزین لے لین باقی وہین چھوڑ دین
گورنر جنرل آصف الدولہ سے رخصت ہو کر بنارس کی سیر
۱۲۰۲ ہجری مین ایک عہدنامۂ تجارت سرکار کمپنی سے آصف الدولہ نے سیرگاہ وشکارگاہ
کی رو سے ایک محصول فی صدی قیمت اجناس پر لینا تجویز ہوا اور سامان وزیرعلیخان
کو ممانعت ہوئی کہ محصول گذرات کا نہ لیا کرین۔

## امیر الدولہ حیدر بیگ خان کی وفات۔ ملکی انتظامات پر تعمیر کیا

حیدر بیگ خان مدت تک اودھ کے انتظام مین مصروف رہے۔ نواب
کے خیر طلب تھے تشخیص اور تحصیل کا کام خوب کیا رعایا بھی راضی رہی مگر فوج
مین انگشت نما تھے۔ شیو پرشاد نے فرح بخش مین لکھا ہے کہ حیدر بیگ خان نے
کلکتے جا کر ایسا معاملہ درست کیا کہ کوئی صاحب حکم فرنگی نواب کے علاقے مین نہین رہا
مگر اسقدر خرابی کی کہ سپاہ کی تنخواہ کم کر دی اور ملک کی خبرگیری کی حیدر بیگ خان
ایک سال سے ضعف معدہ کے عارضے مین مبتلا تھے مگر دو تین مہینے سے دستون
کا ایسا عارضہ پیدا ہوا کہ اُٹھنے بیٹھنے کی طاقت جاتی رہی علاج سے کسی طرح
نفع نہوا اوائل ذیقعدہ ۱۲۰۶ ہجری مین شہباز اجل کا شکار ہوے کشمیری باغ
واقع لکھنؤ مین دفن ہوے۔

رر اخراجات فوج وغیرہ نواب صاحب کے خط کے ساتھ مرسل خدمت ہے اور
میں ایک ہنڈی اُس قدر روپے کی جس قدر دو میول صاحب نے فرمایا تھا کہ
ماہ فروری ۱۸۰۳ء تک فوج کو چاہیے بھیجتا ہوں اور دو ہنڈیاں اُس روپیہ
کی بابت بھی جو شاہزادوں اور نواب سعادت علی خاں کی تنخواہ کا فروری ۱۸۰۳ء
تک ہے بھیجتا ہوں یہ سب حضور کے ملاحظے میں گذریگی۔ چونکہ مجھے سفر میں
بہت عرصہ ہوگیا اِسلیے اکثر طریق کارروائی میں بدانتظامی واقع ہوئی ہے اور
توقف اور تساہل بھی زر سرکار کمپنی کی ادائی میں ہوگیا اور اب کہیں یہاں
آگیا ہوں اور فصل کے تردد وغیرہ کا وقت ہے میں سرکار کے کام میں مصروف
ہوں اور اللہ کی مدد اور حضور کی عنایات سے ہر ایک کام کا انتظام ہوجائیگا
اور جو زر باقی کرنیل اسکاٹ صاحب اور دوسرے صاحبان انگریز کا ہے وہ حسب
بعد تحقیقات آخر ماہ فروری ۱۸۰۳ء تک ہوگا ہنگام دعوت تک ادا ہو جائے گا
روپیہ قسط بندی بابت اخراجات فوج ابتدائے مارچ ۱۸۰۲ء سے جون ۱۸۰۲ء
تک سرکاری خزانے میں داخل ہوگیا اور آیندہ اللہ کی حمایت سے ماہ بماہ
قسط بندی کے مطابق ادا ہوتا رہے گا۔ امید کہ تحریرات عالی سے سرفراز
ہوتا رہوں۔

## گورنر جنرل کی لکھنؤ میں تشریف آوری۔ عہدنامۂ تجارت

کارن والس صاحب آپ ہی لکھنؤ میں آئے سلطنت کی طرف سے رسم استقبال
اور دعوت علی قدر مراتب حسن وخوبی کے ساتھ ادا ہوئی۔ تاریخ مظفری میں لکھا ہے

ضلع مذکور کا مناسب متصور ہو تو معقول پنشن نواب مظفر جنگ کے لیے مقرر کرون اور نواب مظفر جنگ کی ماں اور اُنکے بھائی دل دلیر خان اور راے دیپ چند دیوان سابق نے جو خواہش دلی گورنمنٹ انگریزی کمپنی کی نسبت ظاہر کی ہے یہ ضرور ہے کہ کچھ گذارہ اُن کا بلا واسطہ نواب مظفر جنگ کے مقرر ہو چونکہ نواب کی دشمنی اُن کے ساتھ ظاہر ہے اور دل دلیر خان پر گورنمنٹ انگریزی کا اعتبار ہونے کی وجہ سے یہ اندیشہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر اُسکی حفاظت نہو گی تو مظفر جنگ کی وجہ سے اُس کو تکلیف ہوگی مین اُسکے واسطے کچھ گذارہ مظفر جنگ کی زر پنشن مین سے مقرر کر کے لکھنؤ کے رزیڈنٹ کی معرفت اُسکو دلایا کرون مین ان سب اُمور مین آپکے حکم کی تعمیل کرون گا اور مظفر جنگ کی ماں اور دل دلیر خان اور راے دیپ چند کو رزیڈنٹ کی معرفت گذارہ دلوایا کرون گا اور اُن کو حفاظت مین رکھونگا امید کہ ملاقات حاصل ہونے تک تحریرات سے معزز اور مسرور ہوتا رہون اس خط کے ساتھ پچاس لاکھ روپے کی قسط بندی بھی بھیجی گئی تھی۔

حیدر بیگ خان نے اپنی طرف سے بھی ایک عریضہ گورنر جنرل کو بھیجا جسکا مضمون یہ ہے "سابق مین ایک عرضی اپنے لکھنؤ مین پہونچ جانے کے حال کی حضور کی خدمت مین بھیجی ہے یقین ہے کہ ملاحظے مین گذری ہوگی۔ اب حضور کی تحریر دوستانہ کا جواب نواب وزیر کی جانب سے بھیجا جاتا ہے اُس سے حضور کی صفائی جو کا حال نواب وزیر کی طرف سے واضح راے عالی ہوگا حضور نے اُن کے اُمور مین از حد مہربانی ظاہر فرمائی ہے اور یقین ہے کہ آیندہ بھی وہ ہی عنایات اُنکی نسبت مرعی رہینگی کیونکہ اُن کو حضور کی ذات سے نہایت توقع ہے ایک فرد قسط بندی

جو فوج اب فتح گڑھ اور کانپور میں ہے وہ بدستور قائم رہے اور اپنے بھائی سعادت علی خان اور سرداران روہیلہ کی تنخواہیں اور ریذیڈنٹی اور دوسرے انگریزوں اور ریذیڈنٹ ہمراہی مہاراجہ سیندھیا کے اخراجات اور ڈاک کا خرچ وغیرہ بھی جو آپنے پچاس لاکھ روپیہ مقرر کر دیا ہے کہ میں دیا کرون یہ مجھے منظور ہے۔ اور آپ نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ میرا خرچ اس پچاس لاکھ سے زیادہ نہ ہوگا اور کسی طرح کا مطالبہ اسکے سوا نہوگا۔ اور یہ بھی درج فرمایا ہے کہ جب کبھی کوئی ان دو برگیڈ میں سے یا رسالہ سوارون میں سے واپس طلب کیے جائینگے یا زیادہ کمی اس فوج میں ہوگی تو کمی خرچ کے مطابق روپیہ کی کا اس پچاس لاکھ میں سے مجرا ہوگا میں یہ بھی منظور کرکے درد قسط بندی ارسال کرتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ آپ ہمیشہ مہربان اور عنایت فرما میرے حال پر ہینگے جس سے میری بہبودی اور آسایش کا باعث ہوگا آپکے مہربانی نامے کے ہر امر کا جواب میں نے بیان دیا ہے اسوجہ سے کہ میں نے سنا ہے کہ آپ ضرور اس نواح میں تشریف لائینگے پس بروقت ملاقات ہر امر میں دوستانہ گفتگو کی جائیگی۔ اب یہ خیال کرکے کہ آپ کے حکم کی تعمیل اور آپکی رضا جوئی اہم مراتب دوستی سے ہے میں نے اپنی منظوری تحریر کی۔ فرخ آباد کے بارے میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ وہ مثل سابق میرے ماتحت رہیگا اور ریذیڈنٹ جو وہاں مقیم ہے وہ خواہ اس وقت جو ۱۱۹۶ فصلی کے ختم ہونے کے بعد برخاست ہوگا اور سنہ مذکور کے بعد وہ وہاں رہیگا اور نہ کوئی اور اسکی جگہ مامور ہوگا۔ اور آپ حکم دیتے ہیں کہ میں مظفر جنگ کے ساتھ مہربانی سے پیش آؤں اُنکے حقوق کا لحاظ رکھوں۔ اور جبکہ انتظام امور

اس قدر شکر گذار ہون کہ اُسکا ایک شمہ بیان کرنے کے واسطے دفتر چاہیے یہ مشہور ہے کہ نواب مرحوم کی زندگی مین اور اُنکے انتقال کے وقت اور میری جانشینی اور حکومت کے زمانے مین انگریزون کی دوستی کامل اور مستحکم اور بے ریا رہی ہے اور اللہ کی عنایت سے آیندہ یوماً فیوماً ترقی پذیر ہوگی اس وقت مین ایسا بڑا رئیس صاحب علم وخبر اختیارات کل اور حکومت کامل کے ساتھ میرے ملک کے انتظام کے واسطے آیا مین سمجھتا ہون کہ ایسے رئیس کا ورود صرف میری خوش نصیبی سے ہوا مجھے امید قوی اور اطمینان کامل ہے کہ میرے تمام کام میری مرضی کے موافق سرانجام پائینگے فوج مقیم فتح گڑھ کے قائم اور جاری رہنے کے باب مین جو آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ وہ مثل سابق قائم رہے مین نے بخوبی غور کیا اور سمجھا باوجودیکہ میرے ملک کا بڑا صرف اُس فوج کے سبب سے سال بہ سال ہوتا ہے سابق مین جو عہد و پیمان سرداران انگریزی کے ساتھ اس بارے مین ہوئے ہین اور جس طریق پر یہ معاملہ بہت سی گفتگو کے بعد طے ہوا ہے اُس سب سے آپ بخوبی واقف ہین بہر حال مجھے آپکی توجہ سے بہتری اور بہبودی کی اُمید ہے اور مجھے لازم آیا کہ اُس کا اصل مفصل حال بیان کرون مگر مین نے سُنا ہے کہ آپ اس طرف تشریف لاتے ہین یہ میری عین دلی خواہش ہے اور آپکی ملاقات سے مجھے خوشی حاصل ہوگی اس واسطے اس مطلب کو اُس وقت پر منحصر رکھا۔ اور یہ ضروری تصور کیا کہ اول آپکی مہربانی حاصل کرون بعد اسکے آپ مہربانی والطاف سے جو مشہور عام ہے وہ تجویز فرمائین جو میری بہبودی اور خوشی کا باعث ہو اور آپ کو بھی منظور ہو اس لیے آپکی رضامندی اور خوشی کے قائم رکھنے کے لیے مین منظور کرتا ہون کہ

صراحت کے ساتھ حیدر بیگ خان سے ان تحائف کے نہ لینے کا عذر کر دیا حیدر بیگ خاں
تھوڑے دنوں کلکتے مین رہ کر گورنر جنرل سے رخصت ہوے اور جس راستے سے
گئے تھے اسی راستے سے لوٹے۔ عظیم آباد مین بانکی پور کے پاس چند روز توقف کر کے
لکھنؤ پہونچے اس سفر میں بہت سار دپیہ اہل حاجات کو دیا تھا بعض کہتے ہین کہ
انھون نے اس کام میں ایک لاکھ روپیے صرف کیے بعض اس سے بھی زائد بتاتے
ہیں۔ اس کارروائی کے ظہور سے نواب آصف الدولہ حیدر بیگ خاں سے بہت
خوش ہوے اور انکو سب سے زیادہ دولتخواہ سمجھنے لگے۔

## نواب وزیر کی طرف سے گورنر جنرل کی تحریر کا جواب

نواب وزیر نے گورنر جنرل کی تحریر کے جواب مین ایک خط جولائی ۱۷۸۶ء میں
اُن کو لکھا کہ آپکی دوستانہ تحریر پہونچی مضمون اُس کا یہ ہے کہ کمپنی کا اور آپ کا یہ صمیم
ارادہ ہے کہ میری حکومت اور انتظام میں مداخلت نہ ہوگی اور ریذیڈنٹ لکھنؤ کو
حکم تاکیدی ہوگا کہ وہ نہ آپ مداخلت کرے گا اور نہ کوئی شخص آپکا ماتحت کسی طرح کی
مداخلت کرنے پائیگا۔ اور میرے ملک کی حکومت میرے اور میرے اہلکارون کے
متعلق رہے گی۔ اور غیر کی مداخلت بالکل مسدود ہوگی۔ نواب حیدر بیگ خاں نے
اُن سب اُمور کو مفصل بیان کیا جو آپکی مہربانی اور الطاف کے سبب میرے
کاموں کے بندوبست کرنے کا باعث ہوے مجھے نہایت خوشی ہوئی مین ہمیشہ
آپکی نیک نیتی کے تصور میں خوش تھا اب اُس کے نتیجے دیکھ کر خوش ہوتا ہوں اور

اور نواب سعادت علیخان اور سرداران روہیلہ کا خرچ اور نیز زرِ بقاے مسٹر اندرسین ادا کردین اور باقی جو کچھ رہے گا وہ حساب کے کاغذات سے حکم ہوگا اور اس گورنمنٹ کے قرضے کے طور پر آپ کے ذمّے تصور نہ کیا جائے گا جو مطالب کہ اس مین لکھے گئے ہین اُن کے بارے مین اکثر گفتگو حیدر بیگ خان سے ہوئی وہ آپکا بڑا خیر خواہ ہے اور دونون سرکارون کا دوست ہے اور چونکہ وہ آپ کے کُل اُمور سے واقف اور آپ کا معتبر ملازم اور وزیر اعظم ہے اسلیے مین نے اُسکو امورِ فوائد باہمی کا مجاز تصور کرکے بلا تامل اُس سے وہ سب حال جو میری راے مین فوائد طرفین کی ترقی کے لیے مناسب اور مفید متصور ہوا کہا ہے اور میری راے مین اُس سے کہنا بمنزلے آپکے ساتھ کہنے کے ہے مگر چونکہ آپ کی منظوری بھی شرائط مقبولہ حیدر بیگ خان کے لیے ضرور ہے اس لیے مین نے مناسب تصور کیا کہ علت غائی اُس کی اس تحریر مین درج کرون باقی حال مفصل حیدر بیگ خان آپ سے بیان کرے گا۔ آپ اطمینان رکھین کہ نہایت ایمانداری سے تمام شرائط کی تعمیل آنریبل کمپنی کی طرف سے کرونگا ۔

طلسم ہند مین لکھا ہے کہ حیدر بیگ خان نے کروڑ روپے کا جواہرات گورنر جنرل کی نذر کیا تھا اُنھون نے اپنی عالی ہمتی سے کہا کہ اس تحفے کے عوض کونسی نایاب شے نواب وزیر کے پاس اپنی طرف سے روانہ کرون اس سے بہتر یہ ہے کہ یہی تحائف نواب وزیر کو ہماری طرف سے پہونچادو۔ تاریخ مظفری مین بیان کیا ہے کہ گورنر جنرل نے آصف الدولہ کے تحائف اس وجہ سے نہین قبول کیے کہ وہ ولایت مین انجیل اُٹھاکر آئے تھے کہ مین ہندوستان کے کسی رئیس کا تحفہ نہین لون گا اور اُنھون نے

اور انگریزی رزیڈنٹ وہاں سے اب خواہ بعد اختتام ۱۲۹۴فصلی کے طلب کرلیا جائے گا اور بعد اس سنہ کے وہ وہان رہے گا اور یہ دوسرا امور ہو گا اس بارے مین بسبب اس کے کہ ابتک مداخلت اس گورنمنٹ کی اُس ضلع کے بندوبست میں تھی مین آپ کو اطلاع دینی مناسب تصور کرتا ہون کہ آپ نواب مظفر جنگ کے حقوق کا لحاظ رکھینگے اور اگر کسی وجہہ سے آپ کو فرخ آباد کے معاملات کا انتظام کرنا پڑے تو آپ وعدہ کرین کہ آپ اُس علاقہ کی آمدنی سے کافی روپیہ مظفر جنگ کے اچھی طرح گذارے کے لائق علیٰحدہ کردینگے اور چونکہ مظفر جنگ کی ماں اور بھائی دل دلیر خان اور دیپ چند دیوان سابق نے انگریزی گورنمنٹ کے ساتھ وجوہ دوستی ظاہر کی ہین اس لیے یہ بات ضروری ہے کہ کچھ گذارہ انکے لیے بلا واسطہ مظفر جنگ تجویز ہو۔ یہ مشہور ہے کہ دل دلیر خان کو مظفر جنگ اپنا دشمن تصور کرتا ہے اور جو اعتبار کہ دل دلیر خاں پر اس گورنمنٹ کا ہے اُس کی وجہ سے اندیشہ ہے کہ اگر اُسکی پورے طور پر حفاظت نہ ہوگی تو وہ مظفر جنگ کی خفگی سے نقصان اُٹھائے گا اس لیے میری آرزو ہے کہ آپ وعدہ کریں کہ خاص اُن لوگوں کی پنشن مظفر جنگ کے خرچ مین سے اُن کو علیٰحدہ رزیڈنٹ کی معرفت دلوایا کرین۔ اُس حساب کی رو سے جو آپکے اور کمپنی کے درمیان مین ہے ظاہر ہوتا ہے کہ آپکے ذمے بہت باقی ہے مگر حسب حیثیت مذکورہ بالا میں نہین چاہتا کہ آپکو زیادہ دینے کی تکلیف ہو۔ مگر جو ضروری اخراجات ہون اُس کا ادا کرنا ضرور ہے میں اس واسطے صلاح دیتا ہون کہ اب جس تاریخ سے یہ عہدنامہ قرار پائے گا آپ اُس تاریخ کو تمام بقایاے تنخواہ فوج جو آپ کے ملک میں موجود رہے اور رزیڈنسی

آپ کے دربار مین رہے گا مگر چونکہ یہ راے کمپنی کی ہے اور میرا ارادہ ہے کہ آپکی حکومت
مین کسی طرح کی مداخلت نہ کی جائے اس لیے احکام تاکیدی رزیڈنٹ کے نام جاری
ہون گے کہ وہ مداخلت خود نہ کرے اور نہ کسی رعایاے انگریزی کی طرف سے
معافی محصول وغیرہ کا یا کسی اور طرح کا دعوے بذریعہ حکم گورنمنٹ انگریزی کے
پیش کرائے گا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ تمام انتظام آپ کے ملک کا آپ کے اور آپکے
اہلکارون کے سپرد رکھ کر مین غیر کی مداخلت کا انسداد کرونگا اور تاکہ یہ امر بلاحجت
وقوع مین آئے مین صلاح دیتا ہون کہ آپ کسی یورپین کو اپنے ملک مین بغیر میرے
حکم تحریری کے رہنے ندین اور اگر مین کسی کو ایسی اجازت یا حکم دون گا تو اُسکی نقل
آپکے پاس بھیجی جائے گی اگر کوئی یوروپین بغیر میری اجازت تحریری کے آپ کے
ملک مین جاکر رہے تو آپ اُس کو زبردستی اُٹھا دین اور اگر اُس کی طلبی ہو تو
آپ صاحب رزیڈنٹ کے پاس جو کمپنی کی جانب سے رہے گا اُس کو بھیجدین مین
نے جو حالات گذشتہ ملاحظہ کیے اور آپکی دوستی کا حال جو آپ کے اور کمپنی کے
درمیان مین مشہور و عام ہے دیکھا تو مجھے حال ذیل لکھنا مناسب تصور ہوا۔ کہ چند
سال گذشتہ مین آپکے ملک والون نے خود غرضی سے اکثر استغاثے گورنمنٹ انگریزی
مین کیے ہین جسکے سبب سے بدنامی آپ کے انتظام کی ہوئی ہے میرا ارادہ یہ ہے
کہ اسکا انسداد ہو اور مین نے کچھ توجہ اُن کے استغاثے پر نہین کی ہے۔ گرچونکہ
دوستی باہم مشہور ہے اس لیے اگر آپ انصاف کو کار فرمائین تو طرفین کی نیکنامی
اور شہرت کا موجب ہے۔
فرخ آباد کے بارے مین عہدنامہ چارگڑھ کی شرط چہارم کا لحاظ رہے گا

تمام ملک ہندوستان میں دیکھو فساد اور خرابی ہو رہی ہے مگر آپ کے ملک میں
امن و امان جاری ہے اس صلاح کی تائید میں اور بہت سے دلائل قوی بیان
ہو سکتے ہیں مگر میری رائے میں جس قدر میں نے بیان کیا ہے اُس کا نتیجہ بھی کم نہیں
اور اُس سے آپ کی رائے میں بھی میری صلاح قرین مصلحت ہو گی اس واسطے
زیادہ طول دینا مصلحت نہیں رکھتا میرا مصمم ارادہ یہ ہے کہ آپ کو تکلیف اُس
خرچ سے زائد جو کمپنی کا آپ کی دوستی اور آپکے ملک کی حفاظت کے باعث سے
ہوتا ہے نہ دی جائے اور جو حساب میرے پاس ہے اُس سے ظاہر ہے کہ پچاس لاکھ بیس ہزار
سکہ سولہ سنہ کا خرچ ہوتا ہے۔اسی روپے میں نواب سعادت علی خان کا وثیقہ اور
روہیلوں کی تنخواہ اور رزیڈنٹ منجانب گورنمنٹ انگریزی کے اخراجات شامل
ہیں۔القصہ میری تحریر اور نیت یہ ہے کہ اُس عہدنامے کی منظوری کی تاریخ سے
آپ سے زیادہ اُس پچاس لاکھ روپے سے نہ لیا جائے گا اور کسی طرح کا مطالبہ نہ ہو گا
اگر آپ بعد ازیں کمپنی سے زیادہ فوج طلب کرینگے تو اُس کا خرچہ واجبی اس کے سوا
آپ کو دینا ہو گا اور اگر کوئی ہر دو برگیڈ یا رسالہ سواران میں سے واپس طلب
کیا جائے گا یا فوج میں زیادہ کمی ہو گی اُسی قدر حساب واجبی کر کے آپکو دلاؤنگا۔
اس شرط سے کہ اس عہدنامے کے مطالب میں کوئی وجہ اختلاف رائے کی باقی نہ ہے
میں آپکو اطلاع دینا ضروری تصور کرتا ہوں کہ اگر کسی ضرورت پر کچھ تبدیلی اس
فوج میں واقع ہو خواہ افزادی یا کمی رسالہ سواراں و پیادگاں کی تو یہ شرائط
مانع اُسکی نہوں گی اگر کل فوج میں زیادہ کمی واقع نہو اور یہ بھی واضح ہو کہ اس
تبدیلی کے عوض کچھ زیادہ آپ سے مطالبہ نہو گا۔ایک رزیڈنٹ جیسا اسوقت ہے

خیال مین نہین ہے مگر آخر کار آپ کے مُلک کی حفاظت فوج موجودہ مُلک پر
منحصر ہو گی اور جب تک فوج آپ کے مُلک مین رہے گی اُس وقت تک کوئی خیال
فوج کشی بھی آپکے اوپر نکرے گا اور یہ بات ظاہر ہے کہ فوج کمپنی کی دلاوری
اور قوت اکثر جنگاہون مین آزمائی گئی ہے یہان تک کہ جب اُسکے دشمن کی فوج
اُس سے بیس گنی بھی زیادہ تھی تاہم اُسکی قوت اور طاقت ظاہر ہوئی ہے اور
خدا کی برکت سے وہ ہمیشہ اپنے دشمن پر زور آور رہے گی اور فتحیاب ہو گی۔
مگر چونکہ ہمیشہ واقعات جنگ مین شبہ رہا کرتا ہے تو عقل و احتیاط مقتضی اسکی
ہے کہ ہر ایک تدبیر ممکن الوقوع عمل مین آئے تاکہ یقین فتح ہماری طرف عائد ہو
آپکو بھی معلوم ہو گا کہ کچھ نسبت کمپنی کی فوج مین اور آپکی فوج مین نہین ہے
اور یہ کہ بغیر مدد کمپنی کی فوج کے آپکی حکومت اور آپ کا ملک محفوظ نہین رہ سکتا
مجھے یقین ہے کہ اگر آپ میری راے پر غور کرینگے تو آپ کو راستی میرے بیان کی
معلوم ہو گی اور آپ قیام ایسی فوج کا منظور کرینگے جس کی دلاوری اور قواعد پر
اعتبار کلی ہے اُنکے مقابلے مین جو قواعد جنگ کچھ نہین جانتے اور مجھے شک نہین کہ
آپ خرچ زائد اس فوج کا منظور کرینگے کیونکہ اس سے حفاظت ملک مقصود ہے
اس واسطے مین بلاتامل صلاح دیتا ہون کہ آپ اُس قدر اپنی فوج کو برخاست
ینگے جس قدر اس زائد کارآمد فوج کے قیام کے واسطے مکتفی ہو گا اور یہ بھی آپ
معلوم ہو کہ جس قدر روپیہ اس فوج کے لیے ضروری ہے وہ آپ کے مُلک مین
ف ہوتا ہے اصل مطلب اس صلاح کا یہ ہے کہ آپ کے مُلک کی حفاظت کی تدبیر
ی ہو اور آپ کو اس امر کا یقین ہو گا کہ ہماری حمایت کا فائدہ کیا ہے۔ کیونکہ

۲۲۴ ۱۱ روپیہ سالانہ کا تھا فقط احمث کی تنخواہ ۲۲۸ روپیہ سالانہ تھی
ہیسٹنگز صاحب جب لکھنؤ مین آئے تھے تو ان کا باڈی گارد مقرر ہوا تھا وہ
برخاست کیا غرضکہ لارڈ کارن والس نے روپیے کو گھٹا کر پچاس لاکھ روپیہ سالانہ
خراج نواب کے ذمے رکھا مگر بباعث ضعف انتظام نواب کم کرنا فوج انگریزی
حسب عہد نامہ ۱۷۸۱ء مناسب تصور نہیں ہوا اور گورنر جنرل نے ۱۵ اپریل
۱۷۸۶ء کو نواب کو لکھا کہ جو عہد نامہ انگریزی کمپنی اور نواب شجاع الدولہ کے
درمیان ہوا تھا اُس مین طرفین کا نفع ملحوظ رکھا گیا ہے اور وہی مطلب آپ کی
اور کمپنی کی دوستی اور اتفاق مین ملحوظ رہا ہے پس جو اتفاق طرفین کی بہبودی
اور رفاہ کے واسطے ہو اُس کو پائدار ہونا چاہیئے اس سبب سے جب سے کہ میری
تقرری یہاں امورات کے انتظام کے لیے ہوئی ہے میری نیت ہمیشہ اسپر متوجہ
رہی ہے کہ یہ اتفاق دوستانہ مضبوط اور مستحکم ہو چونکہ مین کمپنی کے اور آپکے ملکون
کو یکساں تصور کرتا ہون تو حفاظت آپکے ملک کی ضروری ہوئی اس سبب سے کہ
وہ سرحدی ملک ہے اور اُس مین غیر کا حملہ ممکن ہے اور یہ حفاظت کمپنی کی فوج
کی مدد کے بغیر بخوبی نہین ہوسکتی اس لیے میں آپ کے روبرو وہ امور ظاہر کرتا ہون
جو مدت سے غور و تامل کے بعد میرے نزدیک مناسب ہین۔ فوج مقیم فتح گڈھ کے
باب مین جسکی برخاستگی عہد نامۂ چنار گڈھ ۱۷۸۱ء کے مطابق ہوئی ہے میں صلاح
دیتا ہوں کہ وہ برخاست نہ کی جائے بلکہ وہاں مقیم رہے۔ یہ صلاح اس وجہ سے
دیتا ہوں کہ آپ کا ملک وسیع ہے اور جو فوج وہان مقیم ہوگی وہ آپ کے ملک
کی حفاظت کے واسطے ضرور کار آمد ہوگی۔ اگرچہ بالفعل کوئی فوج کسی آپکے ملک پر

## لارڈ کارن والس کے پاس کلکتے کو حیدر بیگ خان کا آصف الدولہ کی طرف سے جانا تاکہ سپاہ انگریزی کا بوجھ ریاست کے سر سے اُتاریں

جبکہ ہیسٹنگز صاحب کی جگہ لارڈ کارن والس گورنر جنرل ہوے تو آصف الدولہ نے حیدر بیگ خان کو کلکتے کو بھیجا۔ حیدر بیگ خان آخر محرم ۱۲۰۰ھ ہجری مطابق نومبر ۱۷۸۶ء مین براہ خشکی لکھنؤ سے کلکتے کی طرف روانہ ہوے ۹ ربیع الاول کو عظیم آباد پٹنہ کے علاقے مین پہونچے ایک دن وہان ٹھہر کر آگے کو کوچ کیا۔ کلکتے کو پہونچکر گورنر جنرل سے ملے۔ نواب آصف الدولہ کا اُنکے بھیجنے سے مطلب یہ تھا کہ سپاہ انگریزی کا بوجھ اپنی گردن سے ٹالیں۔ اور فتح گڑھ کے برگیڈ کو جس کے بلا لینے کا وعدہ ہیسٹنگز صاحب کر گئے تھے اپنے ملک سے نکالیں حساب دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نواب نو برس سے چہر اسی لاکھ روپیہ سالانہ انگریزون کو دیتے تھے ۱۷۷۵ء کے عہدنامے کے مطابق اُن کو ۳۱۲۰۰۰۰ روپیہ اور ۱۷۸۱ء کے صلح نامے کے موافق ۳۴۲۰۰۰۰ روپیہ دینا چاہیئے تھا۔ گورنر جنرل نے جو ملازمان نواب اودھ کا روپیہ بیٹھے کھائے تھے اُس کا انتظام کر دیا اور بہت خرچ گھٹا کر ایک پورے برگیڈ کا خرچ اُنکے ذمے رکھا جو ہمیشہ اُن کی حفاظت کے لیے تیار رہے کیونکہ سکھون کا خوف اودھ کے پیچھے لگا ہوا تھا اسی قدر سپاہ اُن کے ملک کے لیے کافی تھی پامر صاحب کو جو گورنر جنرل کے اجنٹ صرف اس لیے رہتے تھے کہ نواب آصف الدولہ اور گورنر جنرل کے خطوط ایک دوسرے کے پاس پہونچائین موقوف کر دیا اس اجنٹ کا خرچ

جو محرر لکھنؤ میں رہتے تھے اُنھوں نے اس کا سبب یہ لکھا کہ جب حیدر بیگ خاں کو یہ حال معلوم ہوا تو اُنھوں نے نواب سے عرض کیا نواب اُسی وقت سوار ہوکر ریذیڈنٹ کے پاس پہونچے اور اُس سے سارا واقعہ بیان کیا ریذیڈنٹ نے کانپور کی انگریزی فوج کے سپہ سالار کو لکھا کہ فوج واپس کرلی جائے اور کوئی سختی و نقصان جاگیر کے گاؤں میں نہ پہونچنے پائے چنانچہ یہ سپاہ اس لیے لوٹ گئی دو دن کے بعد حیدر بیگ خاں کا خط جواہر علی خان کو اس مضمون کا پہونچا کہ بظاہر تمھاری جاگیر کے آدمیوں نے انگریزی سپاہیوں پر زیادتی کی ہوگی اس لیے فلاں فلاں آدمیوں اور کوتوال اور سپاہیوں کے حامل کو لکھنؤ کو روانہ کردو یہاں اخوند احمد علی نے پہلے ہی بندوبست کرکے سب کو پکڑ کر پابزنجیر کرلیا تھا اُن سب کو سپاہیوں سے ملاکر لکھنؤ کو بھیجدیا جہاں چھ ماہ تک روبکاری رہی اور آخرکار انگریزی سپاہیوں کا قصور ثابت ہوا اور ان بیچاروں نے نجات پائی۔

## نواب سالارجنگ کی وفات

۱۲۱۱ ہجری میں نواب سالارجنگ کا مزاج علیل ہوا بہو بیگم صاحبہ والدہ آصف الدولہ بھائی کی عیادت کے لیے فیض آباد سے لکھنؤ میں آئیں اور ڈیڑھ مہینے روزانہ مچھی بھون سے سوار ہوکر اُنکے مکان میں مزاج پرسی کے لیے جاتیں جب بیماری نے طول کھینچا تو فیض آباد کو لوٹ گئیں اور چند روز کے بعد نواب سالارجنگ نے رحلت کی۔

کلکتے سے لکھنؤ تک بیٹھی ہوئی تھین اخوند احمد علی نے ہر عامل کو تاکید کر دی تھی کہ ان ہرکارون کی حفاظت بخوبی کرتے رہین ایسا نہ ہو کہ ان کو کسی بات کی تکلیف پہونچے اور حکام بالا تک شکایت جائے۔ اتفاقاً سات تلنگے دو کشتیاں لے کر گنگا کو اُتر کر میر گنج مین آئے اور غلہ خریدنے کا قصد کیا باہم خرید و فروخت مین تکرار ہوگئی کئی دوکان دارون کو اُنھون نے مارا پیٹا بازاریون کو معلوم نہ تھا کہ یہ انگریزون کے نوکر ہین اور کانپور سے آئے ہین سپاہیون نے اتنی سختی کی کہ ایک بنیے کو تلوار سے گھائل بھی کر دیا۔ پینٹھ کا دن تھا ہر قسم کے آدمی بہت سے جمع تھے سب نے ایکا کر کے مقابلہ شروع کیا سپاہی گھبرا گئے اور ڈر کر بھاگے اور گھاٹ پر کشتیون مین بیٹھنے کے لیے آئے قضارا کشتیون مین پہلے سے آدمی بیٹھ گئے تھے جس سے یہ سوار نہو سکتے تھے کیونکہ بوجھ سے کشتیاں چل نہ سکتی تھین پیچھے پیچھے بازاریون کی پکار تھی کشتیون کا بوجھ چلنے سے مانع تھا۔ جب بہت شور و غل ہوا تو کشتیون کے آدمی کود کود کر پانی مین جا پڑے اور تلنگون نے اُن مین سوار ہو کر کشتیاں چلا دین یہ سپاہی کانپور پہونچے اور وہان اس واقعہ کی اپنے افسر سے شکایت کی اُس نے ایک پلٹن اور نو توپین تدارک کے لیے بھیجین جب یہ پلٹن دریا کو عبور کر کے آئی تو ہر طرف خوف سے شور نشور برپا ہوگیا سادات رسول پور و مصطفےٰ آباد کی عورتین بے حد خوف کی وجہ سے چادرین اوڑھ اوڑھ کر پیادہ گھرون سے نکل کھڑی ہوئین جس گانؤن مین جا کر پناہ ڈھونڈھتین وہان اپنی ہی بستی کا سا حال پاتین جب یہ خبر فیض آباد مین پہونچی تو یہان بڑی تشویش پھیلی بعد اس کے دوبارہ فیض آباد مین خبر آئی کہ وہ توپین اور پلٹن لوٹ گئی۔ بیگم صاحبہ کے

کہ ہم نہین جانتے ہین کہ ایک جوڑا کبوتر کا دمڑی کی مالیت ہوتا ہے لیکن ہمنے اس طفل کو سید کے نام سے سو روپے دیے ہین۔

حکایت پنجم ایک روز آصف الدولہ کی سواری بازار میں سے نکلی ایک دکان کوزہ فروش کی دیکھی کہ وہان صرف چھوٹی کوزیان رکھی ہین یہ ملاحظہ فرماتے ہوے چلے گئے اتفاقاً بعد ایک ہفتے کے پھر اُسی راستے سے سواری نکلی اور دیکھا کہ اُس دوکان مین وہ سب کوزیان بجنسہ رکھی ہین اور غالباً کوئی عدد اُسمیں سے فروخت نہیں ہوا ہے ایک نوکر کو حکم ہوا کہ ان کوزیون کے نہ بکنے کا سبب استفسار کرے دریافت ہوا کہ عشرۂ محرم گذر گیا ہے اور ان کوریوں مین اطفال کو سبیل کا شربت پلایا کرتے ہین اب بجز محرم آیندہ کے کوئی ان کو خرید نہیں کرے گا یہ سُنتے ہی نواب آصف الدولہ نے حکم دیا کہ یہ سب کوزیان خرید کرکے شربت کی سبیل لگاکے ان مین شہر کے بچون کو شربت پلادو اور آیندہ ہمیشہ یہ سبیل جاری رہے ایسا ہی عمل مین آیا اسکا خرچ کئی ہزار روپیہ سال تھا۔

## بیگم کی جاگیر مین رعایا اور انگریزی سپاہیون مین فساد ہونا

احمد احمد علی کانستی بھائی محمد بہرام پسر احمد میر امام الدین ملیح آبادی سلون خاص کا وحدار تھا اور ملیح آباد کا ایک ہندو جس کا نام بھوانی تھا میر گنج کا کوتوال تھا یہ میر گنج سلون سے سات کوس کے فاصلے پر جنوب کی جانب گنگا کے کنارے واقع ہے اس ضلع مین انگریزی ڈاک کے ہرکارے رہتے تھے اُنکی چوکیان

پستول سر کیا اُس کی ران زخمی ہوئی نواب صاحب نے فرمایا کہ ہمارا شکار لینا سہل نہین تھا اُس وقت مرزا حسن رضا خان نائب دربار کو آتے تھے اثنائے راہ مین ہنگامہ دیکھ کر اُس زخمی کا حال دریافت کیا ایک شخص نے کہا کہ یہ مجروح قوم کا سید ہے مرزا حسن رضا خان نے نواب آصف الدولہ کے پاس حاضر ہو کر عرض کہ وہ سپاہی مجروح قوم کا سید ہے یہ سُنتے ہی نواب مضطر و بے حواس ہو گئے اور پیادہ پا جا کر اُس سپاہی کو مکان مین اُٹھا لائے اور بہت عذر و معذرت کر کے اُس کا علاج کرایا اُس نے صحت پائی آخرش اس درجہ اُس کا مرتبہ بڑھایا کہ سوار اُسکی اردلی مین چلتے تھے۔

حکایت چہارم ایک مرتبہ نواب آصف الدولہ ایک باغ مین رونق افروز تھے اتفاقاً وہان ایک چودہ سال کی عمر کا لڑکا ایک پنجرے مین ایک جوڑا کبوتر کا لیے ہوے دور کھڑا ہوا نظر آیا نواب آصف الدولہ نے اُس لڑکے کو طلب کیا اُس نے وہ جوڑا کبوتر کا نذر کیا نواب صاحب نے اُسکے واسطے ایک روپے کا حکم کیا لڑکا ایک روپے کا نام سُنکر آبدیدہ ہو کر عرض کرنے لگا کہ مین سید زادہ ہون عرصہ ایک مہینے کا ہوا کہ اِس شخص کے باپ نے انتقال کیا ہے کہ بجز چند جفت کبوتر کے کچھ متروکہ اُسکا گھر مین نہین ہے مین دو روز کے فاقے سے یہ جوڑا حضور مین نذر کو لایا تھا سو حضور نے ایک روپیہ دینا تجویز فرمایا ہے یہ سُنتے ہی نواب صاحب نے کمال افسوس کیا اور سو روپے اُس کو عنایت فرمائے وہ لڑکا دعا دیتا ہوا وہان سے رخصت ہوا اُس مین داروغہ باغ کے لڑکے نے ہنسکر کہا کہ زہے قسمت اس لڑکے کی کہ دو ٹکے کے مال کے سو روپے لے گیا یہ سُن کر نواب صاحب نے پسر داروغہ کے کان پکڑ وائے اور فرمایا

کہ تلوار کے دیکھنے کا سبب یہ ہے کہ ہم لوگ محتاج و غریب سُنتے تھے کہ نواب آصف الدولہ بہادر پارس ہیں لیکن میری تلوار نواب صاحب کے ہاتھ مین پہونچے کے بعد بھی لوہے کا لوہا رہی سونے کی تلوار کیون نہین ہوگئی یہ سُنتے ہی نواب صاحب نے مسکرا کر فرمایا کہ اس کی تلوار کے برابر اشرفیان تول کر اس کے حوالے کرد آخرش ایسا ہی عمل میں آیا وہ دعا کرتی اپنے گھر کو روانہ ہوئی۔

اسی طرح کی ایک حکایت مولوی محمد حسین آزاد نے دربار اکبری میں خان خانان کے ذکر میں لکھی ہے کہ ایک دن دربار میں بیٹھا تھا اہالی و موالی اہل عرض و اہل مطلب حاضر تھے ایک غریب شکستہ حال آکر بیٹھا اور جوں جوں جگہ پاتا گیا پاس آتا گیا قریب آیا تو ایک توپ کا گولہ بغل سے نکال کر لڑھکایا کہ خان خانان کے زانو سے آکر لگا نوکر اس کی طرف بڑھے اس نے روکا اور حکم دیا کہ گولے کی برابر سونا تول دو مصاحبوں نے پوچھا کہا کہ یہ قول شاعر کا کسوٹی پر لگاتا ہے ؎

آہن کہ بپارس آشناست شد فی الحال بصورت طلا شد

**حکایت سوم** ایک روز نواب آصف الدولہ دولتخانے کے برآمدے پر بیٹھے ہوے تھے ہاتھ میں پستول تھا ایک چیل برآمدے کے اوپر اُڑ رہی تھی نواب صاحب نے پستول اُس کے مقابل کیا وہ چیل وائیں بائین ہو گئی یہان تک کہ تین مرتبہ ایسا ہی اتفاق ہوا ایک سپاہی برآمدے کے نیچے کھڑا تھا اور بندوق اُسکے ہاتھ میں تھی اُس نے اپنے دل مین خیال کیا کہ نواب صاحب کو اس چیل کی ہلاکت منظور ہے اُس نے بندوق اُسکی طرف چلائی چیل زمیں پر آپڑی نواب صاحب نے جو برآمدے جھک کر دیکھا اور معلوم ہوا کہ اس شخص نے چیل کو مارا ہے تو فی الفور اُسکی طرف

باہر ہے اور اِس قدر نقد و جنس محتاجون اور غریبون کو مرحمت ہوا کہ بیان سے افزون ہے اب چند حکایتین آصف الدولہ کی سخاوت و دریا دلی کی اِس رسالے سے لکھی جاتی ہین۔

**حکایت اول** بعض چغل خورون نے آصف الدولہ سے عرض کیا کہ بعض آدمیون نے حضور کی مہر بنالی ہے اور اُس مُہر سے پروانے ملک و معاش کے جاری تے ہین۔ اور سرکار کا مال اس فریب سے تلف ہوتا ہے جواب مین فرمایا کہ آخرش وہ لوگ یہ ملک و معاش کس کے نام سے جاری کرتے ہین عرض کی کہ مُہر خاص حضو کے نام کی تیار کرلی ہے فرمایا کہ بابا بات کا آل واحد ہے خواہ مین نے اجازت دی یا نہ دی دونون صورتون مین ہمارے ہی نام سے تو کھاتے ہین یہ سُن کر چغل خور منفعل و خجل ہوے۔

**حکایت دوم** ایک دن نواب آصف الدولہ بالاخانے کے برآمدے پر بیٹھے ہوے تھے اتفاقاً بالاخانے کے تلے نظر جا پڑی کیا دیکھتے ہین کہ ایک ضعیف عورت تلوار ہاتھون پر لیے ہوے نذر گذراننے کی اُمید پر کھڑی ہے نواب صاحب نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ اس ضعیفہ سے یہ تلوار لے کر ہمارے پاس لاؤ کہ ہم اُس کو ملاحظہ کرینگے نوکرون نے فی الفور وہ شمشیر حاضر کی نواب صاحب نے اُس تلوار کو ہاتھ مین لیا اور ساخت اُس کی خام لوہے کی دیکھ کر واپس کرنے کا حکم دیا جب وہ تلوار ضعیفہ کے پاس واپس آئی تو وہ اُس تلوار کو اُلٹ اُلٹ کر بار بار دیکھنے لگی نواب نے تعجب سے فرمایا کہ کیا ہمنے تیری تلوار کو بدل لیا ہے یا اس مین سے کچھ چھڑا لیا جو تو بار بار اُس کو بغور دیکھتی ہے ضعیفہ نے جو یہ بات سُنی تو پکار کر عرض کرنے لگی

ے فکرے ہیں اپنے ملک متصرفہ کی توجہ نہیں رکھتے پہاڑ کی فتوحات ان سے کیا ہوگی
مارس جیسا ملک آسانی سے چھوڑ دیا یہ اگر ادھر آتے ہیں تو ان کے آنے سے کوئی
حرج نہیں ان میں نیپال کے عزم کی کیا ہمت ہے غرضکہ نواب نے اس کے ساتھ
کوہ نوتوڑل پر بھی بحکلا ایک بنگلہ بنوایا اور ہر سال سیر کو جانے لگے۔
افضل التواریخ میں رام سہائے نے لکھا ہے کہ نواب آصف الدولہ کے ہاتھ
سے ہر وقت تسبیح جدا نہیں ہوتی تھی شاید یہ حال آخری عمر کا ہوگا کیونکہ اسی کتاب
میں لکھا ہے کہ نواب کو رقص و سرود سے شوق اس حد تک تھا کہ جب اس میں مصروف
ہوتے تو دوسری طرف تعلق نہ رکھتے۔ سیا نورا بھانڈ و بڑی مصری وغیرہ حضور سے
میں آصف الدولہ کے حضور میں حاضر باش رہتے تھے کہتے ہیں کہ ایک روز جلسہ رقص
و سرود برپا تھا سیا نورا بھانڈ اپنے مجرے میں حاضرین دربار کو علم و فن موروثی سے
خوش کر رہا تھا کہ ناگاہ نواب قاسم علیخان بن نواب سالار جنگ نے جو نواب
آصف الدولہ کے ماموں زاد بھائی و مقرب خاص تھے ایک صندوق خالی سر کر دی
اُس کی آواز کے خوف سے سیا نورا بھانڈ زمین پر گر پڑا اور ہائے ہائے کی صدا سے
حاضرین دربار کو منغص کر دیا آصف الدولہ نے اسکی اس حرکت نے جا بیجا نفرین کی اور
اس گروہ کی بزدلی پسند نہ کی پھر اس بھانڈ کو لشکر سے نکال دیا۔
وحید الدین بن حکیم محمد سعید الدین متوطن مرادیوں نے ۱۲۵۹ھ ہجری مطابق
۱۸۶۸ء میں تذکرۂ حکومت المسلمین لکھا ہے اس میں کہتے ہیں کہ لکھنؤ کی سرکار
میں نواب آصف الدولہ کے عہد سے احترام و اکرام سادات عظام و شرفائے کرام کا
زیادہ ہوا جاگیر و املاک سالانہ اس قدر مخلوق کو عطا ہوئیں کہ حیطۂ تحریر و تقریر سے

براتی تھا الماس علی خان خواجہ سرا دلھن والا اور نواب آصف الدولہ دولھا
والے تھے۔

محمد فیض بخش نے فرح بخش مین لکھا ہے کہ نواب آصف الدولہ ہر سال ایام بہار
ہین کہ ہندو ہولی مناتے ہین ہندوون کی کثرت صحبت کی وجہ سے اس قسم
کے کھیل تماشون کے بڑے شائق تھے ہولی مین جشن عام کرتے اور بہت سا روپیہ
صرف مین لاتے اُن کی مان بھی ہر سال ہولی کے دنون مین اُن کے بلانے پر لکھنؤ کو
جایا کرتین اور ایک ماہ تک وہان رہا کرتین۔ اسی طرح نواب صاحب جاڑون کے
موسم مین کوہ بوٹول کی سیر کو جایا کرتے تھے اور کئی مہینے تک اس سفر مین رہتے تھے
ابتدا مین شجاع الدولہ ایکبار اس پہاڑ کی طرف گئے تھے پہاڑی ڈرے کہ یہ امیر
صاحب عزم ہے توپخانہ اور فوج بھی اس کے ساتھ بہت ہے کہین ایسا نہو کہ ان
دشوار گذار راہون سے آگاہ ہوکر ان پہاڑون پر اپنا قبضہ جمالے۔ اُنھون نے
دامن کوہ کی طرف پانی کاٹ دیا نواب کو یہان مقام کرنے مین تکلیف واقع ہوئی
اس لیے جلد لوٹ گئے۔ آصف الدولہ باپ کے ساتھ تھے اُنھون نے بھی اول اول
۱۲۰۵ ہجری مین اُدھر کا قصد کیا پہلے فیض آباد مین آئے اور مان سے منت و
سماجت کے ساتھ عرض کیا کہ والد ماجد کی وفات کے بعد سے آپکو سوائے سفر لکھنؤ کے
اور کسی جگہ جانے کا اتفاق نہین ہوا اگر غلام نوازی کر کے میرے ساتھ کوہ بوٹول
کو چلین تو تفریح طبع مبارک بھی ہو اور میری سرفرازی بھی ہو جائے نواب نے
بہت کوشش کی تو بیگم بھی ساتھ ہو ہین پہاڑون کی سیر کرا کے اڑھائی ماہ کے بعد
پہاڑیون نے ان کو تکلیف نہ دی اور مزاحمت نہ کی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یہ

اہل عالم کی زیارت گاہ ہے سال مین ایک بار میلا ہوتا ہے دور دور سے لوگ
سیدنی کے ہمراہ آتے ہین اجلاف قوم کے آدمی دور و نزدیک سے لال لال بیرق
کے ساتھ ہزارون ڈھالی گاتے بجاتے ساتھ لے کر اپنی اپنی بستیوں سے نکلتے ہیں
اور یہاں آکر ندر و تحائف گذرانتے ہیں غرضکہ جیٹھ کا پہلا اتوار اس میلے کا
پہلا دن ہے عوام میں جو بالا پیر نام سید مسعود کا مشہور ہے وہ بالارکھ کی رعایت
سے ہے بالا سے مراد بالارکھ اور پیر سے مقصود سید مسعود ہے۔ مقبرۂ سید مسعود دین
سیدھی طرف ایک گوشے میں چھوٹا سا گول حوض ہے اس کو بالا کنڈ کہتے ہین کوئی ہندو
اس کو اگن کنڈ بالارکھ اور کوئی بالارکھ کی دھونی ظاہر کرتا ہے قبر کی نذر کا مال
مجاوران درگاہ اور کنڈ کی پوجا کے حاصل پنڈے قوم ہنود پاتے ہین مجاورون
پنڈون کے باہم اس آمدنی میں کچھ رسم اور معاہدہ ہے۔

## آصف الدولہ کے بعض اخلاق کا تذکرہ

محاربۂ غدر مین منشی میٹھی لال لکھتا ہے کہ آصف الدولہ بچہ پیرستہ بھنگ
میں ترنگ اٹھایا کرتے تھے کھٹملوں اور چیونٹیوں اور کبوترو ں سے عمل رکھتے تھے
ان حشرات کے گھماں صد ہا روپے کے درماہے پاتے تھے راجہ مہرا کہار کو کتب خانہ اور
مولوی فضل عظیم صفی پوری کو عہدۂ آبکاری دیا حسن رضا خان ایک حرف ناآشنا
وامی محض تھا اول اول ہاتھی کی شادی بڑی ہتنی کے ساتھ بڑی دھوم دھوم اور
ترک واحتشام کے ساتھ کی لاکھوں روپیہ خرچ ہوگیا بارہ سو ہاتھی اس کی برادری کا

ہین ان کو سید علوی بتایا ہے۔ محمود غزنوی کے بھانجے تھے ان کی ماں کا نام
ستر معلےٰ ہے اور باپ کا نام سالار ساہو ہے۔ ۲۱ رجب ۴۰۵ھ ہجری روز یکشنبہ
کی صبح صادق کے وقت اجمیر ہین پیدا ہوے مرآت الاسرار ہین ان کی ولادت
۲۱ شعبان کی لکھی ہے (تولد ناصر دین) "تاریخ ولادت ہے غزانامہ مسعود سے
معلوم ہوتا ہے کہ سومنات معروف بہ دوارکا زمین گجرات علاقہ جونا گڑھ کی
لڑائی ہین سلطان محمود کے ساتھ شریک تھے۔ جب سلطان راے جیپال کو مغلوب
کرکے مع مال غنیمت غزنی کو لوٹ گیا تو مسعود ہندوستان مین رہ گئے بہت سے
مقامات فتح کرکے مال اور سپاہ کثیر جمع کی۔ دہلی کے راجہ راے مہیپال اور اُس
کے بیٹے گوپال سے سخت معرکہ پیش آیا گوپال کے ہاتھ سے اُنکی ناک پر زخم آیا اور
ایک دانت بھی ٹوٹ گیا لیکن فتح انھین کے ہاتھ ہین رہی سالار مسعود نے
سلطان محمود کے نام کا خطبہ پڑھا اس کے بعد قنوج کو گئے اور دریاے گنگا کے
کنارے مقام کیا اجیپال راجہ کے مقابلے کی تاب نہ لایا اطاعت اختیار کی۔
سالار نے اکثر رایان اطراف کو شکست دے کر مطیع کیا۔ ابو محمد چشتی کے مرید تھے
بہرائچ ہین ایک ہندو فقیر بالارکھ نامی رہتا تھا مسعود نے جہاد کے لیے اس مقام
پر چڑھائی کی اور سورج کنڈ کو جو ہندوون کا معبد عظیم تھا مسمار کیا وہان
رائیون سے سخت لڑائی ہوئی شہر دیو کے ہاتھ سے اُنکی شہرگ پر ایک تیر لگا
جس سے روح بدن سے پرواز کر گئی وہین دفن ہوے ۱۲ رجب ۴۲۴ھ ہجری
تاریخ ولادت ہے اٹھارہ سال گیارہ مہینے ۲۴ روز دنیا کی ہوا کھائی انیسوین سال
اول وقت عصر روز یکشنبہ ۱۴ رجب ۴۲۴ھ ہجری کو شہادت پائی درگاہ اُنکی

قدیم سے شاہ عالم بادشاہ کے باورچیخانۂ خرد کے مصارف کے لیے بھیجا جاتا تھا اور مرزا سلیمان شکوہ کے لیے چھ ہزار روپیہ اور سکندر شکوہ کے لیے دو ہزار روپیہ درماہہ قرار پایا مگر نواب سعادت علی خان کی مسند نشینی کے وقت جو عہد نامہ ہوا تھا اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا جوان بخت کی بیگم و شاہزادگان بنارس کی تنخواہ سالانہ دو لاکھ چار ہزار روپیہ جاتی تھی۔

## نواب آصف الدولہ کی فیض آباد کو روانگی

جہاندار شاہ مرزا جوان بخت کے حال میں لکھ چکا ہوں کہ آصف الدولہ اُس سے بغیر رخصت ہوئے فیض آباد کو چلے گئے وجہ اس کی یہ تھی کہ ۱۲ ہجری میں مرزا نصیر اور مرزا محمد تقی کے بیاہ بہو بیگم صاحبہ نے بڑی دھوم دھام و ترک و احتشام سے فیض آباد میں رچائے آصف الدولہ کو بھی بلایا وہ لکھنؤ سے جاکر شریک ہوئے جب یہاں سے رخصت ہوکر بہرائچ کی طرف میلۂ سالار مسعود غازی کی سیر کے لیے جانے لگے تو رخصت کے وقت اپنی دادی صاحبہ کے پاس گئے اُنھوں نے مرزا نصیر کی تنخواہ مقرر کرنے کے لیے درخواست کی دو ہزار روپے ماہانہ کا حکم لکھ کر کاغذ بیگم صاحبہ کو دیدیا۔ جب ماں سے رخصت ہونے آئے تو انھوں نے محمد تقی خاں اور بی بی لطف النسا کی تنخواہوں کے لیے کہا ان دونوں کے لیے تین ہزار روپے ماہوار مقرر کیے ان میں دو ہزار خاص آغا محمد تقی خاں کی ذات کے لیے اور ایک ہزار بی بی لطف النسا کے لیے تھے اور یہ تنخواہیں الماس علی خاں کے محالات پر قرار پائیں۔ افضل التواریخ میں لکھا ہے کہ نواب آصف الدولہ نے مرزا محمد تقی کو خُرد سالی

شاہزادے مرزا اسمعیل بیگ خان کے ساتھ اکبرآباد مین مہاجی سیندھیا کے لشکر سے شکست پاکر جیپور کو چلے گئے احقر نے اُن کو ترغیب دی کہ افغانستان کو چلین چنانچہ بیکانیر اور بہاولپور کی راہ سے کابل پہونچے اور وہان احمد شاہ ابدالی کے بیٹے تیمور شاہ سے ملے اُنھون نے بہت خاطر کی اور کہا کہ سواران جرار کا لشکر اپنے بیٹے کی افسری مین اُن کے ساتھ ہندوستان کو بھیجون گا اور غازی الدین خان کے مشورے سے مرزاے موصوف کو سلطنت ہندوستان کے تخت پر بٹھاؤن گا اُسی زمانے مین شاہزادے کے مزاج مین جنون کی شورش پیدا ہو گئی اس لیے یہ کام ظہور مین نہ آسکا اور اُسی سال تیمور شاہ نے انتقال کیا زمان شاہ مالک سلطنت ہوے اور اُنھون نے کہا کہ اگلے سال ہم خود ہندوستان کا سفر کرینگے اور تمکو اپنے ہمراہ لے جائینگے اور جو کچھ شاہ جنت مکان نے تمھارے حق مین تجویز کیا تھا اُس سے زیادہ عمل مین لائینگے مگر شاہزادے کا مزاج زیادہ خراب ہو کر کامل جنون ہو گیا یہان تک کہ بادشاہ کے ایک سردار کو جس کا نام عباس علی خان تھا اور جو ایک خدمت پر ہندوستان جا رہا تھا مع اُس کے بیٹے کے اُس عباس علیخان کے دھوکے مین مرواڈالا جوان کا رفیق تھا کیونکہ جنون مین وہ اُس کے خون کے پیاسے ہو گئے تھے اور وہ اُن سے علیحدہ ہو گیا تھا مرزا سکندر شکوہ بھی لکھنؤ مین آئے تھے اس زمانے مین نواب آصف الدولہ مرض الموت مین مبتلا تھے کچھ دنون مراتب خدمتگذاری ادا ہوے لیکن جیسا کہ مد نظر تھا ویسی مدارات ظہور مین نہ آئی کہ نواب موصوف نے انتقال فرمایا مگر سولہ ہزار روپیہ بنارس مین اولاد مرزا خرم بخت و مرزا جوان بخت کے لیے جاتا رہا اور سات ہزار روپیہ ماہوار

تین چار ہزار پیادہ و سوار اور دس توپیں اور پندرہ بیس ہاتھی تھے بنارس میں پہونچکر مادھو داس کے باغ مین قیام کیا گورنر جنرل نے سولہ ہزار روپیہ ماہوار مشاہرہ شاہزادے کا سرکار نواب وزیر سے حسابات ملکی سے جدا گانہ مقرر کرادیا مفتاح التواریخ مین لکھا ہے کہ پانچ لاکھ روپے سال آصف الدولہ کی جانب سے مقرر ہوے تھے آخر شاہزادے نے ۲۵ شعبان ۱۲۰۲ھ ہجری کو عارضۂ ہیضہ مین مبتلا ہوکر انتقال کیا نواب سعادت علی خاں اور رزیڈنٹ بنارس کے اہتمام سے مدفون ہوے۔

تنبیہ یہ حال احمال کے ساتھ وقائع عالم شاہی میں شاہزادہ سلیمان شکوہ کی نسبت لکھا ہے اور واقعات ۱۱۹۰ھ ہجری مین ذکر کیا ہے۔ اور اسمین شک نہیں کہ نواب آصف الدولہ کے عہد مین یہ بھی دہلی سے نکل کر لکھنؤ مین آگئے تھے اور نواب نے انکے مصارف کے لیے چھ ہزار روپیہ ماہوار مقرر کیا تھا کہ جام جہان نما مین مولوی قدرت اللہ نے لکھا ہے۔

سوانح محمد عباس علی خاں میں لکھا ہے کہ جہاندار شاہ مرزا جوان بخت بہادر ولی عہد شاہ عالم بادشاہ جب لکھنؤ کے ارادے سے رام پور میں آئے تو احقر کو انکی خدمت مین باریابی حاصل ہوئی اور وہ ہر طرح کا شرف اختصاص بخشکر اپنے ساتھ لکھنؤ کو لے گئے وہاں سے بنارس کو ہمراہ لے گئے جب بہت دنوں کے بعد اُن کا جانا دہلی کو ہوا تو احقر کو پانچہزاری سوار و پنجہزاری منصب اور اقتدار الدولہ عباس علی خاں بہادر صمصام جنگ خطاب کے ساتھ سرداری بخشی اُن کی وفات کے بعد شاہزادہ مرزا احسن بخت بہادر خلف شاہ عالم کی رفاقت حاصل ہوئی۔

گورنر جنرل نے دوسرے دن سعادت علی خان کے قیامگاہ پر رسم بازدید ادا کی
نواب نے اُن کی ضیافت کی پھر شاہزادے جوان بخت گورنر جنرل سے ملنے کیلیے
اُن کی فرودگاہ پر گئے اور اپنی خواصی مین ہاتھی پر نواب سعادت علی خان کو
تو نہ بٹھایا ایک خواجہ سرا کو لے گئے وجہ اس کی یہ تھی کہ اُن کو گورنر جنرل سے
تنہائی مین کچھ باتین کرنا تھین جب یہ حال نواب سعادت علی خان کو معلوم ہوا
تو وہ بہت کبیدہ خاطر ہوے شاہزادے نے گورنر جنرل سے کہا کہ الہ آباد اور
کوڑے کے اضلاع جس طرح بادشاہ سلامت کے قبضے مین دیے گئے تھے اُسی طرح
ہمکو مل جانا چاہیے گورنر جنرل نے کہا کہ آپ لکھنؤ کا قصد رکھتے ہین اور مین بھی
وہین چلنا ہون وہان پہونچکر یہ بات وزیر الممالک سے کہی جائے گی غرضکہ
گورنر جنرل لکھنؤ کو گئے اُنکے پیچھے پیچھے شاہزادے بھی لکھنؤ کو روانہ ہوے گورنر جنرل نے
وزیر پر شاہزادے کی خواہش ظاہر کی - آصف الدولہ نے لطائف الحیل کے ساتھ
اُن اضلاع کے دینے سے انکار کردیا اور شاہزادے سے ظاہر و باطن مین ایسے
کبیدہ ہوے کہ اُن کو نواب کی عملداری مین رہنا ناگوار گذرنے لگا - اس لیے
گورنر جنرل کے مشورے سے اکبر آباد کی طرف چلے گئے - فرخ آباد کے مقام سے
شاہ عالم بادشاہ کو یہ اطلاع گذری کہ مرزا جوان بخت اکبر آباد کی طرف جارہے
ہین تو بادشاہ نے اُن کو دلی مین بلا لیا کچھ دنون یہان رہ کر ۲۲ ربیع الثانی
۱۲۰۱ہ ہجری کو اکبر آباد پہونچے مگر یہان اتنی آمدنی نہ تھی کہ اُن کے مصارف کو
کمتفی ہوتی اس لیے دوبارہ لکھنؤ کا عزم کیا اور ۱۵ رجب ۱۲۰۱ہ ہجری کو فرخ آباد
کے رستے سے لکھنؤ مین آئے اور وہان سے بنارس کو روانہ ہوے - اُن کے ساتھ

جمع ہوگئے کہ اُسی شاہزادے کو جو شمشیر زنی۔ تفنگ افگنی اسپ تازی ونیزہ بازی کا عادی تھا شاہد پرست اور عیش و عشرت مین محو بنادیا گئی خاصتہ عورتین لیسنے محل میں داخل کرلیں نواب وزیر کو یہ باتیں ناگوار گذرتین کبھی حسن تقریر اور لطائف الحیل سے کبھی اشارہ و کنایہ سے کبھی دوسروں کی زبانی صاف طور پر سمجھایا مگر خوشامدیوں نے دولتخواہی کی ان باتوں کو قالب بدخواہی میں ڈھالا اور شاہزادے کے مزاج کو منحرف کردیا نواب وزیر نے بھی سلوک سرگی ویرستاری اور ارسال پیش کش و ہدایا مین تغافل شروع کردیا رفتہ رفتہ طرفین کے دلون میں کدورت پیدا ہوگئی اور تاریخ شاہیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۲۰۰ھ ہجری مین ایک لکھنوی طوائف کریم بخش (بقولے کرم بخش) نام سے جوش محبت میں آنکھیں لڑگئیں اور اس کو کاشانۂ محل بنایا اس سے وزیر کو بہت رنج ہوا۔ بعض دوسری کتب سے ثابت ہوتا ہے کہ بیگم صاحبہ کی پاسداری کی وجہ سے یہ امر نواب وزیر کی ناخوشی کا باعث ہوا تھا۔ یہانتک کہ وہ شاہزادے سے بے رخصت لیے لکھنؤ سے فیض آباد کو چلے گئے اب شاہزادے کو لکھنؤ میں ٹھہرنا ناگوار ہوا اور ماہ ذی حجہ کے عشرۂ دوم ۱۲۰۰ھ ہجری میں لکھنؤ سے بنارس کی طرف روانہ ہوگئے اور وہاں جاکر قیام کیا۔

جبکہ وارن ہیسٹنگز اپنے عہدۂ گورنر جنرلی سے مستعفی ہوکر کلکتے سے چلے گئے اور لارڈ کارن والس اُن کی جگہ مقرر ہوکر آئے اور ۱۲۰۱ھ ہجری میں لکھنؤ کو وزیر سے ملنے کے ارادے سے روانہ ہوے توراہ میں بنارس کے اندر شاہزادے سے ملاقات ہوئی شاہزادے نے گورنر جنرل کو خلعت عطا کیا دوسرے دن نواب سعادت علیخاں گورنر جنرل کی ملاقات کو گئے اور تھوڑی دیر بات چیت کرکے اپنے مقام کو لوٹ آئے

توشاہزادے نے مکرم الدولہ کو استقبال کے لیے بھیجا وہ ان دونون سے ملکر شاہزادے
ے پاس لایا دونون نے سامنے پہونچکر قاعدۂ قدیم کے موافق آداب زمین بوس
ادا کیا اور نذرین دکھائین اور دست بستہ کھڑے ہوکر مراتب اشتیاق عرض کیے
شاہزادے نے دونون کو خلعت دیے نواب وزیر نے عمدہ چار ہاتھی نقرئی سامان اور
مکلف عماریون کے ساتھ اور پانچ عمدہ گھوڑے اور نشان و نقارہ وغیرہ بطور
پیش کش کے دیے اور آپ تمام سپاہ اور سردارون کے ساتھ ہمرکاب رہے شاہزادے
نے وزیر الممالک کو اپنی خواصی مین بٹھایا۔ اور راستے بھر اختلاط رہا لکھنؤ مین پہونچکر
نواب نے شاہزادے کو باغ باؤلی مین اُتارا جس قدر سامان سلطنت ضرور تھا وہ سب
سرکار وزیر سے آگیا اور گورنر جنرل اور وزیر دونون رخصت ہوکر شہر مین چلے گئے
دوسرے دن صبح کو وزیر تمام عمائد اور سپاہ اور جلوس کے ساتھ اور گورنر جنرل تمام
انگریزون اور انگریزی فوج کے ساتھ شاہزادے کی فرودگاہ پر گئے اور اون کو
سوار کراکر شہر مین لاکر سنگی محل مین کہ عمدہ عمارت ہے اُتارا اور تاریخ شاہیہ مین لکھا
کہ ٹیڑھی کوٹھی مین اُتارا تھا وزیر نے پہونچکر اسباب اور جواہرات کی کشتیان
اور پچاس ہزار روپے نقد اور نقرئی پالکی نذر کی چند روز شاہزادے اس جگہ رہے
پھر انکی خواہش سے کرنیل مارٹین کی کوٹھی مین ٹھہرائے گئے نواب وزیر
شاہزادے کی بہت خاطر کرتے تھے اور ۲۵ ہزار روپے ماہوار مصارف کارخانجات
وغیرہ کے لیے اور ۷ ہزار روپے خرچ باورچی خانہ کے لیے مقرر کیے جیساکہ سلطان الحکایات مین ہے
بعض تابو طلب لوگون نے شاہزادے کے مزاج کو عیاشی کی طرف مائل کر دیا اور فورا
ارباب نشاط کی صحبت کی طرف راغب بنا دیا چند روز مین رنڈی بھڑوے اتنے

نافرمانی ہوتی ہے اسلیے بہتر یہ ہے کہ حضرت ادھر کا قصد نکریں اسلیے شاہ آباد مین دو مقام ہے۔ گورنر جنرل نے نواب وزیر سے مشورہ کیا کہ بادشاہ کے شقون کا کیا جواب دیا جائے اور شاہزادے کے ساتھ کہ اِس قدر تکلیف کرکے مدد کی توقع پر آتے ہیں کس طرح کا سلوک کرنا چاہیے آخر یہ رائے قرار پائی کہ بادشاہ کے ارشاد پر اعتماد نہیں اسلیے کہ مختاران سلطنت جو چاہتے ہیں کرتے ہین اور شاہزادے کا آزردہ کرنا حمیت سے بعید ہے اس واردات کو غنیمت جانکر جو کچھ خدمتگذاری کا لازمہ ہے اُس میں دقیقہ فروگذاشت نہ کرنا چاہیے اور بادشاہ کو مصنوعی عذر لکھدینا چاہیے القصہ بادشاہ کو عرضی میں لکھا کہ جو کچھ حضور نے مرشد زادے کے لیے حکم دیا ہے اُس کے موافق اُن سے عرض کیا جائے گا اگر قبول کرلیا تو بہتر ہے ورنہ لوازم خدمتگذاری سے باز رہنا شکی سلطنت کا موجب ہے آگے اس باب میں حکم مناسب دیا جانا چاہیے بعد اسکے گورنر جنرل نے اپنی طرف سے اپنے ایڈیکانگ مسٹر اسکاٹ کو اور نواب نے راجہ گوبندرام کو استقبال کے لیے بھیجا اُس کے ساتھ اتنا سامان کیا تین ہاتھی نقرئی جوصہ دار اور جھالردار پالکی۔ چند گھوڑے تازی و ترکی جنپر ساز طلائی و مرصع تھا اور دوسرا اسباب امارت و سلطنت بھی دیا میان گنج کے پاس یہ دونوں شخص شاہزادے کے پاس پہونچے اور اُن خیمون میں شاہزادے کو اُتارا جو خاص اُن کے لیے وزیر کے افسروں نے کھڑے کیے تھے دوسرے دن حلیم قصبۂ موہان میں مقام کیا یہاں بھی اُس سے زیادہ لوازمہ موجود تھا یہاں وزیر اور گورنر جنرل کی عرضیاں آئیں کہ اسی مقام پر قیام رہنا چاہیے ہم یہاں حضور کے سلام کو حاضر ہون گے جب نواب وزیر اور گورنر جنرل کے قریب آجانیکی خبر پہونچی

نذر دکھائی آج یہان ٹھہرے دوسرے دن روانہ ہوکر مرادآباد مین داخل ہوے
فتح اللہ خان خلف دوندے خان نے آکر نذر دکھائی اور کانل کی حویلی مین اُتارا
اور اپنی طرف سے ضیافت وغیرہ مہمانی کا سامان مُہیا کیا۔ دوسرے دن رامپور
کی طرف کوچ کیا نواب سید فیض اللہ خان بہادر نے شاہزادے کی آمد کا حال سُنا
تھا تو پیشوائی کو تیار رہتے تھے کہ دوسرے رستے سے شاہزادے کی سواری رامپور مین
داخل ہوئی نواب موصوف نے نہایت ادب کے ساتھ دیوانخانے مین اُتارا اور
مسند شاہانہ پہ بٹھایا اور ۱۲ اشرفیان خود اور بقدر حال اپنے بیٹون سے نذرین
دلوائین دو روز شاہزادے نے توقف کیا کوچ کے وقت نقد دو ہزار روپے
اور دو ہاتھی اور چند گھوڑے اور عالیشان خیمہ اور دوسرا سامان باربرداری
وامارت پیش کیا یہان مصطفےٰ خان خلف یعقوب علیخان حاضر ہوکر سعادت ملازمت
سے شرف اندوز ہوا تین منزلین کرکے بریلی پہونچے یہان کے فوجدار راجہ
صورت سنگھ نے سلام کرکے پانچہزار روپے نقد اور ایک ہاتھی پیش کیا شاہزادے
نے رخصت کے وقت اپنے ملبوس مین سے ایک دوپٹہ بخشا اور اُس کے داماد
راجہ جگناتھ کو دوشالہ دیا اور یہان سے مصطفےٰ خان کو سفیر بناکر آصف الدولہ
اور گورنر جنرل وارن ہیسٹنگز کے پاس بھیجکر بھگونت نگر مین رفیقون کی آسائش
کے لیے دو مقام کیے شاہ آباد ضلع ہردوئی مین نواب وزیر اور گورنر جنرل کی عرضیان
اس مضمون کی پہونچین کہ ہمارے پاس بادشاہ کا فرمان آیا ہے کہ مرشد زادہ
بے استرضاے اقدس کے چلا گیا ہے اس صورت مین ہم حیران ہین اگر حضور کے
ارشاد کے مواقف عمل نہین کرتے ہین تو تمام عالم مین بدنامی ہوگی ورنہ بادشاہ کی

کو شاہزادے کے پاس بھیجکر کہلایا کہ افراسیاب خان نے جا بجا حضور کی ملاش کرائی
ہے پس حضور قلعہ سرایہ مین دن بھر رہیں رات کو مین حضور کے ساتھ چلون گا۔
شاہزادے نے گھوڑا بڑھایا اور قلعہ مین جا اُترے۔ اب معلوم ہوا کہ قلعہ کے
محافظ دغابازی پر آمادہ ہین نین سُکھ نے نہایت خوشامد سے عرض کیا کہ دو تین روز
یہاں مقام کرنا چاہیئے شاہزادے نے کہا کہ ٹھہرنا کہین منظور نہین آج رات کو گنگا کو
عبور کرونگا وہ لوگ بہت سے جمع ہو کر اصرار کرنے لگے شاہزادے نے سمجھ لیا کہ
یہان کوئی فریب درپیش ہے فوراً تلوار کے قبضے پر ہاتھ ڈالا اور فرمایا کہ یہ کیا
گستاخی و نامردی ہے کہ اپنے مالک کے ساتھ دغا کرنے کا ارادہ رکھتے ہو ابھی تم سے
لڑونگا اور تم میں سے بہتون کو فی النار کرکے خود بھی جان دونگا وہ لوگ
گڑگڑانے لگے اور منت و سماجت کے ساتھ قول و قسم کیا اور کہا کہ ہم سے کبھی دغا
ظہور مین نہ آئیگی یہان ٹھہرانے مین حضور کی دولت خواہی منظور تھی شاہزادے
راضی ہو کر دوپہر تک وہان ٹھہرے ظہر کی نماز کے بعد وہان سے آگے کو روانہ ہوئے
اور بیس کوس چل کر گنگا کو قمرالدین نگر کے گھاٹ سے عبور کیا اور موضع سدامن مین
جو دریا سے چار کوس تھا ٹھہرے گرمی کی شدت اور راہ کی کربت سے ایک گھڑی
تک غش اور ضعف میں مبتلا رہے تھوڑی دیر کے بعد افاقہ ہوا رات بھر وہاں رہے
وہان کا فوجدار جیت سکھ گوجر آیا اور ایک گھوڑی نذر کی اور اُس کی خواہش
کے مطابق دن بھر وہان مقام کیا شام کو کوچ کرکے چار کوس چل کر بھیرٹاؤں میں
پہونچے یہ مقام نواب آصف الدولہ کی عملداری میں تھا صبح کو بارہ کوس چلکر
امروہے مین پہونچے یہاں کے فوجدار اور دوسرے عمائد سادات نے پیشوائی کرکے

اُتر ینگے اُس نے کہا کہ مجکو اُس کا حال معلوم نہین البتہ راج گھاٹ کے رستے
سے پایاب اُتار دونگا کیونکہ مجھے وہان کا حال معلوم ہے شاہزادے اُسی طرف
چلے یہ گھاٹ قلعہ کے مقابل تھا درمیان مین خربوزون کی فالیزین تھین جو کوئی
پوچھتا جواب دیتے کہ افراسیاب خان کی سپاہ کے آدمی ہین سکھون پر چڑھ کر
جا رہے ہین الغرض جس طرف سے گئے تھے اُدھر ہی سے لوٹ کر راج گھاٹ سے
جمنا کو پایاب عبور کر کے موضع سوندہ مین پہونچے وہان شاہزادے نے پوشاک بدلی
اور اللہ کا شکر ادا کیا گوجر خان نے عرض کیا کہ تھوڑی دیر توقف کرنا چاہیے مین
اس گانوٗن سے کسی واقف کار آدمی کو راہ نمائی کے واسطے لاتا ہون چنانچہ
چیت سنگھ نام اپنے ایک دوست کو لا کر شاہزادے کی ہمراہی کے لیے مقرر کیا
اُس نے ہیڈن ندی کو جو دہلی سے دس کوس کے فاصلے پر ہے پایاب عبور کرا کے
سرورہ نام گانوٗن مین پہونچایا یہان گوجر رہتے تھے اور یہ بڑے لٹیرے تھے
چیت سنگھ سے موافقت رکھتے تھے اُسنے گوجرون کو لا کر شاہزادے کے حضور مین
پیش کیا اُنھون نے نذرین دکھائین اور عرض کیا کہ صبح قریب ہے دن بھر یہان
آرام کیجیے شام کو ہم ہمراہ چلکر دریاے گنگا تک پہونچا دینگے شاہزادے نے کہا کہ
مخالف تعاقب کرینگے اُس وقت تم سے کچھ نہو سکے گا گوجرون نے عرض کیا کہ ہم
دو سو جوان ہم قوم ہین اگر وہ لوگ یہان آئینگے تو ہماری تلوار سے جان بچا کر
نہ لیجائینگے شاہزادے نے اُن مین سے ایک کے مکان مین آرام کیا شام کو یہان سے
سوار ہوے اور تمام رات اس جماعت کے ساتھ چلکر صبح کے قریب اورنگ آباد مین
جو سرورہ سے چالیس کوس تھا جا پہونچے یہان نین سنگھ گوجر نے گانون سے اپنے بیٹے

کے پاس پہونچے وہاں کوئی کشتی نہ ملی یہاں سے افراسیاب خاں کا لشکر قریب تھا
دریا پایاب تھا تھوڑی دیر مکرم الدولہ کا حال معلوم کرنے کے لیے ٹھہرے جب
اُس کا پتا نہ چلا تلاش کرتے ہوے آگے بڑھے راستے میں تین جگہ جمنا کا پانی کمر تک
عبور کرنا پڑا اور جہاں جوہڑوں کے کھیتوں سے ہزار مشقت کے ساتھ اُفتاں وخیزاں
اور کھیت والوں سے احتراز کناں نکلے یہاں تک کہ شہر پناہ کے نیلہ برج تک
جا پہونچے۔ فرودگاہ سے یہاں تک بوجہ راستے کے خم و پیچ کے تین کوس جریدہ راہ
طے کرنی پڑی وہاں بھی کوئی آدمی نہ ملا ساتھیوں کے ہوش وحواس بگڑ گئے
اور اب ہر ایک اپنی نجات کی تجویز سوچنے لگا مشورے کے وقت کوئی بولا کہ
مجد الدولہ کے پاس چلے چلیے کسی نے کہا کہ افراسیاب خاں کے پاس چلنا مصلحت
ہے کہ اپنے ایسی حالت میں وہاں چلنے سے یہ لوگ شرمندہ ہونگے اور پھر کبھی
بدخواہی کرینگے کوئی کہتا تھا کہ احمد علی خاں کے پاس چلنا بہتر ہے کہ وہ حقوق کی
وجہ سے پوشیدہ قلعہ میں داخل کردے گا شاہزادے نے سب کی باتیں سُن کر
جواب دیا کہ یہ کیا بودی صلاح ہے جب تک میرے دم میں دم باقی ہے کوشش
کو ہاتھ سے نہ دونگا البتہ مکرم الدولہ کا حال معلوم کرنا چاہیئے کہ وہ اپنے مکان پر
ہے یا کہیں اور جگہ ہے بخش اللہ جلودار اور میر اعظم کو تلاش کے لیے بھیجا کہ ناگاہ
باجوں کی آواز شاہزادے کے کانوں میں آئی چلتے وقت یہ باہم طے ہو گیا تھا
کہ سیٹی کے ذریعہ سے آواز اور اُسکا جواب دیا جائے چنانچہ دونوں طرف سے سیٹی بجی بخش اللہ و میر اعظم
نے شاہزادے کے پاس آکر بیان کیا کہ مکرم الدولہ کو اُنکے مکان سے لے آئے اور آگے گھوڑے
بھی ہمراہ لائے ہیں شاہزادے نے گوہر خاں کو حکم دیا کہ بیت برگیم کے گھاٹ کیطرف لیچلے وہاں سے دریا کو

کثرت۔ بجلی کی کڑک دمک اور بادل کی گرج سے گوجر گھبرا گئے آگے قدم نہین اُٹھاتے تھے بلکہ عبدالرحمن خان پر دست درازی کرنے لگے اور اِس حالت سے کرم الدولہ تک پہونچے۔ اُس کے ساتھ جمعیت دیکھی تو گوجرون نے اپنا راستہ لیا عبدالرحمن خان انکی تسلی اور دلاسا کرتا ہوا ہمراہ گیا۔ کرم الدولہ اور ارشد خان و گوجر خان وغیرہ باہم مشورہ کرنے اور کہنے لگے کہ ایسے طوفان مین شاہزادے صاحب کا آنا غیرممکن ہے بہتر یہ ہے کہ مکان کو چلے جائین شاہزادے انکے چلے جانے کے بعد پانچون خواص کے ساتھ قلعہ سے اُتر کر خندق مین پہونچے ہر طرف بیس تیس قدم کے فاصلے سے شہرپناہ کے چوکیدار کھڑے تھے اور اُن کے سوا سُرخ وردی والی پلٹن کے سپاہی کون ہے کون ہے کہکر ایک دوسرے کو ہوشیار کر رہے تھے ایسے مخمصے مین شاہزادے آہستہ آہستہ قلعہ کی دیوار کے تلے تلے نورگڑھ کے پُل کی طرف چلے کتنا ہی پانوُن کی آہٹ کو چھپاتے تھے لیکن سوکھے ہوے پتّون اور کنکریون کے پانوون تلے آنے سے آواز پیدا ہوتی تھی اور اِس وجہ سے ہمراہی سہمے جاتے تھے شاہزادے قبضۂ شمشیر پر ہاتھ رکھے ہوے اور رفیق ہمراہ نہایت جانفشانی کے ساتھ چوکیدارون کے پاس سے گذرے اور دل مین یہ ٹھہرا لیا کہ جو کوئی اُنمین سے ٹوکے اُس کا کام تلوار سے تمام کر دیا جائے یا تو کسی نے سمجھا نہین یا دیدہ و دانستہ ڈر کر ان سے اعراض کیا اور صحیح و سلامت اُس مجمع سے نکل کر اُس مقام پر آئے جہان عبدالرحمن خان کو گوجرون کے ساتھ کھڑے رہنے کا حکم دیا تھا شاہزادے کے ساتھیون نے اشارہ و کنایہ مین آوازدی عبدالرحمن خان اور گوجرون کو وہان نہ پایا آگے چلے یہان تک کہ نورگڑھ کے پل کے پاس جمنا مین گھسے کمر سے بھی زیادہ پانی پایا اُس سے گذر کر پٹ پر گنج کے گھاٹ

پر جہاں سے راستہ مطلوب نکلتا تھا اور دونوں مین تین گز کا فاصلہ تھا کودے
ہوا کا زورا اور غبار ہر قدم پر چلنے سے مانع تھا لیکن دل پر جبر کرکے چلتے رہے
یہاں تک کہ فیض بخش نہر کے کنارے جا پہونچے یہاں شیخ عبدالرحمن اور ثابت خان
نہ ملے جنکو موجود رہنے کا حکم تھا تو پھر لوٹے اپنے قصر کی چھت کے پاس ایک سیاہ چیز
نظر آئی سمجھے کہ کوئی چوکیدار ہوگا جو ہماری آہٹ سنکر تلاش مین آیا ہے شاہزادہ
کمال جلادت سے لپکے اور اُس کا گلا پنجے مین داب لیا کہ مار ڈالین بے اختیار اُس
کی زبان سے نکلا کہ میں ہوں عبدالرحمن اُس کو اپنے ساتھ لے کر فیض بخش نہر پر آئے
وہاں بھی کوئی شخص محسوس ہوا تحقیق سے معلوم ہوا کہ ثابت خاں ہے اُسکی تسلی کی
اور اُس کا ہاتھ شیخ عبدالرحمن کے ہاتھ میں دے کر اُس نقب پر آئے اور اُس مین
سے نکل کر برآمدے مین پہونچے جو فصیل دریا کی سیر کے لیے تھا یہاں چار خواص
کمندین تیار لیے ہوے منتظر بیٹھے تھے وہ اس جرأت و جلادت پر محو حیرت ہو گئے اس
مقام پر فصیل شرقی سے کمندون کے ذریعہ سے اُترنا چاہا دیوار کی اونچائی ۳۵ گز
سے کم کی نہ ہوگی کمند کو اُس سے لٹکا کر پتھر کے ستون سے مضبوط باندھ دیا شاہزادے
نے دل میں سوچا کہ خود پہلے اُتر جاؤن اور اُن کے انتظار میں کھڑا رہوں یا ان کو
چھوڑ کر چلا جاؤں مگر یہ نامناسب ہوگا اسلیے اُنسے کہا کہ تم پہلے اُترو بعد اسکے میں اُترونگا سب
نے یہ بات پسند کی سب سے پہلے بخش اللہ جلودار کو اُتارا بعد اسکے ثابت خان کو بعد اسکے خود اُترے
اسکے بعد امام بخش اُترا پھر میر اعظم و شیخ عبدالرحمن تلے آئے فیض اللہ کو حکم دیا کہ قدموں کے نشان مٹا کر اور
کمندون کو کسی طرف پھینک کر اور سلاح خانے کو مقفل کرکے قلعہ کے دروازے سے نکلکر چلا آئے بعد عبدالرحمن ساتھ
کو جو دن کو ساتھ لے کر ٹیلہ برج کے قریب پہونچا تھا کہ ہوا کی شدت - گرد و غبار کی

اور نہایت غمگسار و شریک حال تھے اپنے منصوبے سے آگاہ کیا اور عبدالرحمن خان خواص کو اپنے پرگنہ بٹول کو بھیجا اور یہ کہا کہ گوجرون کی جماعت کو راضی کرکے یہان لے آئے۔ اور امام بخش خان۔ میر اعظم۔ شیخ عبدالرحمن۔ شیخ فیض اللہ الٰہ بخش خواصون کو جو بھروسے کے آدمی تھے کمندین بنانے کا حکم دیا اُنھون نے بڑی بڑی رسیان چند روز مین جمع کرکے قصر سلاح خانہ کے بالاخانے پر رکھین اور جو دیوار شاہزادے کے رہنے کے مکان اور مکان سلاح خانہ کے درمیان حائل تھی اُس مین سوراخ کرکے آنے جانے کا راستہ بنا لیا۔ القصہ ۲۶ جمادی الاخرے کو کہ نکلنے کا وقت مقرر تھا مکرم الدولہ کو حکم دیا کہ سواری کے گھوڑے تیار کرکے پشت پر گنج مین موجود رکھین اور عبدالرحمن خان کو حکم دیا کہ گوجرون کو اپنے ساتھ لیکر مع ایک گھوڑے کے قلعہ کی فصیل سے ایک تیر پرتاب کے فاصلے پر حاضر رہے شیخ عبدالرحمن اور ثابت خان کو حکم دیا کہ نہر فیض بخش پر جو باغ حیات بخش کی دیوار پر جاری ہے ہمارے انتظار مین کھڑے رہین یہ کام شاہزادے کا بغیر ہمرازی حرم خاص تعلق النسا بیگم کے سرانجام نہین پا سکتا تھا اسلیے اُس کو بھی اپنے راز مین شریک کیا اور روانگی کی رات سے چند روز پہلے سے خلوت گزینی اختیار کرلی تھی اتفاقاً جس رات چلنے کا انتظام کیا تھا شام سے گرد و غبار اور تاریکی کا زور تھا یہان تک کہ قریب کا آدمی بھی ممتاز نہین ہو سکتا تھا آج شام سے شاہزادے نے حکم دیا کہ کوئی آدمی ہماری خوابگاہ مین نہ رہے ہماری نیند خراب ہوتی ہے جب چار گھڑی رات گذر گئی تو وضع بدلی کالا دوشالہ بدن پر لپیٹا اور اُس اندھیری رات اور آندھی مین کہ آنکھین خیرہ ہوتی تھین اپنے قصر کی چھت پر چڑھے اور اس چھت سے دوسری چھت

یہ قوم ستودہ فتوت و جوانمردی کے ساتھ متصف ہے خاصکر تم اس قوم مین اپنی
دانش و فطانت کی وجہ سے نہایت شہرت رکھتے ہو۔ بادشاہ ان بے شرم غلامون
کے ہاتھ سے بے حد ملول ہین کیونکہ ان کو مطلقاً آقائی و غلامی کا پاس نہیں ہے
ہر کام مین نافرمانی کرتے ہین اگر خداے تعالے تمکو اطاعت کی توفیق دیگا تو ہم کسی تدبیر
سے ان نمک حرامون کے ہاتھ سے رہائی حاصل کر کے تمھارے پاس پہونچ جائینگے اور
تم اس واردات عیسی کو اپنے اقبال و امارت کا نشان جانکر جانفشانی پر آمادہ ہو جاؤ
تاکہ تمھاری کوشش سے سلطنت کو انتظام اور خلائق کو رفاہ حاصل ہو اور یہ یکتائی
قیامت تک تمھاری یادگار صفحہ روزگار پر باقی رہے۔ شیر علی خان یہ خط لیکر کلکتے پہونچا
اور گورنر جنرل کو دیا تو اُنھوں نے اس کا جواب یہ لکھا کہ مین بعضے کامون کی درستی
کے لیے لکھنؤ جانے والا ہون جبکہ جناب والا کا یہ مصمم ارادہ ہے تو بے تکلف لکھنؤ کیطرف
تشریف لے آئیے مجھ سے جو کچھ ہو سکے گا خدمت گذاری کے لوازم اور بندگی کے مراسم
بجا لاؤنگا جبکہ شاہزادے کو گورنر جنرل کی طرف سے اطمینان حاصل ہو گیا تو قلعہ
سے نکلنے کی فکر کرنے لگے ایک دن احمد علی خان قلعہ دار کو جو شاہزادے کے سامنے
ہمیشہ دم صداقت بھرتا رہتا تھا خلوت مین بلا کر اس مشورے میں شریک کیا
اُس کم ظرف نے افراسیاب خان کی رضاجوئی کے لالچ سے فوراً مجدالدولہ کو آگاہ
کر دیا اُس نے بادشاہ کو ان قبائح سے مطلع کر دیا بادشاہ معاملے کے برملا ہو جانے
سے متردد ہوے اسلیے چند محافظ مقرر کر دیے کہ رات دن شاہزادے کی خدمت
مین رہ کر اُن کی حرکات و سکنات پر نظر رکھیں اوائل ماہ جمادی الاُخرےٰ میں
گورنر جنرل لکھنؤ پہونچ گئے تو شاہزادے نے کرم الدولہ اکبر علیخان کو جو ڈنکے نامی

مل کی تاریخ مین لکھا ہے کہ اِس معاملے مین انگریزی دست اندازی نے صرف اپنا اعتبار ثابت کرنا چاہا مگر اُس کے خلاف لوگون مین یہ مشہور رہا کہ آصف الدولہ نے اس دست اندازی کی بابت انگریزی حکومت کو کچھ معاوضہ دینے کا وعدہ کیا تھا۔

## جہاندار شاہ مرزا جوان بخت کا لکھنؤ مین ورود اور اُن کے معاملات

تاریخ تیموریہ مین واقعات ۱۱۹۸ہجری مین لکھا ہے کہ مرزا جوان بخت جہاندار شاہ جو شاہ عالم کے بڑے بیٹے تھے اور دوسرے شاہزادون سے علو حوصلہ وغیرت وحمیت وشجاعت مین ممتاز تھے اُنھون نے افراسیاب خان کی بدسلوکی و بدعہدی بادشاہ کے ساتھ دیکھ کر دل مین یہ بات قرار دی کہ اس بدعہد سے عہد توڑ کر انگریزون سے جوڑنا چاہیے جو بات کے پابند اور شیوۂ صداقت وارادت مین ثابت قدم تھے خصوصاً وارن ہیسٹنگز صاحب گورنر جنرل ان اوصاف مین سب سے بڑھکر سمجھے جاتے تھے شاہزادے کا خیال یہ ہوا کہ اگر گورنر جنرل خدمتگذاری پر کمربستہ ہو جائین تو سلطنت کے مردہ جسم مین جان تازہ پڑ جائے شاہزادے نے گورنر جنرل کے استمزاج کے لیے اپنے خواص شیر علی کو کلکتے کی طرف بھیجا اور یہ ارادہ کیا کہ اگر وہ جادۂ ارادت پر ثابت قدم ہون تو قلعہ دہلی سے کسی طرح نکل کر اُنکے پاس کلکتے کو چلے جائین اپنے ہاتھ سے ایک خط بھی لکھ کر شیر علی کو سند کے لیے دیا جسکا مضمون یہ تھا کہ مجھے یقین ہے کہ انگریز اپنے قول و قرار کا پاس ولحاظ بخوبی کرتے ہین اور

ہرجے کا روپیہ دینے پر راضی ہوے چونکہ وہ ایک ذی مقدرت رئیس خیال کیے جاتے تھے اسلیے پندرہ لاکھ روپے ہرجے کی بابت طلب کیے اس روپے کے ادا کرنے پر نواب سید فیض اللہ خان راضی ہوگئے اور میجر پامر صاحب انگریزون کی طرف سے رامپور گئے اور وہان ایک مہینہ رہے اور نواب سید فیض اللہ خان سے پندرہ لاکھ روپے لیے اس طرح کہ پانچ لاکھ روپے فوراً دیے اور پانچ لاکھ فصل خریف مین اور دو لاکھ ربیع ۱۱۹۱ فصلی مین اور باقی تین لاکھ روپے شروع خریف ۱۱۹۲ فصلی مین ادا کرنے کا وعدہ کیا اور ۱۴ ربیع الاول ۱۱۹۷ ہجری مطابق ۱۷ فروری ۱۷۸۳ء کو پامر صاحب نے نواب وزیر کی طرف سے اُس شرط کو جس سے اُن پر فرض تھا کہ بوقت ضرورت دو تین ہزار سپاہ سے نواب وزیر کی مدد کریں عہدنامۂ سابق سے مسترد کر دیا۔ اور اس تاریخ سے نواب سید فیض اللہ خان فرض مدد دہی سے بری کیے گئے۔

اس کے علاوہ پندرہ لاکھ روپے اور اس بہانے سے وصول کیے کہ یہ ریاست نواب سید فیض اللہ خان کے حین حیات تھی اب یہ اُن سے عہد کیا گیا کہ نسلاً بعد نسلٍ یہ ملک قائم رہے گا۔ کرنل کی انگریزی تاریخ مین لکھا ہے کہ اس دوسری رقم کے دینے سے نواب سید فیض اللہ خان نے انکار کر دیا گورنر جنرل نے کورٹ ڈائرکٹرز کو رپورٹ بھیجدی کہ آصف الدولہ کی درخواست نواب سید فیض اللہ خان سے پانچہزار سوارون کی بے جا تھی موافق عہدنامے کے دو تین ہزار سپاہ سے خدمت گذاری اُن کے ذمّے واجب تھی اور جو افواہین کہ اُن کی بغاوت کی نسبت مشہور ہوئی تھین وہ محض بے اصل تھیں۔

پانچہزار سپاہ کُل رکھنے کی اجازت ہے جس مین دو ہزار سوار ہین جو اسوقت سرکار کمپنی
کی خدمت گذاری مین مصروف ہین اور تین ہزار پیادے ہین وہ مُلک کی تحصیل آمدنی
کرتے ہین اُن کے بغیر کام مُلکداری کا نہین چل سکتا مین سپاہ کہان سے لاؤن گورنر جنرل
نے نواب سید فیض اللہ خان کے اس جواب پر جان برسٹو لکھنؤ کے رزیڈنٹ کو لکھا
کہ وہ نواب سید فیض اللہ خان سے تین ہزار سوار مانگے اس پر بھی اُنھون نے عذر کیا
اگر دو ہزار سوار اور ایکہزار پیدل بھیجدیے اسپر انگریزون نے نواب آصف الدولہ کو
سمجھایا کہ وہ راضی نہون۔ غرض ہوافق دفعہ سوم عہدنامہ چنارگڑھ نواب
آصف الدولہ نے ارادہ کیا کہ نواب سید فیض اللہ خان کی ریاست ضبط کرلین
کیونکہ انگریز اس عہدنامے کے ضامن جب تک تھے کہ کوئی نقض عہد نواب سید
فیض اللہ خان کی طرف سے ہو اب یہ بڑی ہٹ دھرمی تھی کہ انگریز اس بہانے
سے عہدنامۂ لال ڈانگ سے پھرتے تھے اُس مین یہ کہان لکھا ہوا تھا کہ پانچہزار
سوارون سے نواب اودھ کی استعانت کی جائے گی اُس مین تو دو تین ہزار سپاہ
کا بحسب قابلیت وعدہ تھا وہ بھی سوارون کا نہ تھا غرض کہان یہ عہد کہ پانچہزار
سپاہ سے زیادہ نہ رکھو کہان یہ معنی اُسکے کہ پانچہزار سوار نواب اودھ کی خدمت
کے لیے بھیجو زمین آسمان کا فرق تھا مگر زبردستون کو اختیار تھا کہ جو چاہین سو کرین
اس وقت تو فقط اس اصول پر ہیسٹنگز صاحب کا عمل تھا کہ جس رئیس اور امیر سے
جو کچھ اینٹھا جائے وہ اینٹھیے جو مرغی موٹی ہو اُسے ذبح کیجیے ۱۷۸۲ء مین آصف الدولہ
کو ازحد اصرار ہوا کہ گورنر جنرل اجازت دیدین کہ وہ نواب سید فیض اللہ خان
کی ریاست ضبط کرلین اور نواب سید فیض اللہ خان اس خدمت کے عوض

مندرجہ عہدنامہ مانگی اُنھوں نے حسب الطلب انگریزی تین ہزار سپاہ بھیجی گروہ فقد نہ تھی جو اُن سے مانگی گئی تھی اس لیے وہ فوج نامنظور کی گئی اور انگریزی گورنرجنرل نے مقام چنار گڑھ مین آصف الدولہ سے ملاقات کر کے اُن کو نواب سید فیض اللہ خاں کی ریاست چھین لینے کی اجازت دیدی چنانچہ ۱۹ ستمبر ۱۷۸۱ء کو ایک عہد نامہ لکھا گیا جس کی تیسری دفعہ نواب سید فیض اللہ خاں سے متعلق تھی جو کہ نواب سید فیض اللہ خان نے بسبب شکست کرنے عہد کے حقوق حفاظت و حمایت گورنمنٹ انگریزی ضبط کرا دیے اور اپنی خودسری سے نواب آصف الدولہ کو بہت دقت اور تکلیف دیتے ہیں لہذا آصف الدولہ کو اجازت ہے کہ حسب موقع وقت ہو اُن کی ریاست ضبط کر کے اُن کو بقدر روپیہ مشروطہ عہدنامہ معرفت ریذیڈنٹ لکھنؤ کے دیا کرین مگر جس قدر روپیہ اُس فوج کا ہوگا جو اُنھون نے عہدنامے کی روسے سرانجام کرنے کی شرط کی تھی وہ روپیہ اُنکی نقدی میں سے منہا ہو کر حساب کمپنی مین تا قائم رہنے جنگ حال کے محسوب ہوگا۔ یہ اجازت لارڈ مذکور کی سوانح عمری مین ایک مشہور یادگار باقی ہے یہ تدبیر صرف نواب سید فیض اللہ خان کے ڈرانے کے واسطے کی گئی تھی کیونکہ آصف الدولہ کو اُس ریاست سے نفع حاصل کرنے کی اجازت نہ تھی جب مدراس اور بمبئی کے احاطوں میں لڑائی کی آگ بھڑک رہی تھی تو لارڈ ہیسٹنگز نے نواب آصف الدولہ سے کہا کہ تم نواب سید فیض اللہ خان سے پانچہزار سوار اپنی خدمت کیلیے مانگو تاکہ انگریزی سپاہ مدراس جانے کے لیے کافی ہو اور گورنر جنرل نے نواب سید فیض اللہ خان کو بھی پانچہزار فوج آصف الدولہ کے واسطے تیار کرانے کی ہدایت کی اس درخواست پر نواب سید فیض اللہ خان نے لکھا کہ مجھے عہدنامے کے موافق

کشمیری تھوڑی سی جمعیت کے ساتھ تاوان وصول کرنے کے لیے رام پور آئے اور
نواب سید فیض اللہ خان سے بات چیت ہوئی نواب صاحب چونکہ نہایت دوراندیش
تھے اس لیے پندرہ لاکھ روپیہ دے کر راضی کر دیا۔ یہ بیان جام جہان نما
مؤلفہ مولوی قدرت اللہ صدیقی کے مطابق ہے مگر انگریزی کتب تواریخ مین
ان پندرہ لاکھ روپون کے دیے جانے کی حقیقت دوسرے طور پر لکھی ہے ممکن ہے
کہ یہ واقعہ بھی ضمناً اسمین شامل ہو۔

## گورنمنٹ انگریزی کا آصف الدولہ کو ترغیب دینا کہ وہ ریاست رام پور ضبط کر لین اور اس حیلے سے پندرہ لاکھ روپے اور بقولے تیس لاکھ روپے نواب سید فیض اللہ خان سے وصول کرنا

عہدنامۂ لال ڈانگ کے بموجب جس پر ۱۷۷۴ء مین انگریزی حکومت کی ضمانت
لی گئی تھی نواب سید فیض اللہ خان سے یہ شرط قرار پائی تھی کہ پانچہزار سے زیادہ سپاہ
اپنے پاس نہ رکھین اور نواب اودھ کی اعانت دو تین ہزار سپاہ سے ہنگام جنگ موافق
اپنی قابلیت کے کیا کرین جب انگریزون اور فرانسیسون مین لڑائی شروع ہوئی
تو نواب سید فیض اللہ خان نے دو ہزار سوار بھیجنے کی درخواست انگریزون سے
کی جسپر لارڈ وارن ہیسٹنگز گورنر جنرل نے ان کا بہت شکریہ ادا کیا کوئی کہتا ہے
کہ ۱۷۸۰ء مین گورنر جنرل نے نواب سید فیض اللہ خان سے پانچہزار سپاہ

## نواب سید فیض اللہ خان کی سپاہ کی فوج آصفی و انگریزی کے ساتھ معبر دارانگر پر تقرری اور نواب سید فیض اللہ خان کی سپاہ کے ساتھ ان دونوں فوجوں کا جھگڑا ہونا

جبکہ سکھوں کی شورش اور تاخت و تاراج کا اثر دریاے گنگا کے کنارے تک ظاہر ہونے لگا تو نواب آصف الدولہ نے کچھ سپاہ انگریزی اور اپنی فوج دارانگر گنگا کے متصل متعین کردی اور نواب سید فیض اللہ خاں بہادر کو لکھا کہ آپ بھی کچھ اپنی فوج وہاں بھیجدیں تاکہ یہ دونوں فوجیں مل کر سکھوں کے ادھر آنے میں مزاحمت کریں۔ نواب سید فیض اللہ خاں نے مولوی غلام جیلانی خاں کا رسالہ وہاں بھیجدیا باوصف اس فوج کے وہاں پہونچ جانے کے اور گنگا کے گھاٹ پر احتیاط رکھنے کے بھی سکھوں نے ایک مرتبہ یورش کر کے دریاے گنگا کو عبور کیا اور سنبھل کو لوٹ لیا اور سرحد کی تنگ و ناموس کو برباد کیا۔ اسی طرح کئی سال یہ فوجیں دارانگر میں مقیم رہیں۔ ۱۰ رمضان ۱۱۹۵ ہجری میں نواب آصف الدولہ کی اور انگریزی سپاہ کے ساتھ نواب سید فیض اللہ خاں کے آدمیوں کی لڑائی ہوئی۔ انگریزی و آصفی سپاہ کو ہزیمت ہوئی پٹھانوں نے ان پلٹنوں کا اسباب اور سامان لوٹ لیا۔ اس فساد کے بعد سے سپاہ کی تعیناتی دارانگر کے مقام سے موقوف ہوگئی مگر انگریز اور آصف الدولہ اس جھگڑے کا حال سنکر ناراض ہوے اور لکھنؤ سے پامر صاحب اور علامہ تفضل حسینخاں

ہمشیر زادہ برہان الملک کے ساتھ نامزد کیا اور بی بی لطف النسا کی منگنی مرزا محمد تقی خان

برادر دوم مرزا نصیر کے ساتھ کی۔

جب دو تین دن بیگم کے کوچ کی تاریخ مین باقی رہ گئے تو حیدر بیگ خان

ڈیوڑھی پہ حاضر ہوے اور سلون کی طرف کی جاگیر کے محالات (جو فیض آباد سے

جنوب کی سمت واقع ہین) چھوڑ دینے کی فرد بیگم صاحبہ کے پاس پہونچائی۔ اس

موقع پر بھی حیدر بیگ خان اپنی صنعت دکھا گئے۔ جس کی صورت یہ ہے کہ

جواہر علیخان بیگم کی تحریر کے بموجب تین لاکھ اور پچھتر ہزار روپے جمع سالانہ بیگم

کے خزانے مین ہمیشہ پہونچایا کرتا تھا اور بہار علی خان ڈیڑھ لاکھ روپے داخل کرتا

تھا تمام جمع سوا پانچ لاکھ روپے انکے ہاتھون سے دوامی پہونچتی تھی۔ حیدر بیگ خان

نے عرض کرایا کہ آپ کو غرض اس قدر روپے سے ہے محالات جنوبی کی جمع خام بغیر

مجرائی خرچ سہ بندی و تنخواہ تحصیلداران و پیشکاران بیگم صاحبہ کے حضور مین لکھ بھیجی

قصبہ ٹانڈہ و نواب گنج کہ دریاے گھاگرہ کے پار شمال کی طرف واقع ہین ان کا تعلق

بہار علی خان سے تھا اور تمام جاگیر کا کلہ داغ جواہر علی خان سے تعلق رکھتا تھا

اور قصبۂ اُناؤ خاص (کہ جسکے ضلع مین اعلی درجے کے چاول پیدا ہوتے تھے)

شجاع الدولہ کے عہد سے بیگم صاحبہ کے تصرف مین تھا اب حیدر بیگ خان نے

سہ بندی کا خرچ اور تحصیلدارون کی تنخواہ وغیرہ ٹانڈہ و نواب گنج و کلہ داغ و اُناؤ

کی آمدنی سے مجرا کر کے بقیہ آمدنی جمع محالات سلون مین شامل کر دی اور بیگم کو

اس طرح سمجھا کر راضی کر لیا۔ ۲۷ رجب ۱۲۰۰ھ ہجری کو دونون بیگمات لکھنؤ سے

فیض آباد پہونچ گئین۔

باؤلی میں اُتارا مثل مشہور ہے کہ جب معزول ہو جاتا ہے تو معقول ہو جاتا ہے
اب انکار کی مجال ماں اور دادی اور اُن کے عملے کو نہ ہی سرنگوں نواسے کے کہنے
سے فیض کو حاضر ہو گئیں۔ دونوں بیگمات کے ملازموں اور متعلقین کے لیے
دوسرے مکان قریب قریب اپنے مالکوں کے مقرر کر لئے جن میں تمام سامان آسائش
تیار تھا بعد اسکے شہر میں منادی کرادی کہ آصف الدولہ اپنی دادی اور ماں کے
نائب ہیں تمام ملک اور ہر ایک شہر و قصبہ اور ہر ایک سامان ریاست کی بالاصالت
یہی دونوں بزرگوار مالک ہیں تمام شہر کی رعیت ان کی فرماںبردار اور محکوم ہے
ان کے آدمی کسی کو زخمی کردیں کہیں چوری یا کوئی اور بدعت کریں تو اُس سے
باز پرسی کی نواب کی ذات سے توقع نہ رکھیں۔ لکھنؤ پہونچنے سے پندرھویں دن
بہار علیخان خواجہ سرا مر گیا۔ کیونکہ فیض آباد سے دوسری منزل پر اسکی سواری
کے گھوڑے نے شوخی کی وہ پشت زین سے زمین پر گرا زیرناف چوٹ آکر میثانہ
بند ہو گیا تھا۔ یہ واقعہ ۱۱۹۹ھ ہجری کا ہے۔ اُس کی لاش فیض آباد کو جواہر علیخان
نے بھجوا دی وہاں دفن ہوا امیر نثار علی خان جو بہار علی خان کا بھائی کہلاتا تھا
نعش کے دفن ہونے سے قبل حویلی میں تنہا گھس گیا اور کوٹھا کھول لیا جیدی بیگم خانم
کو جب یہ خبر پہونچی تو اُنھوں نے بیگم صاحبہ کو یہ حال کہلا بھیجا وہ بے حد متکدر
ہوئیں۔

شادی میں لڑکی کی طرف کا انتظام الماس علی خان کے حوالے تھا اور لڑکے
کی طرف کا سرفراز الدولہ حسن رضاخاں کے سپرد بیگم صاحبہ کی لکھنؤ میں حسین علیخاں
کی بیٹی کو جو بی بی عاشورن کے بطن سے تھی مرزا نصیر ولد مرزا امیں اُس مرزا یوسف

وہ قانون کے موافق حکم نہین دے سکتے تھے اُس مین بے قاعدہ کچھ اپنا بھی حکم لگائین اور اظہار حلفی جو اُنھون نے جمع کیے وہ کچھ کام آئین ۔

## آصف الدولہ کا مان اور دادی کی دلجوئی کرنا ان کو ایک شادی کی تقریب مین لکھنؤ کو اپنے ساتھ لے جانا۔ حیدر بیگ خان کا محالات کے باب مین سمجھوتہ کر لینا

آصف الدولہ نے حیدر بیگ خان کی تعلیم سے بیگم صاحبہ کے خوشنود کر لے کا یہ حیلہ کھڑا کیا کہ وہ بہ نفس نفیس فیض آباد آئے اور نہایت درجہ خلوص و اطاعت غلامانہ ظاہر کر کے خواجہ سراؤن کے ذریعہ سے عرض کرایا کہ میری بیٹی کی شادی کتخدائی احمد علی خان شوکت جنگ خلف نواب مرزا علی خان کے بیٹے کے ساتھ درپیش ہے اگر حضور لکھنؤ تک قدم رنجہ فرما کر میرے جھونپڑے کو رونق بخشین تو بندہ نوازی سے بعید نہو گا اُنھون نے منظور کر لیا اجازت حاصل ہونے کے بعد دونون سرکارون کے غلامون اور کنیزون کی سواری کے لیے دس دس ہاتھی دس دس ٹانگن گھوڑے دس دس رتھ اور پچاس پچاس ہزار روپے مصارف راہ کے لیے بھیجے اور لکھنؤ تک منزل بمنزل عالیشان خیمے کھڑے کرائے اور ہر مقام پر عمدہ عمدہ کھانون کا انتظام بھی کرایا اور یہ سب اہتمام اپنی سرکار سے کیا اور چند قدم نواب اپنے ہاتھ سے سکھپال کا پایہ پکڑ کر پیادہ چلے لکھنؤ مین پہونچنے کے بعد مان کو نخاس محلہ مین اور دادی کو مکان

کہ بیگمات کو راضی کر دینا چاہیے اُنھوں نے نواب آصف الدولہ کو تحریر کیا لیکن
بگڑی ہوئی تھیں اُنھوں نے گورنر جنرل بارر یذیڈنٹ سے کچھ دریافت
نہین کیا۔

ہیسٹنگز صاحب کے دشمن کہتے ہین کہ اُنھون نے بیگمات پردہ پر بھی بیدردی
کرائی کہ کسی وحشی قوم سے بھی اُس وقت تک ظہور مین نہ آئی تھی۔ دوست اُن کے
اس الزام کو یون مٹاتے ہیں کہ مال آصف الدولہ کے دادا کا تھا اُس کو بیگمون نے
ناحق غصب کیا تھا اُنھوں نے شرع اسلام کے موافق دلایا۔ منصف مزاج اس پر
اعتراض کرتے ہین کہ ہیسٹنگز صاحب مُفت مال مارنے کے لیے مفتی شرع اسلام بن گئے
جس وقت اُنھون نے بیگمون سے عہد استوار کیا تھا کہ ہم آصف الدولہ کو رد لیے
کے لیے اُن کو تنگ نہ کرنے دینگے اُس وقت مُفتی صاحب کا فتوےٰ معلوم نہین کہان
گیا تھا۔ مگر ہمکو اس وقت سر ایلج امپی کے انصاف کی داد دینی چاہیے اس وقت
وہ مجبور تھے کہ اس معاملے مین ایما دخل نہین دے سکتے تھے اُن کی تمام حکومت
بنگال پر ختم ہو جاتی تھی اُن کو اودھ کے معاملات مین کسی طرح بولنے کا منصب
نہ تھا وہ لکھنؤ مین پالکی کی ڈاک پر ان واقعات کو سُن کر آئے ایک ڈھیر آدمیون
کی اُٹھین دیکھ کر آموجود ہوئی اور بیگمون کی شکایت مین اظہار حلفی لکھے ہوے
ہاتھ مین لائے وہ صاحب جج کو اُنھوں نے دیے۔ انھون نے لیے جج صاحب اُن
کو پڑھ نہین سکتے تھے اور نہ کوئی مترجم اُنکے ساتھ تھا غرض وہ اِن سب اظہارات
کو لیے ہوے کلکتے کو اُلٹے چلے گئے اب سوال یہ ہے کہ اُنھوں نے اتنا لمبا چوڑا سفر
کیوں کیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس سفر سے اُنکی غرض یہ تھی کہ جس معاملے میں

مؤلف نے کہا کہ حیدر بیگ خان نے غالباً تقی بیگ خان کو علحدہ بھی لکھا ہوگا اور
اُس مین تفصیل دی ہوگی اگر اُس نے اپنے عاملون کو تمام محالات سے اُٹھا لیا ہوگا
تو اس صورت مین مطلب حاصل ہے اور اگر وہ بعض محالات سے قبضہ اُٹھالے
تو جو کچھ مرزا بُرہان علی صاحب کہتے ہین وہی دُرست ہے دوسرے دن اخوند صاحب
اپنے رفقا کو ساتھ لے کر محالات کو روانہ ہوے گانوُن والے جوق جوق اپنے مکانون
سے ہتھیار بند نکل کر استقبال کو آتے تھے جائس مین پہونچکر مقام کیا اور آغا محمد صادق
کشمیری کو جو جواہر علی خان کا نوکر تھا تقی بیگ خان کے پاس سلون کو بھیجا اُس نے
صرف اس قدر سُنا تھا کہ بیگم صاحبہ کی جاگیر چھوڑ دی گئی ہے اُسکے پاس اب تک
کوئی تحریر حیدر بیگ خان کی اِس معاملے مین نہین آئی تھی وہ آدمی نیک اور
معقول تھا اُس نے وہ پروانہ جو اخوند صاحب ساتھ لے گئے تھے دیکھتے ہی آٹھون محال
سے اپنے عاملون کو اُٹھا لیا اور ان سے کہدیا کہ قبضہ اپنا کر لو یہان تک کہ حیدر بیگ خان
کا حکم اُس کے پاس بھی جا پہونچا جس مین بعض محالون کو چھوڑ دینے اور بعض کو بدستور
قبضے مین رہنے دینے کی تفصیل تھی۔ مرزا برہان علی بیگ نے جو کچھ سوچا تھا وہ ظہور مین
آگیا۔ محال سلون خاص اور ان تین علاقون رو کھا۔ وپرسدی پور۔ واتھیشر پر
بیگم صاحبہ کے کارگذارون کو قبضہ ملا اور سمروتہ و موہن گنج و گوراو جائس خاص پر
بدستور ریاست متصرف رہی اِس صورت مین آدھے محال ضبط رہے اور آدھے چھوڑ دیے
گئے اور نہ اسمعیل گنج و کلہ واغ صوبہ سے بیگم کے آدمیون کو سروکار رہا دو سال تک
بیگم صاحبہ نے چار محالون پر قناعت کی جب یہ خبر کلکتہ ہوتی ہوئی لندن مین پہونچی
تو وہان سے وارن ہیسٹنگز کے جانشین لارڈ کارن والس کو کورٹ دائرکٹرز نے لکھا

مؤلف فرح بخش میں آباد پہونچے تو جواہر علی خان نے تمال و کمال حال اخوند صاحب سے بیان کیا انھون نے جواب دیا کہ اس قدر کا واپس ہو جانا بھی غنیمت سمجھنا چاہیے اس عرصے تک جو قرق رکھا تو اُن کا کیا کرسکے بہار علی خان کو کہدینا کہ وہ بھی ان محالات مین شریک ہو جائین۔ ٹانڈہ اور نواب گنج دوبارہ مل جائین تو پھر اُن پر قبضہ کر لین جواہر علی خان بولے کہ مین اس معاملے مین دخل نہیں دیتا تم خود جا کر اپنی طرف سے سمجھا دو چنانچہ اخوند صاحب نے اُس کو نشیب و فراز بتایا تو خیال میں اُس کی بات آگئی اور بیگم صاحبہ سے عرض کیا کہ اب جو کچھ دیتے ہیں حضور قبول کر لیں باقی محالات کے چھوڑ دینے کے لیے نواب سے وعدہ لے لیں بیگم نے داراب علیخان کو نواب کے پاس بھیجکر اپنے پاس بلایا اور فرمایا کہ تم چونکہ خود پروانہ لائے ہو تمھارے پاس خاطر سے قبول کرتی ہون بشرطیکہ باقی محالات کی واپسی کا وعدہ کرو نواب نے قسم کے ساتھ وعدہ فرمایا اور پروانہ حوالے کرکے لکھنؤ کو رخصت ہو گئے۔ جب پروانہ جواہر علی خان کے پاس آیا تو مرزا ارمان علی بیگ نائب موہن گنج نے کہ بہت ہوشیار آدمی تھا دیکھ کر کہا کہ مجھکو محالات جوبی میں بھی شک واقع ہو گیا اس لیے کہ اس پروانے میں سلون وغیرہ محال جاگیر لکھا ہے جمع کا لفظ یعنی محالات نہیں ہے حالانکہ اُس طرف تین محال ہین (۱) محال سلون کہ میر گنج وغیرہ ضلعے اُس سے متعلق ہین (۲) محال نصیر آباد کہ رد کھا دیرسدی پور وا کھیہ اس سے تعلق رکھتے ہیں (۳) محال جائس کہ موہن گنج وسمر دتہ وسید حا متہور گوڑا کنائی کا اُس سے تعلق ہے اور یہان فقط محال کا لفظ لکھا ہے اس بات کے سننے سے دوسرے آدمیوں کو بھی شک پیدا ہو گیا۔ اُس وقت فرح بخش کے

اسکا ہاتھ امیرالدولہ کے ہاتھ مین دیا اور فرمایا کہ اگر کوئی قصور بھی اس سے
سرزد ہو جلئے تو ہماری خاطر سے معاف کردین۔

نواب محالات جاگیر بیگم صاحبات کے واگذاشت کرنے کا پروانہ جو تقی بیگ خان
کے نام تھا کہ فی الحال وہ ان محالات پر حاکم تھا خود لے کر فیض آباد کو گئے اور
بیگم صاحبہ کو دیدیا اُنھون نے قبول نہ کیا وجہ اسکی یہ ہے کہ بیگم صاحبہ کی جاگیر مین
ضبطی سے قبل اتنا علاقہ تھا۔ (۱) جنوب کی طرف سلون جس مین آٹھ محال تھے
(۲) شرق کی طرف قصبۂ ٹانڈہ (۳) شمال کی جانب دریاے گھاگرہ کے پار
نوابگنج (۴) غرب کی طرف لکھنؤ سے ملا ہوا اسمعیل گنج۔ سلون کے محالات کا تعلق
جواہر علی خان سے تھا۔ اور قصبۂ ٹانڈہ و نواب گنج بہار علی خان کے سپرد تھا اور
اسمعیل گنج شگون علی خان کے تفویض تھا اور تمام جاگیر کا کلہ دراغ جواہر علی خان
کے حوالے تھا۔

ان مین سے ٹانڈہ اور نواب گنج موقوف کر دیے تھے باوجود گورنر جنرل کی
تاکید کے حیدر بیگ خان عناد دلی کی وجہ سے اور بھی چار محالون کو بیچ مین ڈال گئے
اور اُس وقت بیگم کی سمجھ مین وہ بات نہ آئی وہ یہی سمجھین کہ صرف ٹانڈہ اور
نواب گنج موقوف رکھے ہین پروانے کی عبارت یہ تھی کہ سلون وغیرہ محال جاگیر
بدستور والدہ صاحبہ کے نذر کیے گئے۔ پس بیگم صاحبہ نے یہ معلوم کرکے کہ ٹانڈہ اور
نواب گنج کا نام پروانے مین نہین لکھا اور باقی تمام علاقے کا ذکر ہے پروانے کو مسترد
کردیا۔ بہار علی خان نے بھی بیگم صاحبہ کو ورغلا دیا تھا نواب وزیر اس وجہ سے
دو دن تک مان کے سلام کو بھی نہ آئے جب چار دن کے بعد اخوند احمد علی اور

ہم جائیں اور نواب وزیر جائین دونوں باہم بیٹ لیئیگے گورنر جنرل نے کہا کہ وزیر کا دشمن جبین ہمارا دشمن ہے بھاؤ خاموش ہوگیا اور اسکے بعد کہا کہ پٹیل بہادر نے کہا ہے کہ میری خاطر سے چیت سنگھ راجہ بنارس کا قصور معاف کردیا جائے اور اُس کا ملک اُس کو واپس کردیا جائے کیونکہ وہ برہمن ہے گورنر جنرل نے جواب دیا کہ یہ بات اُس وقت ہوسکتی ہے کہ پٹیل بہادر رانائے گوہد کا ملک جو قدیم سے ہمارا دولت خواہ ہے اُس کو دیدین بھاؤ بخشی نے کہا کہ اس ملک کی تمام رعایا انگریزون کی دولت خواہ ہے پس کس کس کو ملک دیا جائے گورنر جنرل نے جواب دیا کہ برہمن کوچہ و بازار مین بھیکیں مانگتے پھرتے ہیں یہ ضرور نہیں ہے کہ ہر برہمن کو ملک دیا جائے اس جواب شافی سے بھاؤ بخشی خاموش ہوگیا اور رخصت ہوکر گوالیار کو لوٹ گیا۔

اسی زمانے مین لکھنؤ مین مرزا خرم بخت شاہزادۂ دہلی بھی آئے تھے۔

تاریخ شاہیہ میں لکھا ہے کہ گورنر جنرل نے رخصت کے وقت ایک کروڑ پچھتر لاکھ روپے کے وہ تمسک جو نواب وزیر پر کمپنی کے قرض کی بابت تھے نواب کے سامنے پھاڑ ڈالے جس سلوک مرداں چناں مے باشد۔ افسوس اتنی چھوٹی سی معلومات پر یہ لوگ تاریخ کی کتاب لکھنے بیٹھ جاتے ہیں۔ الغرض ۲۷ اگست ۱۷۸۴ء کو گورنر جنرل نے لکھنؤ سے مراجعت کی۔

## بیگموں کی جاگیر کا پھر اُن پر بحال ہوجانا

نواب وزیر نے اس زمانے میں راجہ جھاؤلال کو جو مدت سے قید تھا رہا کرکے

لیا جائے اسلیے کہ نواب کو بڑی شکایت ان رزیڈنٹون کے ہاتھ سے رہتی ہے ہمیشہ نواب کے خط اُنکی شکایت مین آتے رہتے ہین اس پر کونسل مین کئی روز تک مباحثہ رہا مگر آخر کار ۱۷۸۳ء مین گورنر جنرل کو اپنی رائے مین کامیابی ہوئی اور اُنھون نے اب خود لکھنؤ آنے کا ارادہ کیا نواب آصف الدولہ مع اپنے تمام ارکین کے استقبال کی غرض سے آلہ اباد تک تشریف لے گئے اور وہ دونون خواجہ سرا یعنی جواہر علیخان و بہار علی خان بھی ہمرکاب تھے ایک ماہ کے بعد گورنر جنرل کے ساتھ مراجعت کی اور پہلے سے مرزا حسن رضا خان کو شہر کی تزئین اور آرائش کے لیے بھیجدیا تھا۔

۲۷ مارچ ۱۷۸۴ عیسوی کو گورنر جنرل اور نواب لکھنؤ مین آئے گورنر جنرل کا بڑا مطلب یہان آنے سے یہ تھا کہ نواب وزیر سے سرکار کمپنی کا قرض وصول کرین اُنھون نے آصف الدولہ کے نائب سے روپیہ وصول کیا اور بہو بیگم اور بڑی بیگم اور سالار جنگ کی جاگیرون کے واگذاشت کرنے کے لیے بھی کہا۔ گورنر جنرل نے نواب آصف الدولہ سے کہدیا کہ بیگمون کو جاگیر دینے مین تمھارا اور تمھارے ملک کا بھلا ہے اُن سے تمھین انتظام مین بڑی مدد پہونچے گی اور گورنر جنرل نے لکھنؤ مین اپنے آنیکا اطلاعی خط بھی بہو بیگم صاحبہ کو لکھا۔

یہان ایک دلچسپ بات سن رکھنے کے قابل ہے جو تاریخ شاہیہ نیشاپوریہ مین لکھی ہے کہ بھاؤ بخشی نام مہاجی سیندھیہ کا سفیر لکھنؤ مین گورنر جنرل کے پاس ملک دوآبہ کے سوال وجواب کے لیے جو ریاست لکھنؤ کے تصرف مین تھا ان ایام مین آیا اور کہا کہ پٹیل بہادر وہ اپنا ملک مانگتے ہین گورنر جنرل نے جواب دیا کہ ہمکو اختیار نہین ہے نواب وزیر اُس ملک کے مالک ہین بھاؤ نے کہا کہ اگر ایسا ہے تو آپ بیچ مین دخل ندین

تکیے مین تھا محلہ قدیم کے مقابل واقع تھی ٹھہرایا یہ دونوں شخص سال بھر تک ان
رہے اور معاملہ لیت ولعل میں پڑا رہا یہ تمام حیلہ باری اور فیلسوسی حیدر بیگ خاں کی
تھی وہ نہین چاہتے تھے کہ بیگم صاحبہ کی جاگیر واپس ہو۔

## ہیسٹنگز صاحب گورنر جنرل کا لکھنؤ مین ورود۔ مہاراجہ سیندھیا کی طرف سے اس مقام پر اُنکے پاس سفیر کا آنا

تاریخ مظفری مین لکھا ہے کہ آصف الدولہ نے ۱۱۹۸ ہجری میں حیدر بیگ خان
کو کلکتے میں ہیسٹنگز صاحب کے پاس بھیجا جس کام کے لیے وہ بھیجے گئے اُسکو اچھی طرح
انجام کو پہونچایا کہ آصف الدولہ نہایت رضامند ہوے۔ گورنر جنرل برسٹو صاحب
کے کام سے بھی ایسے ناراض ہو گئے جیسے وہ مڈلٹن صاحب کے کام سے ہوے تھے
شاید وہ یہ کام ہون جو بعض شخص نے لکھے ہین کہ برسٹو صاحب نے حیدر بیگ خان
کے ساتھ والدہ آصف الدولہ سے زبردستی روپیہ لیے اور خواجہ سراؤن کو قید کرلے
اور دونوں بیگموں کی جاگیرات کو ضبط کرلیے اور پلٹن انگریزی کو قلعہ فیض آباد میں
قائم کرنے کے باب میں اختلاف کیا اور اس کام کو خراب جانا۔ بہر صورت گورنر جنرل
نے چند مہینے کے بعد ہی برسٹو صاحب کو معزول کرنا چاہا مگر اور ممبران کونسل نے
گورنر جنرل کی راے کے ساتھ اتفاق نہ کیا اور وہ بدستور کام کرتے رہے مگر گورنر جنرل
جس کام کے پیچھے پڑتے تھے اُسے کر کے چھوڑتے تھے اب اُنھوں نے یہ تحریر پیش کی
کہ لکھنؤ میں رزیڈنٹ نہ رہے اور جو رزیڈنٹ سے کام لیا جاتا ہے وہ ہندوستانیوں سے

## بہو بیگم اور اُن کے آدمیون پر جو تشدد ہوا اور خزانہ اُنسے چھینا گیا اُس سے لندن مین بڑی ناراضی پھیلی

جبکہ لندن مین فیض آباد کے واقعہ کی خبر مشہور ہوئی تو بیگمون کے ظلم وستم پر وہان بڑی ہائے واے مچی اور تحقیقات ہونے لگی۔ حیدر بیگ خان نے یہ راز بہو بیگم پر ظاہر ہونے دیا نواب کو بھی اظہار سے منع کردیا اور اُس کے تدارک کی یہ تدبیر سوچی کہ بیگم کو دوسری صورت سے راضی کرلیا جائے۔ نواب سے عرض کرکے آفرین علی خان کو فیض آباد کو بھیجا اور یہ کہلایا کہ غلام نے انگریزون سے سماجت کرکے پلٹن کے قلعہ فیض آباد سے اُٹھ جانے کا حکم لے لیا ہے چنانچہ جان برسٹو صاحب نے پلٹن کو وہان سے بلوا لیا۔ دوسری تدبیر یہ کی کہ ماہ رمضان ۱۱۹۷ہجری مین ایک عریضہ نواب نے اپنی ماں کو لکھا کہ وزیر علی خان میرا فرزند صلبی ہے امیدوار ہون کہ اُسے بترک مرحمت ہو جائے اور اُس سے پردہ توڑ دیا جائے تاکہ اُس کی آبرو بڑھ جائے جناب عالیہ نے جواب مین لکھا کہ تمھارا مکان ہے اجازت کی حاجت کیا ہے جب اجازت آگئی تو نواب اُس کو اپنے ساتھ لے کر فیض آباد کو گئے وہان دو تین دن ٹھہرے بہت سی چاپلوسی کی اور عرض کیا کہ مین نے انگریزون سے آپ کی جاگیر چھوڑ دینے کے لیے کوشش کی ہے جواہر علی خان و بہار علی خان کو میرے ہمراہ کردیا جائے گو ہر مقصود ہاتھ آجانے کے بعد اُنکو رخصت کردونگا چنانچہ ان دونون خواجہ سراؤن کو ہمراہ لے کر آخر ماہ رمضان اور عین بارش مین لکھنؤ کو روانہ ہوے اور وہان پہونچکر دونون خواجہ سراؤن کو محرم علی خان کی حویلی مین جو شاہ پیر محمد کے

جنرل پامر صاحب شوکت جنگ ریذیڈنٹ ہوکر آیا تھا یہ صحیح نہیں۔ مڈلٹن صاحب
کے تقرر سے پہلے جو ۱۷۸۱ء میں ہوا تھا سالانہ خرچ نواب سے ستر لاکھ روپے سالانہ
سے ایک کروڑ بیس لاکھ روپے تک مانگا جاتا تھا اور ریذیڈنٹ اس روپے میں
سے ساٹھ لاکھ روپے سے لے کر اسی لاکھ روپے تک وصول کرکے بھیجا کرتا تھا اس
لیے ہر سال قرض زیادہ ہوتا جاتا تھا جس وقت چنار گڑھ میں نواب آصف الدولہ
اور گورنر جنرل کی ملاقات ہوئی تو یہ قرض چوالیس لاکھ روپے کا تھا ریذیڈنٹ
نے بجائے اسی لاکھ روپے کے جو سب سے زیادہ وصول ہونے کی امید تھی ایک کروڑ
اور چالیس لاکھ روپیہ وصول کیا تھا مگر نواب پر اس سال حسابوں کے پیچ پاچ
لگا کر اڑھائی کروڑ روپیہ لگایا گیا جو ملک کی سالانہ آمدنی سے پورا دوچند تھا۔
مڈلٹن صاحب نے اپنے عذرات پیش کیے کہ ہمکو بیگم سے روپیہ لینا تھا اور بیگم بھی
جو نواب کی ماں تھی یوں ہی لوگ ہمکو بدنام کرتے تھے کہ اپنے فائدے کیلیے بیٹے کو ماں
کے واسطے قصاب بنا دیا ہے اگر ہم زنانے میں گھس جاتے اور پردے کا لحاظ نہیں رکھتے
تو اور زیادہ نواب کی تفضیح ہوتی غرض یہ کام ہی ایسا تھا جس میں توقف ہونا لازم
تھا میدان جنگ کے دشمن سے کام نکالنا ایسا دشوار نہ تھا جیسا کہ دشمن مستور سے
عہدہ برآ ہونا مشکل نکلا اس کا جواب گورنر جنرل نے یہ دیا کہ میرا حکم یہ نہ تھا کہ تم
زنانے کا پاس نکرو اور گھر میں دڑانہ گھس جاؤ مگر تم نے کچھ اور ہی ٹٹی کی اوجھل میں
شکار کھیلا ہے میں اسے جانتا ہوں غرض گورنر جنرل کو ریذیڈنٹ پر رشوت ستانی
کا شبہ ہوا اسلیے اسکو موقوف کیا۔

برستور خواجہ سراؤن کے دروازے اور بیگم کی ڈیوڑھی پر اور قلعہ مین قائم رہا جو کچھ تھا وہ فریب تھا اس امید مین ماہ ذیحجہ گذر کر محرم ۱۱۹۰ھ ہجری شروع ہوگیا پورا ایک سال اس کشاکشی مین گذرا۔

## لکھنؤ کی رزیڈنسی سے مڈلٹن صاحب کا موقوف ہونا اور جان برسٹو صاحب کا دوبارہ اُن کی جگہ مقرر ہونا۔ جس قدر روپیہ بہو بیگم سے نہایت سنگدلی کے ساتھ لیا گیا سرکار کمپنی نے اُس سے بہت زیادہ نواب کی جیب سے نکال لیا

برسٹو صاحب اور مڈلٹن صاحب کا حال ہم پہلے لکھ چکے ہین اب تازہ حال یہ ہے کہ عرصۂ دراز تک جب بیگمون سے روپیہ مڈلٹن صاحب زبردستی نہ چھین سکے اور احکام گورنر جنرل جو اُن کے پاس اس باب خاص مین آئے اُن کی تعمیل مین بھی اُنھون نے التوا کے لیے معقول حجتین پیش کین تو گورنر جنرل رزیڈنٹ سے خفا ہوگئے اور ۲۳ ستمبر ۱۷۸۲ء کو اُنھون نے اس الزام مین کہ اپنے فرائض منصبی کو اچھی طرح ادا نہین کیا معزول کر دیا اور برسٹو صاحب کو جن کی بحالی کا حکم کورٹ ڈائرکٹرز بھیج چکی تھی اُسکی جگہ مقرر کر دیا اور ۶ مئی کو میجر پامر کو اپنا خانگی نج کا ایجنٹ مقرر کر کے نواب آصف الدولہ کے پاس بھیجا اور اُس کی معرفت اور بہت سی نئی درخواستین کی گئین تاریخ شاہیہ نیشاپوریہ مین جو لکھا ہے کہ اعتضاد الدولہ نصیر الملک

جنرل پامر صاحب شوکت جنگ ریذیڈنٹ ہوکر آیا تھا یہ صحیح نہیں۔ مڈلٹن صاحب
کے تقرر سے پہلے جو ۱۷۸۰ء میں ہوا تھا سالانہ خرچ نواب سے ستر لاکھ روپے سالانہ
سے ایک کروڑ میں لاکھ روپے تک مانگا جاتا تھا اور ریذیڈنٹ اس روپے مین
سے ساٹھ لاکھ روپے سے لے کر اسی لاکھ روپے تک وصول کرکے بھیجا کرتا تھا اس
لیے ہر سال قرض زیادہ ہوتا جاتا تھا جس وقت چنارگڑھ مین نواب آصف الدولہ
اور گورنر جنرل کی ملاقات ہوئی تو یہ قرض چوالیس لاکھ روپے کا تھا ریذیڈنٹ
نے بجائے اسی لاکھ روپے کے جو سب سے زیادہ وصول ہونے کی امید تھی ایک کروڑ
اور چالیس لاکھ روپیہ وصول کیا تھا مگر نواب پر اس سال حسابوں کے پیچ پاچ
لگا کر اڑھائی کروڑ روپیہ نکالا گیا جو ملک کی سالانہ آمدنی سے پورا دوچند تھا
مڈلٹن صاحب نے اپنے عذرات پیش کیے کہ ہمکو بیگم سے روپیہ لینا تھا اور بیگم وہ تھی
جو نواب کی ماں تھی یوں ہی لوگ ہمکو بدنام کرتے تھے کہ اپنے فائدے کیلیے بیٹے کو ماں
کے واسطے قصاب بنا دیا ہے اگر ہم زنانے مین گھس جاتے اور پردے کا لحاظ نہیں رکھتے
تو اور زیادہ نواب کی تفضیح ہوتی غرض یہ کام ہی ایسا تھا جس میں توقف ہونا لازم
تھا میدان جنگ کے دشمن سے کام نکالنا ایسا دشوار نہ تھا جیسا کہ دشمن مستور سے
عہدہ برآ ہونا مشکل نکلا اس کا جواب گورنر جنرل نے یہ دیا کہ میرا حکم یہ نہ تھا کہ تم
زنانے کا پاس نکرو اور گھر مین دندانہ گھس جاؤ مگر تم نے یکہ اور سہی ٹٹی کی اوجھل میں
شکار کھیلا ہے مین اُسے جانتا ہوں غرض گورنر جنرل کو ریذیڈنٹ پر رشوت ستانی
کا شبہ ہوا اسلیے اُسکو موقوف کیا۔

بدستور خواجہ سرا اُن کے دروازے اور بیگم کی ڈیوڑھی پر اور قلعہ مین قائم رہا جو کچھ تھا وہ فریب تھا اس امید مین ماہ ذیحجہ گذر کر محرم ۱۲۱۰ھ ہجری شروع ہوگیا پورا ایک سال اس کشاکشی مین گذرا۔

## لکھنؤ کی رزیڈنٹی سے مڈلٹن صاحب کا موقوف ہونا اور جان برسٹو صاحب کا دوبارہ اُن کی جگہ مقرر ہونا۔ جس قدر روپیہ بہو بیگم سے نہایت سنگدلی کے ساتھ لیا گیا سرکار کمپنی نے اُس سے بہت زیادہ نواب کی جیب سے نکال لیا

برسٹو صاحب اور مڈلٹن صاحب کا حال ہم پہلے لکھ چکے ہین اب تازہ حال یہ ہے کہ عرصۂ دراز تک جب بیگمون سے روپیہ مڈلٹن صاحب زبردستی نہ چھینوا سکے اور احکام گورنر جنرل جو اُن کے پاس اس باب خاص مین آئے اُن کی تعمیل مین بھی اُنھون نے التوا کے لیے معقول حجتین پیش کین تو گورنر جنرل رزیڈنٹ سے خفا ہوگئے اور ۲۳ ستمبر ۱۷۸۲ء کو اُنھون نے اس الزام مین کہ اپنے فرائض منصبی کو اچھی طرح ادا نہین کیا معزول کر دیا اور برسٹو صاحب کو جس کی بحالی کا حکم کورٹ ڈائرکٹرز بھیج چکی تھی اُسکی جگہ مقرر کر دیا اور ۲۶ مئی کو میجر پامر کو اپنا خانگی نج کا ایجنٹ مقرر کر کے نواب آصف الدولہ کے پاس بھیجا اور اُس کی معرفت اور بہت سی نئی درخواستین کی گئین تاریخ شاہیہ نیشاپوریہ مین جو لکھا ہے کہ اعتماد الدولہ نصیر الملک

چنانچہ ایک گٹھر روزانہ نکالا جاتا اور بارہ دری میں جو دریا کی جانب تھی کھولا جاتا سات دن تک روزانہ ایک گٹھر نکلتا آٹھویں دن سے کھولنا شروع کیا ایک گٹھر کھولا گیا تو اُس مین سفید ململ کے تھان نکلے اُنکی قیمت کی اور بدستور باندھ دیا دوسرے دن دوسرا کھولا ایک گٹھر کے باندھنے اور کھولنے میں صبح سے تیسرا پہر ہو جاتا ایک ایک گٹھر کے ململ کے تھانوں کی قیمت چوراسی ہزار روپے مقرر ہوئی جب کئی گٹھروں کی قیمت تین لاکھ سے بھی بڑھ گئی تو میجر کلفن نے درخواست کی کہ ایک لاکھ روپے نقد دیے جائیں۔ بہو بیگم نے فرمایا کہ قیدیون نے اپنے پاس سے ایک کوڑی نہیں دی ہے یہ لاکھ روپے وہ اپنے پاس سے دین یہ لوگ روپیہ فراہم کرنے کی فکر مین ہوے لیکن تلنگون کے چوکی پہرے کی وجہ سے چھپے ہوے روپے کو نکال نہ سکتے تھے کیونکہ اخفا منظور تھا۔ انھوں نے بڑی بیگم صاحبہ سے عرض کرایا کہ حضور نے سابق میں لاکھ روپے دینے کا وعدہ کیا تھا وہ اب عطا کیے جائیں اُنھون نے جواب دیا کہ یہ روپیہ بہو بیگم نے اپنی سرکار سے اس خیال سے قبول کیا تھا کہ خواجہ سرا لکھنؤ لیجانے سے رُک جائیں۔ ہزار دقت کے ساتھ داراب علی خان کے ذریعہ سے پندرہ ہزار روپے ہاتھ آئے اُن میں سے کچھ سکۂ حالی کے روپے تھے اور کچھ سکۂ رکابی کے بہو بیگم نے شکر یہ روپے واپس کرا دیے اِسکے بعد خواجہ سراؤں نے اپنے پاس سے پچاس ہزار روپے دیے جب میجر کلفن کا قصہ کپڑے کے گٹھروں اور پچاس ہزار روپوں پر ہو گیا تو اُس نے اس مضمون کی ایک تحریر دی کہ میں خدائے پاک اور حضرت عیسیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ اس سامان اور روپے کو لکھنؤ لیجاؤں گا اور وہاں پہونچتے ہی خواجہ سراؤں کو رہا اور جاگیر کو واگذاشت کرا دوں گا مگر جانے کے بعد کچھ ظہور میں نہ آیا جو کی میرہ

نہین ہو سکتا مگر چار یا پنچ لاکھ روپے کا کپڑا ہماری سرکار مین ہے وہ دیدیا جائیگا تحویلدار وہی دونون خواجہ سرا ہین جب وہ لکھنؤ سے آجائین گے اور اُن کی بیڑیان کٹ جائینگی تو اُن کے ہاتھ سے یہ کپڑا پہونچ جائے گا۔ میجر مذکور نے رزیڈنٹ لکھنؤ اور حیدر بیگ خان دونون کو لکھا کہ ہر طرح سے دھمکی دی گئی اور دق کرنے مین کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا لیکن بیگم صاحبہ ایک روپیہ دینا قبول نہین کرتین مین نے بڑی کوشش اور خوشامد سے اُن کو زر نقد کی جگہ اسباب دینے پر آمادہ کیا ہے اب جو کچھ ہاتھ لگے اُسے مفت اور غنیمت سمجھنا چاہیے اُن دونون خواجہ سراؤن کو فیض آباد پہونچا دینا بہتر ہے۔ جس دن فیض بخش نے اُس ورویش سے چار نقش لاکر دیے تھے اُسکے دوسرے دن یہ خط لکھنؤ پہونچا۔ ایک انگریز دونون خواجہ سراؤن کے پاس آیا اور کہا کہ تمکو فیض آباد لے چلینگے آج سفر کا سامان درست کرلو دوسرے دن لکھنؤ سے روانہ ہوے آٹھوین دن فیض آباد پہونچے اول جواہر علیخان کی حویلی مین دونون خواجہ سرا اُتارے گئے اور بالکل بیڑیان پاؤن سے نکالکر بیگم صاحبہ کے پاس جانے کی اجازت دی لیکن انگریزی تلنگون کا گارد سواری کے ساتھ تھا اور پلٹن کا بندوبست بھی قائم تھا جب بیگم صاحبہ کے سامنے آٹھ ماہ اور چند روز کے بعد دونون خواجہ سرا پہونچے تو بے اختیار زار زار رونے لگے اور سرون کو دیر تک زمین سے نہ اُٹھایا

ماہ رمضان تھا خواجہ سراؤن کے آنے سے دو روز کے بعد بہو بیگم نے حکم دیا کہ اجناس کا کوٹھا جو شجاع الدولہ کے عہد سے بند تھا کھولین اور اُس مین سے کپڑون کے وہ گٹھر جو نواب قاسم علی خان کے یہان سے ضبط ہوے تھے نکالین

جمع ہو گئے یہ حالت جب اُس انگریز نے دیکھی تو فوراً لوٹ گیا اور یہ جھگڑا خیریت
کے ساتھ طے ہو گیا اُسی دن یہ خبر لکھنؤ ما پہونچی۔ میجر کلس صاحب جن کے ہاتھ میں
فیض آباد کا اہتمام تھا ایک عمدہ تدبیر سوچ کر ڈیوڑھی پر آیا اور نہایت ادب کے ساتھ
بہو بیگم کی خدمت میں عرض کرایا کہ حضور عالم و عالمیاں کی قبلہ و کعبہ ہیں میں جناب
کا ایک نوکر ہوں جو کچھ ارشاد ہو بجا لاؤں جناب عرصہ دو ماہ سے زمین بیگم صاحبہ کے
مکاں پر مقیم ہیں دونوں بیگم صاحبہ کے نوکروں کو قلت مکاں کی وجہ سے تکلیف
ہے امیدوار ہوں کہ قلعہ کے محل خاص میں تشریف لے چلیں میں رکاب سعادت
میں رہوں گا اور جو خدمت ارشاد ہو گی بجا لاؤں گا اور اس باب میں اتنا مبالغہ
کیا کہ بیگم صاحبہ کو سوار ہونا پڑا میجر جو دار دلی میں چلا۔ بیگم صاحبہ کو قلعہ میں لیجا کر
موتی محل میں اُتار دیا اور ہر روز ڈیوڑھی پر آتا اور نوکروں کی طرح سلام و مجرا کرتا
اور بیگم صاحبہ کو اپنی طرف سے بہت کچھ راضی کر لیا چند روز کے بعد عرض کرایا کہ
ساڑھے چھ لاکھ روپیہ اس قدر مالیت نہیں رکھتا کہ اس زر قلیل کی وجہ سے
جناب کے اور صاحبزادہ والا جاہ یعنی نواب کے درمیاں کشیدگی خاطر رہے اور
جناب کے ذی عزت و اعتبار خواجہ سرا قیدرہ کر ہر طرح کی تکالیف اُٹھائیں اس
خیر طلب کے دل میں آسان طریق اس کا یہ گذرا ہے کہ چار لاکھ روپے تو آپ جس طرح
بھی ممکن ہو جمع کروا دیں اور ایک لاکھ روپے میں اپنے پاس سے شامل کر دونگا
اور ڈیڑھ لاکھ روپے کا تمسک لکھ دیں کہ جس سال جاگیر کے محالات قبضے میں آئیں
آپ کے نوکر پہونچا دیں اس صورت میں میں ضامن ہوتا ہوں کہ دونوں خواجہ سراؤں
اور جاگیر کو ایک ساتھ چھڑوا دوں گا بیگم نے جواب دیا کہ زر نقد کا ہم سے سرانجام

خواجہ سراؤن کو دیے حقیقت مین ایسا ہی ہوا کہ تین روز کے بعد لکھنؤ سے فیض آباد
کی طرف روانہ کیے گئے جب مقام سرامین جو کٹھاکر دوارے کے نام سے مشہور ہے
پہونچے تو ایک ایک بیڑی ایک ایک پانون کی کاٹ دیگئی آٹھوین دن فیض آباد مین پہونچے
یہان دوسرے پانون کی بیڑی بھی کاٹ کر بہو بیگم والدہ آصف الدولہ کے پاس بھیجے گئے۔
اِس جملہ معترضہ کے بعد کہتا ہون کہ جواہر علی خان و بہار علی خان کی فیض آباد
سے روانگی کے بعد انگریزی پلٹن مین سے جو قلعہ مین متعین تھی ایک انگریز ایک توپ
اور ایک کمپنی لے کر بڑی بیگم صاحبہ کی ڈیوڑھی پر آیا توپ کو بیرونی دروازے پر
اندرونی دروازے کے مقابل جو ڈیوڑھی خاص تھی بھر کر کھڑا کر دیا اور بتی روشن
کرکے گولہ انداز کے ہاتھ مین دیدی اور کمپنی سے موتی باغ کا محاصرہ کرا دیا اور کہا
کہ ہمکو بڑی بیگم صاحبہ سے کوئی غرض نہین اور نہ اُنکے آدمیون سے مطلب ہے
لیکن جنابعالیہ جو یہان آکر رہی ہین اُن کی تکلیف دہی اور اُن کے متعلقین پر
کھانا اور پانی بند کرنے کے لیے آئے ہین اگر بڑی بیگم صاحبہ کے آدمی ہمکو اس کام سے
مانع ہونگے تو البتہ اُنکے مقابلے مین کارروائی کرینگے جب یہ جسارت حد سے گذر گئی
اور نوبت اس حد تک پہونچی تو بڑی بیگم صاحبہ کے خواجہ سرا اور سپاہی بھی لڑنے مرنے
کو آمادہ ہوے۔ محرم علی خان ناظر کا دیوان ہیم راج جلد گانوؤن کو چلا گیا اور وہان
خبر کرکے ایک ہزار شمشیر زن راجپوت جمع کرکے اپنے ساتھ لے آیا اور تین سو میواتی
جو پُرانے ملازم تھے مسلح اور آمادہ ہو کر آگئے اور مطبوع علی خان بذات خود توپ
کے پاس کھڑے ہو کر اُس انگریز سے لڑنے لگا اور باہم دست بازی اور کشتی کی
نوبت پہونچی یہ حال دیکھ کر شہر کے چھوٹے بڑے آدمی بھی غضبناک ہو کر وہان

چشم نمائی کریں۔ دیوان ہولاس رائے دو خلاصی اور سزا کا سامان لیکر خواجہ سرائیں کے بنگلے میں آیا اول بہار علی خان کا ہاتھ پکڑکر اٹھایا جواہر علی خان از خود اُٹھ کر بنگلے کی غلام گردش میں آکر کھڑے ہو گئے بہار علی خان نے جست کر کے وہ رسی جو لکڑی میں لٹک رہی تھی اپنی گردن میں ڈالکر قوت کے ساتھ کھینچی تاکہ دم سے جان نکل جائے اور بیبا کانہ گالیاں دینے لگے سرداروں میں سے کسی کو اپنی گالیوں سے اتی نہ چھوڑا حالانکہ اُن کو ڈرانے کے لیے یہ کارروائی کی تھی جب دیکھا کہ یہ مرنے پر آمادہ ہیں تو ہاتھ پکڑ کر ہلاکت سے روکا اور دلدہی کر کے بٹھا دیا۔

پارلیمنٹ کے کاغذات میں وہ چٹھی موجود ہے جو رزیڈنٹ نے ان قیدیوں کے افسر کو لکھی تھی کہ صاحب مس نواب نے یہ مصمم ارادہ کر لیا ہے کہ جو خواجہ سرا تمہاری قید میں ہیں اُن کو سزائے جسمانی دی جائے اس لیے جو افسر نواب کے آئیں اُنھیں قیدیوں کے پاس جانے دو اور جو اُن کا جی چاہے وہ قیدیوں کے ساتھ کرنے دو۔

نحور مین مولوی علم الہدے نامی ایک کامل رہتے تھے جو شاہ مدار عالم درویش کے مُرید تھے بہار علی خاں نے شیخ فیض بخش کو اُنکے پاس بھیجکر استدعائے دعا کی وہ واصل عارف تو ہاتھ سے گئے مگر اُن کے چھوٹے بھائی کہ بعض اُمور مین ایسے بڑے بھائی سے بہتر تھے نام اُن کا شاہ حبیب اللہ تھا اُنھوں نے چار نقش لکھ کر حوالے کیے اور کہا کہ ایک ایک کو دونوں صاحب سیدھے کانکی لو کے تلے رکھیں اور ایک ایک کو ہاتھ میں لیکے سامنے رکھیں انشاءاللہ تینوں مین تاثیر بخشینگے اور زیادہ سے زیادہ آٹھ دن کا عرصہ لگیگا وہاں سے واپس آکر وہ تعویذ دونوں

یہ قرار دیا کہ مصلحت وقت یہ ہے کہ فی الحال یہ روپیہ نہ دیا جائے اگر اتنی جلدی
دیدیا جائے گا تو لکھنؤ مین رزیڈنٹ اور فیض آباد مین میجر کلفن (جو جگ صاحب
کی جگہ مقرر ہو کر آیا تھا) دونون یہ خیال کرینگے کہ بیگم صاحبہ یا خواجہ سراؤن کے
پاس روپیہ بہت ہے کہ اتنی سی تکلیف پر کہ محمد لوپر تک آئے ہین ایک لاکھ روپے
دیتے ہین اگر ان کو کوئی سخت تکلیف دی جائے گی تو یقین ہے کہ تمام وکمال
ساڑھے چھ لاکھ روپیہ یک مشت ہاتھ آجائے گا اب کہ فیض آباد سے نکل کھڑے ہوے
چار و ناچار لکھنؤ کو جانا چاہیے آخر کار وہان بہت سی کش مکش کے بعد معاملہ راہ پر
آجائے گا وہین یہ لاکھ روپے طلب کرکے دیدئے جائینگے نواب آصف الدولہ کی دادی
کا شقہ اور خط مہری مطبوع علی خان کا سنداً محفوظ رکھنا چاہیے۔ اس مشورے کو
بہار علیخان نے بھی پسند کیا اور یہان سے آگے چلکر لکھنؤ پہونچگئے۔

رزیڈنٹ نے دونون خواجہ سراؤن کو اپنی چھاؤنی کے ایک بنگلے مین جسکے گرد
بڑا احاطہ تھا ٹھہرایا مولوی ذکاء اللہ صاحب کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ رزیڈنٹ
کو کڑا اس لیے تھی کہ ہیسٹنگز صاحب گورنر جنرل نے نہایت سختی سے لکھا تھا کہ نواب
سے عہدنامے کے مواقف تعمیل جلد کراؤ اگر اس مین تم ڈھیل کروگے تو مین خود ہی
لکھنؤ مین آؤن گا اور وہ کام جو بودے دلون سے نہین ہوسکتے خود کرونگا رزیڈنٹ
اس دھمکی سے ڈر گیا اس نے گورنر جنرل کو لکھا کہ چنار گڑھ کے عہدنامے کی تعمیل بھی
ضور ہوئی جاتی ہے لیکن محمد فیض بخش کہتا ہے کہ تمام سختیون کے محرک
در بیگ خان تھے چنانچہ دو ماہ کے بعد آخر ماہ رمضان مین یکایک حیدر بیگ خان
ڈنٹ کی کوٹھی پر آئے جو مجلس سے قریب تھی اور اُن کو ترغیب دی کہ خواجہ سراؤن کو

ایسے سخت وقت میں ایسے مزاجوں پر ہم کو قابو رکھنے کا اعتماد نہیں مدا جانے کہ جان کی حفاظت کے لیے کونسی بات ہمارے منھ سے نکل جائے ایسی تدبیر فرمائیے کہ ہمارا لکھنؤ کو جانا رک جائے یہ ایما اس بات کی طرف تھا کہ جو کچھ ہمارے ہاتھوں میں تھا وہ دیدیا گیا اور جو کچھ والدہ آصف الدولہ کے پاس ہے اور انھوں نے چھپا دیا ہے اس کا نشان مصیبت عظیم کے وقت ہم دیدینگے اور وہ سارے کا سارا خزانہ برباد ہو جائیگا اس لیے اگر تھوڑا سا دیکر ہمکو راہ سے لوٹا لیا جائے تو وہ بڑا خزانہ محفوظ رہے۔ (تف کبیر و غلام کی ذات پر کہ بیگم کی دولت عمر بھر عیش کیا شاہزادوں کی طرح رہے لاکھوں روپے کے مالک نے اور تھوڑی سی سختی میں اپنی جان کی حفاظت کے لیے ایسی نمک حرامی کا قصد دل میں ٹھان لیا اگر سو جان عزیز ذلت خواری اور صعوبت و زاری کے ساتھ تلف ہو جائیں تو گوارا کر لیا ہوتا لیکن ایسی بدخواہی کا خیال دل میں نہ آنے دیا ہوتا) عرضکہ صبح کو وہ عریضہ نواب آصف الدولہ کی ماں نے پڑھکر ساس کو سنایا آصف الدولہ کی دادی نے بطور مشورے کے کہا کہ ان دونوں خواجہ سراؤں کا لکھنؤ کو جانا قباحت سے خالی نہیں ایسی تدبیر ہونی چاہیے کہ راستے سے لوٹ آئیں۔ بہو بیگم (والدہ آصف الدولہ) نے کہا کہ اگر یہ لوٹ آئیں تو تین لاکھ روپے دیتی ہوں اس شرط پر کہ آپ یہ فرما دیں کہ فی الحال میں اپنے خزانے سے بطور قرض کے دے رہی ہوں اُن کے عریضے کے جواب میں یہی مضمون لکھکر بھجوا دیا جائے کہ انگریزوں کو روپے دے کر لوٹ آئیں۔ اُس دن قیدی چلکر محمد پور تک پہونچ گئے تھے بیگم صاحبہ کا جواب وہیں پہونچا اس وقت جواہر علیخاں اور محمد فیض بخش مؤلف فرح بخش یہ دو ہی شخص موجود تھے انھوں نے مسودہ کر کے

ہوا اور کوئی صورت کشود کار کی نہ نکلی۔

## خواجہ سراؤن کی لکھنؤ کو روانگی۔ وہان اُن پر جبر و تشدد ہونا اور فیض آباد کو اُن کی واپسی کے بعد کسی قدر زرِ نقد اور سامان کا ہاتھ آنا

جب چھ ماہ اور چند روز گذر گئے اور برسات سر پر آگئی تو ماہ رجب ۱۱۹۶ ہجری مین لکھنؤ سے حکم فیض آباد کو پہونچا کہ قیدی خواجہ سراؤن کو لکھنؤ بھیجدیا جائے وہان باقی روپیہ نہین دیتے یہان جس طرح بنے گا شکنجہ فرسائی کر کے اُن سے وصول کیا جائے گا یہ خبر آنے سے عجیب تلاطم پیدا ہو گیا۔ اس وقت جواہر علی خان کے پاس کروفر کا سامان اس قدر تھا بارہ ہاتھی تیس گھوڑے سو سپاہی اسی قدر سامان بہار علیخان کے پاس تھا۔ رجب ۱۱۹۶ ہجری کو دونون خواجہ سرا تلنگون کی دو کمپنی اور ایک انگریز کی حراست مین لکھنؤ کو روانہ ہوے۔ جب خیمہ شہر فیض آباد سے دو کوس کے فاصلے پر ممتاز نگر مین برپا ہوا تو پہر رات گئے جواہر علی خان نے محمد فیض بخش مؤلف فرح بخش کو اپنے پاس بلا کر ایک عریضہ آصف الدولہ کی دادی صاحبہ کو اور ایک خط اُن کے خواجہ سرا مطبوع علی خان کو لکھا کر اُسی وقت اُن کے پاس بھجوا دیا اور داراب علی خان کو ایک شقہ لکھا کہ تم خود اپنے ہاتھ سے یہ تحریرین پہونچانا دادی صاحبہ کی عرضی کا مضمون یہ تھا کہ ہم غلامون کو لکھنؤ لیے جاتے ہین خدا جانے وہان کس قدر بدنی اور روحانی تکلیفین ہمکو دی جائین اور ہم پر ظلم و ستم ہو

کہیں کہیں الفاظ بگاڑ دیے مگر اس سے آصف الدولہ کی طبیعت کی خوب تصویر کھچ جاتی ہے یہ خط اس کا مٹنے کے نام قیامت تک یادگار رہے گا۔

بیگم صاحبہ نے حیدر بیگ خاں کے عریضے کے جواب میں یہ مضمون لکھوایا کہ میرے نوکر چاکر فاقوں سے مرتے ہیں جانور ہلاک ہو رہے ہیں جاگیریں ضبط کر لی ہیں جو کچھ روپیہ موجود تھا وہ خواجہ سراؤں کو قید کر کے زبردستی لے لیا ہے اب میرے پاس روپیہ کہاں اگر تم دونوں میرے غلام یا وفادار تھے تو کس واسطے میری ڈیوڑھی پر حاضر ہو کر خواجہ سراؤں کے ذریعہ سے بھلائی کی باتیں عرض کرائیں اور اس خاص معاملے میں ماں اور بیٹے کو صلاح نیک مدی اور سب سے طرفہ اور عجیب بات یہ ہے کہ تم لکھتے ہو کہ خواجہ سرا سرکار کمپنی کا روپیہ ادا نہیں کرتے یہ بات تو دیوانوں اور مجنونوں کی سی ہے دودھ پیتا بچہ بھی ایسی بات سن کر ہنس دیگا۔ کیا ان خواجہ سراؤں نے کوئی علاقہ بنگالے یا عظیم آباد کا ٹھیکے میں لیا تھا۔ یا کمپنی نے کسی ضرورت کے وقت زر نقد قرض لیا تھا کہ جو روپیہ ان کے ذمے ایسا نکلتا ہے کہ اُسکی باداش میں قید کر دیے گئے ہیں بات سوچ کر کہنی چاہیے۔

جب خواجہ سراؤں کو دو مہینے سختیوں کو جھیلتے ہو گئے وہ بیچارے بیمار و نزار ہو گئے اسلیے اُنھوں نے افسر محبس سے اجازت چاہی کہ ہم باغ میں کچھ ٹہل لیا کریں افسر محبس نے اُن کو اجازت اس سبب سے نہ دی کہ اُس کو اندیشہ تھا کہ وہ کہیں بھاگ نہ جائیں۔ لوہے کی بیڑیاں اُن کے پابند رکھنے کے لیے کافی نہیں تھیں [illegible] کی چل کر بعد آصف الدولہ کی دادی کے کانوں بھی جھلملی میں آ گئے اُنھیں وقت جواہر علیخاں کو جو دربار دہلی کا امیر الامرا ہو گیا تھا لکھا لیکن وہ اُسے دستے اُنھوں نے مسودہ کر کے

مین سے کسی سے یہ کہنا چاہیئے کہ ایسی حالت مین اپنے ساتھ حکومت کے زمیندار یا رعایا کو جمع کرکے فساد برپا کرادے اگر وہ ایسا کرسکتا ہے تو جواہر علی خان بھی تقصیروار ہے تمکو یہ بھی خبر نہین کہ بلبھدر پرانا مفسد ہے یا نیا۔

راجہ موہن سنگھ نے نواب برہان الملک کے ساتھ کس قدر شرارتین کین اور بلبھدر کے باپ بہیم سنگھ اور اُسکے چیلے نول سنگھ نے بارہا نواب صفدر جنگ سے مقابلہ کیا اور خود بلبھدر نواب شجاع الدولہ اور نواب محمد علی خان و بینی بہادر و غلام حسین خان کرورہ و زین العابدین خان کے ساتھ جنگ وجدال سے پیش آیا۔ سات مرتبہ ہماری جاگیر مین ہمارے آدمیون سے لڑائی جھگڑا کیا۔

اس سے قطع نظر اُمراے ذی شوکت وجاہ کو ادنے آدمیون کے کامون سے شکوہ وشکایت اور ضعف نالی کرنا بے حد نازیبا ہے اور درجۂ امارت وریاست سے بعید ہے اپنے برابر والے کی شکایت البتہ معمول ہے خدا کے فضل سے تمھاری سرکار مین ایک بڑی فوج اور کافی توپخانہ موجود ہے اور انگریز بھی تمھارے مددگار ہین یہ سب چیزین کس دن کام آئینگی جس شخص کی یہ حقیقت ہو کہ وہ ایک ادنے فوجدار کے مقابلے کی تاب نرکھتا ہو اُمراے عالی قدر اُس کے ساتھ معرکہ آرائی کرنے سے عار کرتے ہین تمھارا ایک رسالہ دار بلبھدر کی گوشمالی اور نکالدینے کو کافی ہے آیندہ توفیق رفیق ہوجیو۔

فرح بخش کے مؤلف نے بیگم صاحبہ کے حکم سے یہ خط لکھا تھا اور اُسی دن سے تین برس تک بیگم صاحبہ کی طرف سے یہی شخص خط لکھتا رہا اُس نے اپنی کتاب مین اس کو نقل کیا ہے مین نے حالات پر روشنی پڑنے کے لیے زیادہ تر لفظی ترجمہ کیا ہے کاتبون نے

واہیتار دولت اور بہت وسیع ملک پر قدرت حاصل ہونے اور کسی چیز کی طرف
حتیاج باقی نہ ہے کے باوجود) اپنی ایسی مادر مہرباں کے ساتھ بغیر صد ورکسی قصور
ظاہری وباطنی کے محض نمک حرام نوکروں کے بہکانے سے عداوت پر آمادہ ہو جائے
اور اسکی تھوڑی سی جاگیر اور زرنقد کو جو اسکے باپ کے دیے ہوئے ہیں اور ماں نے
وہ زرنقد بیٹے کے کسی سخت اور بے حد ضرورت کے وقت پر کام آنے کے لیے رکھ چھوڑا
ہے نہایت سختی اور بے مروتی کے ساتھ چھین لے اور ماں کے غلاموں اور کنیزوں
کو قید کردے اور اسکے متعلقین کی حبرگیری سے غفلت کرکے تمام عالم میں اپنے آپ کو
بدنام اور ماں کو ہلکان کرے اور اللہ پاک کے اس حکم سے ولاتقل لہما اف (یعنی ماں
باپ کو ہوں بھی نہ کہنا چاہیے) باوصف دعوے اسلام کے غافل ہو۔
عہد قدیم سے اتنک ایسا تو ہوا ہے کہ بھائی بھائی سے اور باپ بیٹے سے اور بیٹا
باپ سے حکومت وریاست کے لیے لڑا ہے اور مخالفت پر آمادہ ہوا ہے لیکن ماں کے ساتھ
کسی بیٹے نے حکہ وہ رئیس اعظم ہو کبھی تھوڑی سی چیز پر اتنی سختی کرکے اس کی بے عزتی
نہیں کی ہے۔ قیامت میں خدا کو کیا جواب دوگے موتی سنگھ۔ بھوانی سنگھ اور نواز سنگھ
وغیرہ نہایت شکستہ حال لنگوٹی بندگوار تمہارے ملک سے لاکھوں روپیے حاصل کرکے
امیر کبیر بن گئے۔ تمنے اُن سے کبھی باز پرسش کی۔ شان دین داری وریاست و دعوے
فہم و فراست کے یہی معنی ہیں جس سے تم متصف ہو۔
طبعدار کو بہکانے کی تہمت جواہر علی خاں پر تمہارے آدمیوں نے رکھی اور تمنے
اس بات کو باور کرکے مجکو شکایت لکھی۔ جب تک جواہر علیخاں ہمارے حکم سے کام کرتا
تھا تمام اسکے مجکو سہتے۔ تمہاری سرکار میں بھی بہت سے عاملان معزول موجود ہیں اُن

بہو بیگم کے پاس آئی نواب لکھتے ہین کہ راجہ بلبھدر نے آپکی جاگیر کے محالات مین گنوارون کی جمعیت کثیر کے ساتھ ہنگامہ آرائی کی ہے غالب ہے کہ یہ کام اُس کا جواہر علی خان کے ایماسے ہوا ہوگا آپ اُس کو چشم نمائی کردین ورنہ یہان سے سزا دیجائیگی۔

حیدر بیگ خان کی عرضی کا مضمون یہ تھا کہ ساڑھے چھ لاکھ روپے سرکار کے خواجہ سراؤن کے ذمے باقی ہین چونکہ یہ روپیہ سرکار انگریزی کا ہے امیدوار ہون کہ اُن کو حکم ہو جائے کہ ادا کردین وہ اس قدر روپے کی وجہ سے قید ہین یہ فدوی اور نواب سرفراز الدولہ جناب کے غلام ہین اِس معاملے مین ہماری کوئی مداخلت نہین ہے ورنہ خدمتگذاری مین کوتاہی نہ کی جاتی۔

بیگم نے آصف الدولہ کو جواب لکھا۔ برخوردار نور چشم طولعمرہ۔ تمھارا عریضہ نظر سے گذرا حال معلوم ہوا سنا جاتا ہے کہ تم کتب سیر و تواریخ کے مطالعہ کا شوق زیادہ رکھتے ہو پس کسی کتاب مین تمنے یہ مضمون دیکھا ہے کہ حضرت آدم کے عہد سے اِس وقت تک کسی مان کا فرزند (جو اُس کے بطن سے عالم وجود مین آیا ہو اور مان نے اُسکی ہر طرح سے پرورش اور تعلیم مین دل سے کوشش کی ہو اور اپنی تمام عمر اسکی دلجوئی مین بسر کردی ہو اور اُس کے سوا کوئی دوسرا فرزند نرکھتی ہو اور اپنی زندگی کے تمام مزون کو اُس کی ذات مین منحصر سمجھا ہو۔ اور اُسکے باپ کے مرنے کے بعد بہت سے لائق فائق اُس کے بھائی دوسری ماؤن سے موجود ہون اور اُس کی دادی کی اور باپ کی تمام سپاہ و سردارون کی یہ رائے ہو کہ باپ کی ریاست پر کسی دوسرے بھائی کو بٹھاکر ملک و مال اور فوج اُس کے حوالے کی جائے لیکن اسکی مان کی کوشش اور اصرار اور خدا کے فضل سے وہی بیٹا مسند پر بیٹھ کر حکومت اور سلطنت کو پہونچے

ریزی کتب تواریخ کی سند پر لکھی ہے صحیح ہے تو یہ منتقم حقیقی کی طرف سے بدلا ہے
بلع الدولہ کی اُس بیرحمی کا جو اُنھوں نے انگریزی فوج کی مدد سے حافظ رحمت خان
رمدے خان اور دوسرے علما و فضلا و اُمرائے روہیلا کی بیوی بچوں کے ساتھ
سنہ۱۱ ہجری میں کی تھی ۔

اوائل ربیع الاول سنہ۱۱۹۶ ہجری میں حیدر بیگ خان کا عریضہ بیگم صاحبہ
ے پاس اس مضمون کا پہونچا کہ اپنے کسی متصدی و اہلکار کو روانہ فرمادیں تا کہ
س کے سامنے قیمت جواہرات و اشرفیون کی منقح ہو جائے احمد احمد علی کی تجویز
ے چیت رام متصدی لکھنؤ کو بھیجا گیا اُس کے سامنے لکھنؤ کے پرکھیے بلائے گئے
ن کو پہلے سے سکھا دیا گیا تھا اُنھوں نے پچاس ہزار روپے کی چیز کے دس ہزار
وپے کہتے اور ایک ایک اشرفی کی قیمت پندرہ پندرہ روپے مقرر کی حالانکہ ہر اشرفی
ولہ روپے قیمت رکھتی تھی اس وقت چیت رام کو منھ سے لفظ نکالنے کا یارا نہ تھا
ن حساب سے ساڑھے چھ لاکھ روپے پچیس لاکھ روپے میں سے گھٹے جن کا اقرار
ار علی خان نے کیا تھا یہ روپے اس کے ذمے نکالکر تقاضا کرنے لگے اور اس حیلے سے
یدر کھا جواہر علی خان سے ملنے کے لیے ایک داراب علی خان دوسرے فرح بخش کے
صف محمد فیض بخش کو اجازت تھی ان دو کے سوا تیسرا شخص اُنکے پاس جا نہیں سکتا
ا یہانتک کہ اسطرح چار مہینے بسر ہوے ۔

## نواب آصف الدولہ اور حیدر بیگ خان کا راجہ بلبھدر کی شکایت بیگم صاحبہ کو لکھنا اور اُنکا جواب معقول دینا

اس حال کے درمیان ایک عریضہ نواب کا اور ایک عرضی حیدر بیگ خان کی

یہ بات ہے کہ والدہ آصف الدولہ کے حقیقی بھائی سالار جنگ کا یہ حال ہوا کہ بیگم نے اُن کو ملاقات کے لیے بلایا باوجودیکہ بیگم کی بدولت امارت کے مرتبے کو پہونچے تھے لیکن اب اُن کے پاس جانے سے گریز کرتے تھے بہت سی تاکید و تقید و ہزار جرّ ثقیل کے بعد بیگم کے پاس گئے آصف الدولہ کی دادی کی ڈیوڑھی پر تھوڑی دیر ہن کے پاس بیٹھے بیگم ان سے اونچی آواز سے جو باتین کرتی تھین وہ دوسرے اُن آدمیون کے کانون مین پہونچتی تھین جو ڈیوڑھی کے پاس تھے نواب سالار جنگ کسی کا جواب نہین دیتے تھے چپ بیٹھے ہوے تھے تھوڑی دیر کے بعد خائف و لرزان وہان سے اُٹھ گئے بیگم نے کہا خیر اُٹھ کر چلے جایئے تم سے جو مجھے امید ہے اُس کی توقع خدا سے ہے۔ خدا ہمارا حافظ و معین و ناصر ہے اصطبل۔ فیل خانے اور گاؤخانے کے داروغہ ہر روز ڈیوڑھی پر آتے اور فریاد کرتے کہ جانور دانہ چارہ نہ ملنے سے مرے جاتے ہین بیگم جواب مین یہی کہتین کہ مرین تو مرین ہمارے پاس خود روپیہ نہین ہے۔

مولوی ذکاءاللہ نے ہندوستان کی تاریخ مین لکھا ہے کہ بیگمین اپنے گھر مین قید تھین کھانے کو اُن کے پاس اتنا پہونچتا تھا کہ اُنکی ملازم عورتون کا پیٹ نہ بھرتا تھا اور وہ بھوک کے مارے مرنے کے قریب ہو گئی تھین غرض ان نیک بخت بی بیونپر محرم کے دہے گذر گئے۔ اس لفاظی مین یہ سراسر غلطی ہے کہ بیگمون کو قید کر دیا تھا اُن کے مکان پر پہرے کھڑے ہونے کا حال فیض بخش نے بالکل نہین لکھا بیگم اپنی ساس کے مکان پر رہتی تھین اور ساس کی کسی چیز پر ریاست نے قبضہ نہین کیا تھا اور وہ بھی بیحد مالدار تھین خرچ کرنے کے مواقع اور بہانے تلاش کرتی رہتی تھین تو کیا وہ ... مہانداری کے مراسم نہ ادا کرتی ہون گی اگر یہ بات مولوی ذکاءاللہ کی جو

# اُن کی رفاقت کو ترک کرنا

نواب وہ تمام روپیہ لینے کے بعد آٹھویں دن ماہ صفر ۱۱۹۶ھ ہجری کو ماں اور دادی سے رخصت ہوئے ہیر لکھنؤ کو چلے گئے دوبارہ خواجہ سراؤں کے پانووں میں بیڑیاں پڑنے کا حکم ہوا اور لکے ہر ایک کے دونوں پانوؤں مین پڑیں اگرچہ ہلکی تھیں لیکن ایسے آرام طلبوں کی تکلیف تو ظاہر ہے جنگ صاحب اور یورن صاحب و ہیڈ صاحب وغیرہ کئی انگریز پلٹن کے ساتھ قلعہ اور خواجہ سراؤں کی محافظت کو موجود رہے ابھی تک جواہر علی خاں اور بہار علی خان اپنی اپنی حویلیوں میں رہتے تھے بہار علیخاں کی حویلی موتی محل سے ملی ہوئی تھی دونوں کی دیواریں باہم بلا فصل جڑی ہوئی تھیں جنگ صاحب کو اندیشہ مفروری کا پیدا ہوا اس لیے اس کو بھی جواہر علی خاں کی حویلی میں لاکر رکھا قید پوری تھی۔ نواب کی ماں اپنی ساس کے پاس موتی باغ مین رہتی تھیں۔

عقلمند خواجہ سرا جواہر علی خاں کا نہایت عزیز یگانہ تھا ہاتھی و پالکی نشینی کا رتبہ رکھتا تھا وہ اول دن ہی اُٹھ کر حسن رضاخاں کے پاس چلا گیا۔ نشاط علی خاں نے بھی اپنا خیمہ وزیر کے لشکر میں کھڑا کرا لیا۔ چند روز کے بعد بتدریج خرّم اور سہیل اور بہت فلاح کی امید پر رخصت لکھنؤ کو چلے گئے احمد احمد علی ان لوگوں کو بہت سمجھاتا اور منع کرتا اور تنخواہ کے نہ ملنے اور تنگدستی اور تکلیف اخراجات کا جو عذر کرتے اُس کو رفع کر دیتا اسپر بھی یہ لوگ چلے گئے۔ یہان تک کہ بہشتی۔ حجام دھوبی پیشگی تنخواہ لیتے اور ساماں کی درستی کرکے لکھنؤ کو چلے جاتے سب سے بڑھکر

اور محافظت کے لیے کمپنی ہمراہ کر کے روانہ کیا دونون قیدی چوک کے بازار مین
پہونچے موتی باغ مین جانے کا حکم نہ ملا وہان کھڑے رہ کر والدہ آصف الدولہ سے
اجازت طلب کی حکم آیا کہ دیدو بہار علی خان کی حویلی مین گئے وہان سکہ حالی کے
سولہ لاکھ روپے نکلے اور سوا لاکھ اشرفیان پائی گئین یہ سب زر نقد حوالے کردیا
اور لاکھ روپے آصف الدولہ کی دادی کے مکان سے قرض لے کر دیے گئے اور
بعض چیزین جواہرات کی قسم سے جو حقّے کی چلمون مین لگی ہوئی تھین یہ بھی دیدی
گئین اور یہ تمام سرمایہ لکھنؤ کو روانہ ہوا۔ اب حکم ہوا کہ ان خواجہ سراؤن کے ایک
ایک پیر مین بیڑی ڈالی جائے تعمیل ہوئی ایک دن حیدر بیگ خان جو تمام ان کامون
کے بانی مبانی تھے قیدیون کے پاس عیادت کو محبس مین آئے غمخواری سے جو مکاری
سے خالی نہ تھی ان کی حالت بغور دیکھ کر کہا کہ مجکو یہ حال معلوم نہ تھا نواب صاحب
سے عرض کر کے بیڑیان تمھارے پاؤن سے نکلوا دونگا مدعا ان کا یہ تھا کہ ان کو جتائین
کہ تمنے میری معزولی پر جو کمر باندھی تھی اُسکے بدلے مین نے آج تمکو ان مصائب مین
پھانسا ہے بعد اس کے خواجہ سراؤن سے کہا کہ بیگم صاحبہ کی جاگیر سرکار انگریزی نے
ضبط کر لی ہے اگر تم چاہو تو مستاجری کے طور پر اپنے پاس رکھ سکتے ہو اُس وقت
جواہر علی خان نے اخوند احمد علی کو بلایا اُسنے انکار کیا اب حیدر بیگ خان اپنے خیمے کو چلے
گئے اور دو گھڑی کے بعد دونون کے پاؤن کی بیڑیان کٹوا دین۔

## نواب آصف الدولہ کی فیض آباد سے لکھنؤ کو روانگی بہو بیگم کے تنخواہدارون اور رفیقون کا

# بیگم کی جاگیر کا ضبط کیا جانا

اب جواہر علی خان اور بہار علی خان کو علیحدہ علیحدہ کر دیا گیا اور نواب کی طرف سے ان پر روپے کا تقاضا ہونے لگا جواہر علی خان نے جواب دیا کہ میں جاگیر سے روپیہ تحصیل کرنے کا مختار تھا جو کچھ آمدنی کا روپیہ وصول ہوتا وہ قسط بہ قسط پہونچا دیتا تھا وہ روپیہ بہار علی خان کے مکان پر جمع ہوتا تھا مجھے اُس کی خبر نہین کہ کہاں ہے جب بہار علی خان سے طلب کی نوبت پہونچی تو اُس نے جواب دیا کہ تمام روپیہ موتی محل مین جو جناب بیگم صاحبہ کے رہنے کی جگہ ہے جمع ہوتا تھا حکم ہوا کہ بہار علی خاں افیوں بہت کھاتا ہے افیم بند کر دی جائے کہ بیتاب و بیقرار ہو کر روپے کا پتا دیگا ایسا ہونے سے بہار علی خاں تڑپنے لگا ایک خدمتگار تھوڑی سی افیم آٹا کے سرپوس مین چھپا کر پاخانے مین رکھ گیا بڑی دقت سے گولی بنا کر نگل لی کیونکہ یہ گھولکر پینے کے عادی تھے اب کچھ تسکین ہوئی اِس وقت جواہر علی خاں کو یہ خبر پہونچی کہ سپاہ اخوندم علیخان پر تنخواہ کا تقاضا کر رہی ہے کہلا بھیجا کہ آخر روز ملازمت تک کی تنخواہ تمام و کمال بیباق کر دی جائے اس وقت خزانہ دوسروں کے قبضے مین تھا مہاجنوں سے قرض لیکر ادا کیا جب بہار علی خان پر افیون بند ہونے سے سخت تکلیف واقع ہوئی جاں کنی کی نوبت پہونچی تو اقرار کیا کہ جو کچھ میرے مکاں میں موجود ہے دیدونگا حکم ہوا کہ لکھے پچیس لاکھ روپیہ قرار پایا فرد لکھ کر پیش کی یہ کاغذ جواہر علی خان کے پاس مہر لگانے کو بھیجا اُنھوں نے انکار کیا اور کہا کہ مین بیگم صاحبہ کا خوار ابھی نہیں ہوں اصرار ہوا تو مجبور ہو کر مہر لگا دی۔ دوسرے دن دونوں خواجہ سراؤں کو سکروان پر بٹھا کر

گر گیا اس کے بعد مطبوع علی خان نے حاضر ہو کر تمام حال بیان کیا نواب کی دادی نے
اُس پر خفگی کی اور بہت سخت الفاظ کہے دس بیس ڈھنڈورے والے بیگم کے لشکر
مین اور نواب وزیر کے لشکر مین یہ منادی کرتے پھرتے تھے کہ اگر کوئی نوکر جواہر علیخان
کا یا بہار علی خان کا ہتھیار بند نظر آئیگا تو قید کر دیا جائیگا اور سزا پائیگا اس شہرت سے بیگم صاحبہ
کی سپاہ کے حواس جاتے رہے اور سب آدمی اِدھر اُدھر چھپنے اور بھاگنے لگے علاقے کے عامل لوگ
جو شریف اور نجیب آدمی تھے اور برسون سے آرام و سکون مین بسر کی تھی حکومت
کرتے تھے سوائے گھوڑے اور پالکی کی سواری کے ایک قدم پیادہ پا چلنے کے عادی
نہ تھے وہ پیادہ پا لباس بدل بدل کر شہر کو آنے لگے جس کسی دوست کے گھر پر جاتے
وہ ملنے سے گریز کرتا اور بے مروتی و ناآشنائی سے پیش آتا اس خوف سے کہ مبادا
میرا مکان تاراج ہو جائے وہ لوگ کوشش کرتے تھے کہ ہم انکے مکان پر اُتر جائین اور
صاحب مکان بے مروتی کرکے بزور مکان سے رخصت کرتے تھے اور وہ بے شرمی کرکے
جمتے تھے اُٹھتے نہ تھے اور جانتے تھے کہ کوئی ہمارے پیچھے آتا ہوگا۔ ہر روز بیگم صاحبہ کے
اہلکارون پر آفت پر آفت اور مصیبت پر مصیبت نازل تھی نوکر چڑھی ہوئی تنخواہ
کی طلب مین اہلکارون کو تنگ کرتے تھے قیدخانے مین جواہر علی خان کے معدے مین
ریح کا غلبہ ہو کر درد ہو گیا کچھ کھانا نہ کھایا تیسرے دن تسکین ہوئی کھانا حسن رضا خان
کے باورچی خانے سے آتا تھا اس طرح پانچ دن اور گذرے بارش کا جو زور تھا
وہ بھی گھٹا۔

## خواجہ سراؤن پر روپے کے واسطے تشدد ہونا۔

ہے پس میں اُن کی تقصیر معاف کر کے چھوڑے دیتا ہوں حیدر بیگ خاں نے عرض کیا
کہ یہ تمام کئی ون کی محنت مفت رائگاں جائے گی اور دہلی سے جو کلکتے تک اس بات کی
شہرت ہو گئی ہے سب عبث اور بے فائدہ ہو جائے گی اور بدنامی علاوہ رہے گی حضور
ان کو تھوڑے دن تک قید رکھیں ابھی کروڑ روپے وصول ہوئے جاتے ہیں یہ سونے کے
چڑے ہیں جال میں پھنس گئے ہیں نواب نے رزیڈنٹ کی طرف توجہ کی اُس نے بھی
حیدر بیگ خاں کے ایما سے انھیں کے قول کی تائید کی نواب نے اس مشورے پر
کار بند ہو کر اپنے قیام گاہ کو مراجعت کی اور اُن خواجہ سراؤں سے کہا کہ ہم رزیڈنٹ سے
تمھاری سفارش کر گئے ہیں اس وقت معذرت کے لیے تمھارا خود جانا مناسب ہے
مولوی فضل عظیم خاں کو فرمایا کہ تم صاحب کے خیمے تک انکے ساتھ جاؤ خلاصہ یہ ہے
کہ مولوی ان کے ساتھ روانہ ہوا جب ان کی سواری رزیڈنٹ کے خیمے کے پاس پہونچی
تو مولوی نے اپنی سواری کے ہاتھی کو تیزی سے آگے بڑھایا چند ترک سوار جو مولوی
کی اردلی میں چل رہے تھے وہ اُسکے ساتھ تو نہ ہوے بلکہ خواجہ سراؤں کی سواری
کو گھیر کر چلنے لگے اسلیے خواجہ سراؤں کے دل میں دغدغہ پیدا ہوا لیکن مجبوراً چلتے تھے
جب رزیڈنٹ کے خیمے کے سامنے پہونچے تو سواریوں سے اُتر گئے رزیڈنٹ اپنے خیمے
سے باہر آیا اور سلام کر کے کہنے لگا کہ میں اس وقت چائے پی رہا ہوں آپ اس برابر کے
خیمے میں ٹھہریے فراغت پاکر آتا ہوں پہلے سے وہ خیمہ انکے قید کرنے کے لیے تجویز ہوا
تھا اور آس پاس پلٹن کی بندوقیں لٹا دی تھیں ان کا یہ سمجھا تھا کہ چاروں طرف
پہرہ قائم ہو گیا تھوڑی دیر کے بعد میر نثار علی جو بہار علی خاں کا بھائی مشہور تھا
آصف الدولہ کی دادی صاحبہ کی ڈیوڑھی پر گیا تو ایک آہ کا نعرہ مار کر بیہوش ہو کر

کرکے ہمارے پاس واپس بھیجدو جواہر علی خان اور بہار علی خان و مطبوع علی خان۔
گھوڑون پر سوار ہوکر آصف الدولہ کے پاس روانہ ہوے اور ساتھ صرف ایک ایک
خدمتگار تھا۔ جب یہ آصف باغ مین پہونچے اُس وقت نواب بیت الخلا مین تھے دونون
نے اپنے ہاتھ باندھ لیے بہار علی خان نے دونون ہاتھ رومال سے لپیٹ لیے تھے اور
جواہر علی خان نے دوشالے سے جو کندھے پر ڈلے ہوے تھا۔ جب نواب پاخانے سے
نکلے تو دونون نے اِس ہیئت سے سلام کیا نواب نے مہربانی فرماکر دونون کے ہاتھ اپنے
ہاتھ سے کھولدئے اور بنگلے مین کہ خوابگاہ کا مکان تھا اپنے ساتھ لے جاکر بیٹھنے کو حکم دیا
مطبوع علی خان نے دادی کا پیغام نواب سے بیان کیا نواب کی اردلی کے آدمی کم ظرفی
اور شوخی سے تلوارین میان سے نکالکر ایک دوسرے کی طرف اشارہ کرکے کہتے تھے کہ
کیا اصیل تلوار ہے کوئی کہتا تھا کہ یہ تلوار کہان کی ہے کبھی کوئی شخص ننگی تلوار نواب
کے ہاتھ مین دیدیتا تھا اور یہ اِس بات کی طرف اشارہ ہوتا تھا کہ تم لوگ اُس وقت
مین لڑنے اور مقابلے کا دعوے کرتے تھے اب تنہا ہمارے دام مین آپھنسے ہو اب تم تو
بے استعداد ہو اور ہم ہتھیار رکھتے ہین نواب نے دونون خواجہ سراؤن سے کہا کہ
تم یہان موجود رہو مین رزیڈنٹ کے پاس جاتا ہون شاید وہ اِس وجہ سے تم سے
ناراض ہوگئے ہونگے کہ جب انگریزی پلٹن قلعہ مین داخل ہوئی تو اُس وقت تمھارے
سپاہی بندوقون کے توڑے سلگائے ہوے تھے مین اُن سے تمھاری طرف سے معذرت
کرکے آتا ہون اور نواب سوار ہوکے شجاع الدولہ کے بنائے ہوے رمنے مین جو ایک
بڑا میدان ہے اور جہان رزیڈنٹ اور حیدر بیگ خان ٹھہرے ہوے تھے آگئے
اور بیان کیا کہ دادی صاحبہ نے اُن دونون گناہگارون کو بھیجا ہے اور یہ پیام دیا

جاؤں گا تو یا ایک بغیر لڑے بھڑے کسی کے ہاتھ نہ آسکوں گا اگر مارا جاؤں گا تو پردہ
ڈھک جائیگا اور اس سے بہتر ہو گا کہ ہم چشموں میں رسوائی حاصل ہو اس بات
کو دل میں پختہ کر کے گھوڑے پر سوار ہو کر موتی باغ کے پیچھے ایک پاکھڑ کے پیڑ تلے آکر
کھڑا ہوا ساتھ ایک گٹھری تھی اُس میں چند دو شالے اور شالی کمر بند اور دوسرے
چند کپڑے تھے اور سو اشرفیاں انگرکھے کی ایک طرف کی جیب میں اور سو دوسری طرف
کی جیب میں پڑی ہوئی تھیں اور اب یہ ارادہ تھا کہ بیگم صاحبہ کی سپاہ کے مجمع میں
پہونچ جائے کہ اس درمیان میں حسن رضا خاں کا خدمتگار اُس کے پاس آکر کہنے
لگا کہ اس وقت کوئی تدبیر فائدہ نہ بخشے گی اگرچہ تم مجکو اپنا دشمن جانتے ہو لیکن میں
وہی پرانا دوست ہوں میرے نزدیک یہ بہتر ہے کہ اپنے آپ بدون طلب نواب کے
پاس چلے جاؤ وہ تمھارے صاحبزادے ہیں جو کچھ کرینگے اس میں ننگ وغیرت کا مقام
نہیں اُس وقت بہار علی خاں نے بلند آواز سے کہا کہ اول میں خود جاتا ہوں اور
حاضر ہوتا ہوں نواب میرے مالک ہیں جو کچھ اُن کی مرضی ہوگی بسر وچشم اطاعت
کروں گا جواہر علی خاں نے دیکھا کہ حسن رضا خاں نے یہ مشورہ دیا ہے اور بہار علی چلے
جانے کو تیار ہے اگر میں انکار کرونگا تو تمام ہنگامہ آرائی میرے سر پر پڑے گی تن بہ تقدیر
چلا جانا چاہیئے جب یہ دونوں خواجہ سرا اسقدر روانگی ہوئے اور بیگم صاحبہ سے اجازت
مانگی تو اُس وقت آصف الدولہ کی دادی نے اپنے خواجہ سرا مطبوع علی خاں کو ہمراہ
کر کے اُسکی رہائی آصف الدولہ کو نصیحت کے یہ کلمات کہلوائے کہ تمھارے پاس خاطر
سے ان دونوں شخصوں کو بھیجا جاتا ہے ظاہرا ان کا کوئی قصور معلوم نہیں ہوتا مگر
تمھارے زعم میں خلاف واقع یہ تقصیروار ہیں تو ایسا ہی سہی تم انکی خطا کو معاف

پیدا ہو جائے گی۔

## جواہر علی خان اور بہار علی خان خواجہ سراؤن کی گرفتاری

حیدر بیگ خان کی مرضی یہ تھی کہ فریب و فسون سے جیسے ہو سکے خواجہ سرا ہاتھ آجائین اگرچہ مقدم روپے کا لینا تھا لیکن بہار علی خان کے کلکتے جانے اور کاشی راج وکیل کے سامنے کلمات سخت کہنے کا داغ دل سے نہین مٹتا تھا اسلیے اس کی یاداش بھی دل سے چاہتے تھے اسلیے خواجہ سراؤن کے پکڑنے مین بڑا اصرار تھا نواب آصف الدولہ کو جب یہ خبر پہونچی کہ عنبر علی خان نے نہایت دانائی کے ساتھ بیگم کو راضی کرکے تمام سپاہ کو شہر سے نکالکر باہر ٹھہرا دیا اُن کے بعض بے ادبی والے مصاحب عرض کرنے لگے کہ اگر اس وقت تلنگون کی ایک کمپنی بھیجدی جائے تو بے تکلف خواجہ سراؤن کو قید کرلے ہرکارون نے عرض کیا کہ خواجہ سرا دولت سرا کے اندر حضور کی والدہ صاحبہ اور دادی صاحبہ کے سامنے کھڑے ہین اور ایک ہزار کے قریب بڑی بیگم صاحبہ کے سپاہی اور شہر کے شریف زادون مین سے یکہ جوانان صاحب غیرت ڈیوڑھی پر حاضر ہین اسطرح خواجہ سراؤن کا ہاتھ آنا ممکن ہے نہ

اس کشمکش مین جواہر علی خان کی غیرت نے اُس کو اس بات پر آمادہ کیا کہ نواب کے سامنے جانے اور بے عزتی کا نشانہ بننے سے یہ بہتر ہے کہ جو آدمی شہر کے باہر مسلح اور لڑنے مرنے پر آمادہ بیٹھے ہین اور برسون سے ان کی پرورش مین لگی ہے ان مین چلکر شریک ہو جانا چاہیے غالب یہ ہے کہ وہ رفاقت سے مُنھ نہ موڑینگے جب انمین پہونچ

برابر برابر آدمی کھڑے ہین کہ ایک کا دوسرے سے کندھا چھلتا ہے ڈیوڑھی پر جسقدر آدمی ہیں اُن سب کو ملا کر دس ہزار کے قریب معلوم ہوتے ہین نواب کے مصاحبون نے یہ مشورہ دیا کہ جس طرح ہوسکے اس ہجوم کو بھی متفرق کر دینا چاہیے تب خواجہ سرا ہاتھ آوینگے۔ چنانچہ پھر عنبر علی خان کو بھیجکر بیگم صاحبہ سے نواب نے عرض کرایا کہ اگر سپاہی لوگ مزار سے چلے جائین تو مین آجاؤن۔ بیگم نے حکم دیا کہ سب یہاں سے ہٹ کر اُس میدان مین ٹھہر جائین جو شہر سے جنوب کی طرف واقع ہے جہان شجاع الدولہ کے عہد مین پرشاد سنگھ کی دو لون پلٹنون کی چھاؤنی تھی اور اب وہان چھوٹی سی کوٹھی داراب علی خان نے بنالی تھی چنانچہ خود عنبر علی خان بیگم صاحبہ کی اجازت سے اُن کو ساتھ لے گیا اور اُس جگہ ٹھہرا دیا جب یہ آدمی چلے گئے تو چوک کا بازار بلکہ یون کہو کہ تمام شہر خالی ہوگیا خرید و فروخت اور شہر والون کے دوسرے کام بند ہوگئے تمام آدمی گلی کوچون مین کھڑے ہوے تھے کہ اس ہنگامے کا انجام کیا ہوگا لیکن جو لوگ کہ ڈیوڑھی پر بیٹھے ہوے تھے اور قریب پانسو آدمیون کے تھے وہ جگہ سے نہ ہلے بہو بیگم کے موتی محل سے نکلکر موتی باغ میں آنے کے وقت جس قدر فوج دور ویہ کھڑی تھی اُس کی کوئی حقیقت نواب کی فوج کے سامنے نہ تھی لیکن چونکہ یہ آدمی شہر میں تھے اسواسطے بہت معلوم ہوتے تھے اس لیے نواب کے ارکان دولت کو اندیشہ تھا کہ اگر لڑائی ہوگئی تو یہ کوئی صف جنگ میدان تو ہے نہین کہ توپ و گولہ ممد و کارگر ہو یہ خانہ جنگی کی وضع ہے اور عوام یہ کہتے تھے کہ اگر دونون بیگمیں لڑائی کو سوار ہو جائیں تو نواب کی طرف شجاع الدولہ کے وقت کی جو سپاہ ہے مبادا وہ پاس ادب کا لحاظ کرے اور بلوا پیدا ہو جائے اور علاقے کے گنوار بھی آکر شریک ہو جائیں تو اس سے قباحت

محمد فیض بخش کہتا ہے کہ جس وقت عنبر علی خان محل مین آصف الدولہ کا پیغام اُنکی دادی سے بیان کر رہا تھا اُس وقت بعضے خواجہ سرا اندر سے باہر آئے اور اخوند احمد علی اور میرے اور دوسرے حضار مجلس کے سامنے کہنے لگے کہ ساس نے بہو سے کہا کہ اگر لڑائی کا ارادہ ہے تو بسم اللہ ہم تم دونون سوار ہوتے ہین اس صورت مین احتمال ہے کہ تمھارے بیٹے کو کوئی نقصان پہونچ جائے یا نہ پہونچے کیونکہ شجاع الدولہ کی فوج خراب ہو چکی ہے چند رسالہ دار جو باقی رہ گئے ہین وہ ہماری اور تمھاری شرکت سے مطلع ہونگے اور تمھارے بیٹے سے ناراض ہین غالب کہ معاملہ برعکس ہو جائے گا۔ بہو نے جواب دیا کہ استغفر اللہ یہ کیا کلام ہے اس طول عمر مین یہی ایک لڑکا خانۂ دل کا چراغ ہے مجکو یہ کب منظور ہے کہ اُس کو صدمہ پہونچے۔ اور ایک بار جواہر علی خان و بہار علیخان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ یہ سارا فساد اور ہنگامہ آرائی صرف تمھارے لیے ہے اگر ہو سکے تو آصف الدولہ کی خدمت مین حاضر ہو جاؤ تم اُس کے باپ کے غلام ہو اگر چاہے گا سزا دے گا تم اپنے نفسون پہ گوارا کر لیجو کہ غیرت و ننگ کا موقع نہین ہے اور اگر اُس کی چشم نمائی سے عار ہے تو جہان پناہ مل سکے چلے جاؤ اور مجھ سے کچھ توقع نرکھو چونکہ ان بیٹے کا معاملہ تھا اور یہ خانہ زاد تھے ان کو اگر کچھ ناز تھا تو اسی قدر تھا کہ بیگم صاحبہ کی خدمت گذاری اور حاضر باشی مین رہتے تھے جب روبرو جواب صاف پالیا تو حیرت سے چھکے چھوٹ گئے سوائے سکوت کے ایک بات منھ سے نہ نکل سکی۔

القصہ عنبر علی خان نے یہان کا تمام حال نواب آصف الدولہ سے عرض کیا نواب کے اہل دربار نے اُس سے دریافت کیا کہ تم نے اپنی آنکھون سے دیکھا ہے آخر کس قدر آدمی ہونگے اُسنے جواب دیا کہ اگرچہ سیر تخمینہ یقین کے قابل نہین لیکن قلعہ کے دروازے سے شہر کے دروازے تک

کون ہے اگر معلوم ہو تو میں بھی اُن کی فوج کے ساتھ شریک ہو کر اُن کے دشمن سے لڑوں
یہ بات سن کر نواب کی دادی نے انکی ماں سے کہا کہ بی بی اپنے بیٹے کا پیغام سن لیا
کیا جواب دیا جائے بیگم نے ساس کو جواب دیا کہ ہمکو بالکل اسکی خبر نہیں کہ کس نے فوج کو
تیار اور لڑائی کے لیے مستعد کیا ہے پھر جواہر علی خاں اور بہار علی خاں کی طرف مخاطب
ہو کر کہا کہ شاید تمنے یہ جسارت کی ہوگی یہ دونوں شخص صبح سے سامنے کھڑے تھے
عرض کرنے لگے کہ یہ غلام حضور مین حاضر ہیں باہر کے حالات کی کچھ خبر نہیں اور حضور کے
حکم کے بغیر کیا مقدور تھا کہ اپنے صاحبزادے اور پیر و مرشد کے ساتھ لڑائی کا ارادہ کرتے
ہمکو بالکل خبر نہین۔ عنبر علی خاں نے عرض کیا کہ توپین انگریزی پلٹن کے سامنے جو قلعہ
مین داخل ہو گئی ہے تیار کھڑی ہیں بیگم نے کہا کہ توپین آصف الدولہ کے آدمیوں کے
حوالے کر دو یہ حکم ہوتے ہی نواب کے مغل بچے بیگم کے گولہ اندازوں سے توپیں لے کر
اپنے ہاتھوں سے کھینچتے ہوے لشکر میں لے گئے بیگم کے توپچانے کے مغل بچے بے تکلف
چلا چلا کر بات کے الفاظ کہنے لگے کہتے تھے کہ کاش کسی مرد کے نوکر ہوتے بسالہائے دراز
سے اس سرکار کے نوکر تھے ماہ بماہ تنخواہ پاتے تھے عرصہ دراز سے آرزو تھی کہ آقا کے
سامنے اپنے چھپر جوان کو نثار کر دین آج کا دن جاں نثاری کا تھا اس بی بی اور خواجہ سرائوں
نے جان فدا کرنے کی نوبت نہ پہونچنے دی تف ایسی نوکری پر یہ عبارت کسی قدر
ادب سے درست کر کے لکھی ہے ورنہ انھوں نے تو کھلی کھلی اور بہت فحش گالیاں
دی تھیں جب توپین ہاتھ سے نکل گئیں تو بیگم کے آدمیوں کا طنطنہ کسی قدر سست
ہو گیا لیکن بدستور کھڑے تھے۔ عنبر علی خان نے نواب کے پاس پہونچکر سب حال
عرض کیا۔

مکان پر آئے اور چند باتین عرض کر کے جواہر علی خان کو نواب کی طرف سے بہت دھمکایا اور رخصت ہو کر لوٹ آئے۔

دوسرے دن کہ شنبے کی صبح اور محرم کی ۲۶ تاریخ تھی بغیر اس کے کہ بیگم صاحبہ کو کوئی خبر ہو یا جواہر علی خان کو اطلاع دین مرزا احمد علی کپتان اور عقلمند خواجہ سرا کمال طنطنے کے ساتھ قلعہ مین آئے اور پانچ چھ توپین جو قلعہ مین رکھی ہوئی تھین اُن کو اپنے ہمراہیون سے کھچوا کر باہر لے آئے انگریز جو قلعہ مین پلٹن کے ساتھ تھا اُس کو لڑائی کی اجازت نہ تھی اس لیے خاموش رہا منع نہ کیا ان چھ دن توپون کو چوک مین لے جا کر ترپولیہ کے دروازون مین کھڑا کر دیا ایسے مقام پر جہان قریب ترا نگریزی توپ قلعہ کے دروازے پر دکھن رویہ کھڑی تھی انھون نے اسکے بالمقابل اپنی توپین شمال رویہ کھڑی کین اور سوارون کو حکم دیا کہ گھوڑے چھوڑ کر پا پیادہ ترپولیہ پر چڑھ جائین سوار جو دو سو آدمیون سے زیادہ تھے بندوقون کے توڑے سلگا کر چڑھ گئے منظور یہ تھا کہ اگر نواب وزیر کی فوج لڑائی کے لیے ادھر سے آئے تو تلے سے تلے کے آدمی اور اوپر سے اوپر کے آدمی اُن کو بھون دین۔

۲۶ محرم روز شنبہ کو پہر دن چڑھے عنبر علی خان آصف الدولہ کے لشکر سے اُنکی دادی کے محل مین پہونچا اور اُن کی والدہ کے سامنے کھڑے ہو کر دادی سے عرض کیا کہ نواب صاحب نے آپکی خدمت مین گذارش کیا ہے کہ غلام سلام کا ارادہ رکھتا ہے لیکن جاسوسون کی زبانی معلوم ہوا کہ والدہ صاحبہ کے آدمی توپخانہ لے کر سد راہ ہین اس اندیشے سے غلام نے حاضر ہونے کی جرأت نہین کی اگر والدہ ماجدہ نے میرے مقابلے کے لیے یہ سپاہ آراستہ کی ہے تو مجکو مقابلے کی قدرت نہین اور اگر کسی دوسرے کے لیے ہے تو وہ آخر

کون ہے اگر معلوم ہو تو میں بھی اُن کی فوج کے ساتھ شریک ہو کر اُس کے دشمن سے لڑوں
یہ بات سُن کر نواب کی دادی نے انکی ماں سے کہا کہ بی بی اپنے بیٹے کا پیغام سُن لیا
کیا جواب دیا جائے بیگم نے ساس کو جواب دیا کہ مجکو بالکل اسکی خبر نہیں کہ کس نے فوج کو
تیار اور لڑائی کے لیے مستعد کیا ہے پھر جواہر علی خاں اور بہار علی خاں کی طرف مخاطب
ہو کر کہا کہ شاید تمنے یہ جسارت کی ہوگی یہ دونوں شخص صبح سے سامنے کھڑے تھے
عرض کرنے لگے کہ یہ غلام حضور میں حاضر ہیں باہر کے حالات کی کچھ خبر نہیں اور حضور کے
حکم کے بغیر کیا مقدور تھا کہ ایسے صاحبزادے اور پیر و مرشد کے ساتھ لڑائی کا ارادہ کرتے
ہمکو بالکل خبر نہین۔ عنبر علی خاں نے عرض کیا کہ توپیں انگریزی پلٹن کے سامنے جو قلعہ
میں داخل ہو گئی ہے تیار کھڑی ہیں بیگم نے کہا کہ توپین آصف الدولہ کے آدمیوں کے
حوالے کر دو یہ حکم ہوتے ہی نواب کے مغل بچے بیگم کے گولہ اندازوں سے توپین لے کر
اپنے ہاتھوں سے کھینچتے ہوے لشکر میں لے گئے بیگم کے توپخانے کے مغل بچے بے تکلف
چلا چلا کر اہانت کے الفاظ کہنے لگے کہتے تھے کہ کاش کسی مرد کے نوکر ہوتے یہ لوگ مدت دراز
سے اس سرکار کے نوکر تھے ماہ بماہ تنخواہ پانے تھے عرصہ دراز سے آرزو تھی کہ آقا کے
سامنے اپنے جان کو نثار کر دین آج کا دن جان نثاری کا تھا اس بی بی اور خواجہ سرا
نے جان فدا کرنے کی نوبت نہ پہونچنے دی تف ایسی نوکری پر یہ عبارت کسی قدر
ادب سے درست کر کے لکھی ہے ورنہ انھوں نے تو کھلی کھلی اور بہت فحش گالیان
دی تھیں جب توپین ہاتھ سے نکل گئیں تو بیگم کے آدمیوں کا طنطنہ کسی قدر پست
ہو گیا لیکن بدستور کھڑے تھے۔ عنبر علی خان نے نواب کے پاس پہونچکر سب حال
عرض کیا۔

مکان پر آئے اور چند باتین عرض کر کے جواہر علی خان کو نواب کی طرف سے بہت دھمکایا اور رخصت ہو کر لوٹ آئے۔

دوسرے دن کہ شنبے کی صبح اور محرم کی ۲۶ تاریخ تھی بغیر اس کے کہ بیگم صاحبہ کو کوئی خبر ہو یا جواہر علی خان کو اطلاع دین مرزا احمد علی کپتان اور عقلمند خواجہ سرا کمال طنطنے کے ساتھ قلعہ مین آئے اور پانچ چھ توپین جو قلعہ مین رکھی ہوئی تھین اُن کو اپنے ہمراہیون سے کھچوا کر باہر لے آئے انگریز جو قلعہ مین پلٹن کے ساتھ تھا اُس کو لڑائی کی اجازت نہ تھی اس لیے خاموش رہا منع نہ کیا ان چھو دن توپون کو چوک مین لے جا کر ترپولیہ کے دروازون مین کھڑا کر دیا ایسے مقام پر جہان قریب تر انگریزی توپ قلعہ کے دروازے پر دکھن رویہ کھڑی تھی انھون نے اسکے بالمقابل اپنی توپین شمال رویہ کھڑی کین اور سوارون کو حکم دیا کہ گھوڑے چھوڑ کر پا پیادہ ترپولیہ پر چڑھ جائین سوار جو دو سو آدمیون سے زیادہ تھے بندوقون کے توڑے سلگا کر چڑھ گئے منظور یہ تھا کہ اگر نواب وزیر کی فوج لڑائی کے لیے ادھر سے آئے تو تلے سے تلے کے آدمی اور اوپر سے اوپر کے آدمی اُن کو بھون دین۔

۲۶ محرم روز شنبہ کو پہر دن چڑھے عنبر علی خان آصف الدولہ کے لشکر سے اُنکی دادی کے محل مین پہونچا اور اُن کی والدہ کے سامنے کھڑے ہو کر دادی سے عرض کیا کہ نواب صاحب نے آپکی خدمت مین گذارش کیا ہے کہ غلام سلام کا ارادہ رکھتا ہے لیکن جاسوسون کی زبانی معلوم ہوا کہ والدہ صاحبہ کے آدمی توپخانہ لے کر سد راہ ہین اس اندیشے سے غلام نے حاضر ہونے کی جرأت نہین کی اگر والدہ ماجدہ نے میرے مقابلے کے لیے یہ سپاہ آراستہ کی ہے تو مجھکو مقابلے کی قدرت نہین اور اگر کسی دوسرے کے لیے ہے تو وہ آخر

خواجہ سراؤں کے ممتاز اور سب لوگ نوکر بھی تیار تھے یہ سب آدمی رات کو بھی حفاظت کے لیے بیگم صاحبہ کی ڈیوڑھی پر جمے رہے۔

## انگریزی پلٹن کا قلعہ اور جواہر علی خان و بہار علیخان کے مکانوں پر قبضہ کر لینا۔ حکمت عملی سے بیگم کے آدمیوں کو منتشر کرا دینا

شب شنبہ ۲۶ محرم ۱۱۹۶ھ ہجری کو پہر رات گئے انگریزی پلٹن ایک انگریز کی ماتحتی میں تیار ہو کر مغرب کی طرف سے دلی دروازے کی راہ ہو کر قلعہ میں داخل ہوئی اور سو بیگم صاحبہ کی ڈیوڑھی اور جواہر علی خاں و بہار علی خاں کی حویلیوں اور قلعہ کے تینوں دروازوں پر پہرے کھڑے کر دیے اور قلعہ کی شمالی طرف کا بھی جو دریا کی سمت واقع ہے انتظام کر لیا اور ایک ایک توپ ہر ایک دروازے پر کھڑی کر دی اس کارروائی سے بیگم صاحبہ کے طرفداروں کو بالکل مایوسی پیدا ہو گئی نواب نے ذرا پاس و لحاظ نہ کیا اور یہ خیال کیا کہ تھوڑی سی چشم پوشی سے مدعا حاصل ہو جانے کا والدہ صاحبہ اور اُن کے مشیر سمجھ لینگے کہ نواب اس مرتبہ بیمروتی پر کمر بستہ ہیں اپنی درخواست پوری کرا کر چھوڑینگے اور جس طرح بن سکے گا روپیہ لیے بغیر نہ مانینگے۔ بیگم صاحبہ اور اُنکے طرفدار مایوس ہو جائینگے اسی وجہ سے پلٹن کو قلعہ میں داخل کر دیا پہلے بھی نواب نے ان سے روپیہ لیا تھا لیکن اتنی سختی نہیں کی تھی اب جانبین سے آمد و رفت آدمیوں کی بند ہو گئی اور اعتبار و اعتماد ایک کو دوسرے کا نہ رہا عنبر علی خاں و یوسف علی خان خواجہ سرا کہ جواہر علی خاں کے بھائی کہلاتے تھے پہر رات گئے نواب کی طرف سے اُن کی دادی کے

کے کھڑے ہونے اور توڑے سُلگا لینے کی بالکل خبر نہ تھی نواب صاحب نے ان دو باتون کی وجہ سے عزیمت سواری روکدی بیگم صاحبہ کے ساتھ چالیس رتھون مین مغلانیان اور کنیزین سوار ہو گئین جب سواری موتی باغ مین داخل ہوئی تو جواہر علی خان اور بہار علی خان مطبوع علی خان کی حویلی مین اُترے یہ حویلی بڑی بیگم صاحبہ کی ڈیوڑھی سے متصل تھی اور یہ شخص اُن کا خواجہ سرا تھا۔

بیگم صاحبہ کو قلعہ سے نکلکر ساس کے پاس چلے جانے کی صلاح خواجہ سرا اُن نے دی تھی اُن کا مقصود یہ تھا کہ جب بیگم صاحبہ مکان چھوڑینگی تو آصف الدولہ اپنی بدنامی کے خیال سے روپے کا سوال بند کر دینگے اور محبت مادری سے جوش مار کر معذرت کو چلے آئینگے۔

بیگم صاحبہ کی جاگیر مین بڑے بڑے آٹھ محال تھے جنپر آٹھ عامل مقرر تھے ان کے سوا چھوٹے ضلعون پر بھی فوجدار متعین تھے اخوند احمد علی تمام محالات جاگیر کا افسر اعلی تھا اُس نے چند روز قبل ہولے زمانہ دیکھکر دوراندیشی کی راہ سے تمام محالات کے عاملون کو حکم لکھدیا تھا کہ اپنی تمام جمعیتون کے ساتھ فیض آباد مین چلے آئین۔ تمام ملازمان بیگم صاحبہ اور عاملون کے تمام آدمی و شاگرد پیشہ اور اکثر زمینداران دیہات جو حسن معاملہ کی وجہ سے راضی تھے جمع ہو کر اُسی دن فیض آباد پہونچگئے جس دن بیگم صاحبہ قلعہ سے نکلکر ساس کے پاس آگئی تھین یہ جمعیت بھی دو ہزار سے کم نہ تھی یہ تمام آدمی فیض آباد کے جنوبی ناکے تک جو ناکہ الہ آباد کہلاتا ہے اور قلعہ سے ایک کوس جریبی کی مسافت رکھتا ہے دورویہ صف باندھکر کھڑے ہو گئے بازار کے دوکانداروں نے لوٹ مار کے خوف سے دوکانین بند کر دین اور تماشے کیلیے کھڑے ہو گئے تماشائیونکا ہجوم اور پانچ چھ ہزار سپاہیونکا مجمع شہر مین ہونے سے اژدہام ہو گیا شہر کے نجیب و شریف آدمی بیگم صاحبہ اور

کو دوپہر کے بعد جناب عالیہ سوار ہوئیں تمام فوج جو دو ہزار کے قریب تھی اور تمام خواجہ سرا
اور ان کے آدمی ساتھ ہوئے اور سامان ضروری بھی ہمراہ لیا بڑی بیگم موتی باغ میں کہ
قلعہ سے زیادہ مسافت نہیں رکھتا تھا رہتی تھیں راستے میں اتنی بھیڑ بھاڑ تھی کہ
سپاہیوں کا سواری کے ساتھ چلنا دشوار تھا قلعہ کے دروازے سے موتی باغ تک سے
دورویہ صف باندھی سواری ان صفوں کے درمیان سے گذری تمام شریف آدمی اور
یکہ جوان کہ بیگم صاحبہ کے نوکر اور خواجہ سراؤں کے مصاحب تھے اور جن کا معمول سواری
کے ساتھ رہنے کا نہ تھا اس وقت مسلح ہو کر سواری کے ساتھ رہے اور سپاہیان نجیب
جنکی وردی سیاہ تھی اور تلنگے جنکی وردی سرخ تھی اپنے افسروں کے حکم کے بغیر اور
بدون اجازت مالکوں کے بندوقوں کے توڑے سلگا کر کھڑے ہو گئے جب سواری قلعہ
سے نکلی تو مولوی فضل عظیم خاں نے سلام کر کے مدینت کی جو نامسطور ہوئی جب یہ خبر
نواب آصف الدولہ کے کان میں پہونچی تو اُس کا دل بھر آیا گو دل و دماغ اُس کا کیسا ہی
اوباشی اور شراب نوشی نے خراب کر دیا تھا مگر اس وقت اُس کا دل رہ سکا اُس نے
نے ارادہ کیا کہ تیزی سے پہونچ کر معذرت کر کے منت و سماجت کے ساتھ سواری کو
پھر قلعہ میں لوٹائیں لیکن حیدر بیگ خاں نے عرض کیا کہ اگر روپیہ لینا منظور خاطر ہے
تو تھوڑی دیر توقف فرمانا چاہیے آخر دادی صاحبہ کے دولتخانے میں جا رہی ہیں وہ بھی
اپنا مکان ہے اور وہاں ہمیشہ جاتی رہتی ہیں کوئی نئی بات نہیں اُسی وقت مولوی
فضل عظیم خاں نے ہو بکر عرض کیا کہ حضور کا اس وقت معذرت کے لیے تشریف لیجانا
مصلحت کے خلاف ہے وہاں تمام مادہ تیار ہے سپاہیان پیادہ و سوار بندوقوں کے
توڑے سلگائے ہوئے مستعد کھڑے ہیں اور نفس الامر یہ ہے کہ بیگم صاحبہ کو ان آدمیوں

پاس سے رخصت ہوکر باہر نکلا تو دیکھا کہ نقار خانے کے دروازے سے قلعہ کے دروازے تک کہ یک پولیہ کہلاتا تھا دونون طرف ہر ایک دوکانمین دس دس بیس بیس سپاہیان نجیب بیگم صاحبہ کے ملازم جوجواہر علی خان کی ماتحتی مین تھے بیٹھے ہین اور اُس وقت دوسری بات یہ ہوئی تھی کہ پہلے سے مرزا احمد علی بیگ کپتان کے رسالے اور عقلمند خواجہ سرا کی کمپنی مین جو آدمی کم تھے اور اُن کے نامون کی جگہ دوسرے آدمی بھرتی کرنے کے لیے حکم ہوا تھا ایسے موقع پر ان دونون شخصون نے بھی بھرتی شروع کردی تھی اور ایک ایک کی جگہ دس دس اور دس دس کی جگہ سو سو آدمی نوکری کے لیے حاضر تھے اسلیے ہتھیار بندون کا ہجوم عام ہوگیا تھا اس اژدحام مین آفرین علی خان میلنے مین سوار آیا اور بلند آواز سے کہا کہ سپاہی ان مکانون سے اُٹھ جائین اور اپنے اسباب لیجائین حضور نواب صاحب کے آدمی یہان قیام کرینگے جب سپاہیون کے کانون مین یہ آواز پہونچی تو آفرین علیخان کو گالیان دینے لگے اور کہنے لگے کہ جناب عالیہ کے بغیر ہم یہان سے نہین ہلینگے آصف الدولہ تو کیا حقیقت رکھتے ہین اگر شجاع الدولہ اور صفدر جنگ اور برہان الملک اپنی قبرون سے اُٹھ کر یہان آوین اور اس بات کی درخواست کرین تو یہ امر ناممکن ہے۔ آفرین علی خان نے نواب آصف الدولہ کے پاس پہونچ کر تمام حال کو بڑی آب وتاب کے ساتھ عرض کیا اس ہنگامے مین نواب آصف الدولہ کی دادی کے جاسوس بھی موجود تھے اُنھون نے جاکر اپنی بیگم سے حال بیان کیا اُنھون نے اپنی بہو کو کہلا بھیجا کہ یہ کیا خلاف توقع اور بے قاعدہ باتین سُننے مین آرہی ہین مین سوار ہوکر تمھارے پاس آکر مفصل حال معلوم کرنا چاہتی ہون۔ والدہ آصف الدولہ نے جواب مین عرض کرایا کہ آپ بزرگ ہین سواری کا قصد بیجا مناسب نہین مین خود آپ کے پاس آتی ہون۔ جمعہ کے دن ۲۵ محرم ۱۱۹۶ہجری

جو کچھ روپیہ ان کے امکان میں ہو گا لے دوسری کے ہاتھ آجائے گا جناب عالیہ سے
کاوش اور رد و مل کرنا ادب کے خلاف ہے اور یہ بھی کام کسی طرح قرین مصلحت نہیں
نواب صاحب نے اس رائے کو پسند کیا اور دونوں خواجہ سراؤں کی گرفتاری کی تدبیر کرنے
لگے نواب نے آفرین علی خان خواجہ سرا کو اپنی ماں کے پاس بھیجا کہ تھوڑی دیر کے لیے
جواہر علی خان اور بہار علی خان کو میرے پاس بھجوا دیا جائے کہ ایک بات ان سے کہنی ہے
بیگم کے آدمی اس پیام سے ڈر گئے اور وہ دونوں خواجہ سرا بھی دریائے فکر و حیرت میں
ڈوب گئے انھوں نے محل سرائے نکلکر اپنے مکانوں کو جانا چھوڑ دیا محلسرا سے نکل کر مکان
آتش جانہ میں کہ ڈیوڑھی پر تھا آجاتے اور یہاں حوائج ضروریہ سے فارغ ہو کر پھر
محلسرا میں چلے جاتے۔ بیگم صاحبہ نے آفرین علی خان کو جواب کہلا بھیجا کہ ایسے آقا سے جا کر
کہدے کہ تمکو مجھسے کونسی پردہ داری ہے جو دکیوں نہیں میرے پاس آکر جو کچھ منظور
خاطر ہے کہتا خواجہ سراؤں سے کیا سروکار وہ کبھی نہیں آئینگے یہ بات مشہور ہوئے سے
چھوٹے بڑے پھر متوحش ہوے اور سمجھے کہ ہنگامہ طول کھینچے گا جب خواجہ سراؤں کا آسانی
سے ہاتھ آنا میسر نہوا تو آفرین علی خان کی زبانی نواب نے پھر یہ پیغام بھیجا کہ اب ارادہ
فدوی کا ایسا قرار پایا ہے کہ آپ کے متصل بارہ دری قدیم میں آگر رہوں لیکن متاگردپیشہ
اور مردم ہمراہی کے رہنے کے لیے وسیع مکان درکار ہیں اگر دو تین دن کے لیے ایسا ہو کہ
آپ کے پیادے جنکے مکان بعض آباد ہین ابھی اپنی چکھون سے اٹھ کر اپنے اپنے گھر وں پر
چلے جائیں تو بہتر ہے تاکہ میرے آدمی ان چکھوں میں اُتر جائیں۔ اس پیغام سے
بیگم صاحب نہایت برافروختہ ہوئیں اور کہنے لگیں کہ خیریت ہے باطن کا حال معلوم ہوا
اگر ایسی حالت ہے تو مجھے اپنا رہنا بھی قلعہ میں گوارا نہیں جب آفرین علی خان بیگم کے

دل سے تراش کرلائے تھے آپ کو ایسی باتون سے کونسا فائدہ ہے وہ بے چارے دم بخود
ہوگئے نہ اقرار کرتے بنتی تھی نہ انکار کرتے تھوڑی دیر کے سکوت کے بعد خود نواب
آصف الدولہ ہی نے اس بات کی یون تفسیر کی کہ انگریزون کو دینے کے لیے کروڑ روپے
مجھے چاہیین یہی پیام دیا تھا مین نے طلب نہین کیے تھے ماموں صاحب یہ سمجھ گئے کہ
مین طلب کرتا ہون اگر ان مین سے کچھ حضور بھی مرحمت کردین تو غلام کی مشکل آسان
ہوجائے بیگم نے جواب دیا کہ کروڑ اور آدھے کروڑ روپے تو مین نہین جانتی اگر تم کو
مطلوب ہین تو پانچ چھ لاکھ روپے دے سکتی ہون لیکن اول یہ بتا دینا چاہیے کہ روپے
قرض لیتے ہو یا بطور ثواب کے نواب نے عرض کی کہ بطور قرض کے چاہتا ہون اسی قدر
سوال وجواب پر مجلس ختم ہوگئی نواب آصف الدولہ باغ کو چلے گئے اور خواجہ سرا اپنے
مکانون مین آکر کھانے پینے مین مشغول ہوے جب یہ حکایت حیدر بیگ خان کے
کانون مین پہونچی تو نواب سے عرض کیا کہ جناب عالی نے ایک کروڑ روپے کے لیے اتنی
تکلیف اُٹھائی ہے لکھنؤ سے بڑے لاؤلشکر کے ساتھ فیض آباد تک سفر کیا ہے دُور دُور تک
لوگون نے یہ بات سُنی ہے کہ نواب نے اپنی ماں سے زر کثیر پایا ہے اس قدر تھوڑے روپے
لینے پر جو خود حضور نے رضا مندی ظاہر کردی ہے تو اس سے کیا کام نکل سکتا ہے
بدنامی علاوہ رہی کہ ماں سے بلا رضا مندی کے روپیہ لیا پھر کس لیے بہت سا روپیہ
نہ لیا جائے جس سے کام نکل جائے اسکی تدبیر نمک خوار کے ذہن مین یون ہے کہ جواہر علیخان
اور بہار علی خان دونون حضور کے باپ کے غلام ہین اور جناب عالیہ کے بھی مدار المہام
ہین اُن کا تمام اندوختہ ان کی تحویل مین ہے یہی سیاہ وسفید کے مالک ہین کسی طرح ان
دونون کو بیگم صاحبہ سے جدا کر کے تھوڑی دیر قید رکھ کر کسی قدر چشم نمائی کی جائے

## ناخوش ہوکر اپنی جائے سکونت کو بدل دینا

جس دن حیدر بیگ خاں پہونچے اُسدن آصف الدولہ خود تو ماں کے پاس نہ گئے سالارجنگ کو بھیجکر اُن کی زبانی پیام دیا کہ غلام کو کروڑ روپے انگریزوں کے دینے ہیں اُمیدوار ہوں کہ حضور سے مرحمت ہو جائیں بیگم صاحبہ نے یہ بات سُن کر سالارجنگ سے فرمایا کہ کیا پھر مزاج آصف الدولہ کا اعتدال طبعی سے منحرف ہو گیا ہے یا غلبۂ خفقان کی وجہ سے ایسی عاقلانہ باتیں مُنھ سے نکالتا ہے اور آپ میرے بزرگ ہیں اس لیے میں آپ سے کیا کہوں ایسے پیغام بے محل اور بے کار آپ لاتے ہیں بھلا اُس سے پوچھو تو کہ تمام صوبہ اودھ والہ آباد اور دوسرے ممالک وہ اپنے قبض و تصرف مین رکھتا ہے لیکن کبھی ایک کروڑ روپوں کی صورت اُس نے اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے یا اُس کے باپ نے کبھی اتنے روپے جمع کیے تھے اگر اُس کے دل مین یہ بات ہو کہ شجاع الدولہ کی دولت میرے پاس جمع ہے تو وہ تو پہلے ہی مجھ سے لے گیا ہے میری جاگیر سے چار لاکھ روپے کی آمدنی ہے اسی قدر خرچ بھی پھر میں نے کروڑ روپے کہان سے جمع کر لیے دوسرے دن صبح کو خود نواب آصف الدولہ اپنے ماموں کو ساتھ لیکر بیگم صاحبہ کے پاس آئے اُنکے بیٹھ جانے کے بعد بیگم صاحبہ نے فرمایا کہ تم نے مجھ سے ایک کروڑ روپے کی درخواست کی ہے سچ کہو کہ اب کے عہد مین اِس قدر روپیہ کبھی ایک جگہ دیکھا تھا یا تمنے اِس قدر حصے میں کبھی جمع کیا ہے ہمنے تو خواب میں بھی اتنا روپیہ نہین دیکھا یہ کیا باتین ہیں کہ نامناسب زبان پر لاتے ہو نواب نے قطعی انکار کیا کہ غلام نے کبھی ایسی درخواست نہیں کی ہے اُس وقت بیگم صاحبہ نے نواب سالارجنگ کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ واہ بھائی صاحب عجیب پیغام خلاف واقع

فاصلے پر ٹھہرنے کا سبب کیا ہے نواب نے جواب مین کہلایا کہ ان دنون خفقان کی ایسی
شدت ہے کہ بدون مکان وسیع وخوش فضا کے دل پر پریشانی رہتی ہے لکھنؤ مین بھی
زیادہ تر صحرا کی سیر مین کٹتی تھی یہ مکان بارہ دریہاے قدیم کے مقابلے مین بہت وسیع
ہے رفع وحشت خاطر کے لیے یہین کی سکونت کو اطبا نے تجویز کیا خاکسار شام کے وقت
حضور کی خدمت مین حاضر ہوگا اور دونون خواجہ سراؤن کو ایک ایک دوشالہ ایک
ایک پگڑی ایک ایک رومال اور ایک ایک گوشوارہ بطریق خلعت کے بخشا خوشی خوشی
دونون شخص بیگم صاحبہ کی خدمت مین آئے اور عرض کیا کہ نواب شام کے وقت خود بھی
آوینگے اسی دن نہایت تنگ وقت پر کہ بعض جگہ چراغ بھی جل گئے تھے۔ نوابصاحب
اپنے حقیقی مامون نواب سالار جنگ کو ساتھ لے کر ان سے ملنے کو آئے اور ضابطہ قدیم
کے مطابق ایک سو ایک اشرفی کی نذر دے کر بہت تھوڑی دیر بیٹھ کر نماز مغرب ادا کرنے
اور باپ کی قبر پر فاتحہ پڑھنے کے بہانے سے جلد اٹھ گئے اور گلاب باڑی مین جا کر
اسی طرح ہاتھی پر بیٹھے ہوے فاتحہ پڑھ کر آصف باغ کو چلے گئے دوسرے دن سے
یہ دستور رکھا کہ روز صبح کو مامون کے ساتھ آتے سلام کر کے بہت تھوڑی دیر بیٹھ کر ادھر
ادھر کی باتین کر کے چلے جاتے مان اور بیٹے کے دلون مین انقباض رہا چوتھے دن
حیدر بیگ خان بھی فوج اور توپخانے کے ساتھ آگئے اس مرتبہ حسن رضا خان اور
حیدر بیگ خان سلام اور نذر کو حاضر ہوے اس سے زیادہ کبیدگی خاطر رہی

## آصف الدولہ کا اپنی مان سے کروڑ روپے طلب کرنا

دونون طرف سے بہت سا انکار واصرار پیش آنا بیگم کا

احمد علی بیگ کپتان کی ماتحتی میں تھے اور اٹھارہ توپ مع بیلوں کے جواہر علیخان کے ساتھ تھے اور ایک کمپنی تلنگوں کی عقلمند خواجہ سرا کے پاس تھی اور ایک توپ مع بیلوں کا بہار علی خاں کے ہمراہ تھا اور سو جوان تلنگوں علی خان خواجہ سرا کے ساتھ تھے اور دو ہزار سعید پوست کیے جوان اُن کے سوا تھے۔ بیگم کی طرف نہ کسی کا نواب سے لڑنے کا ارادہ تھا نہ کوئی دوسرا خیال۔

ریاست کی جب تمام سپاہ جمع ہوگئی اور توپخانہ آراستہ ہوچکا تو نواب آصف الدولہ مع مڈلٹن صاحب رزیڈنٹ کے فیض آباد کو روانہ ہوئے۔ حیدر بیگ خان نے اس موقع پر عرض کیا کہ دو دن اور دو تین دن تک افواج متفرق و باقی ماندہ کو جمع کرکے اور ساتھ لے کر یہاں سے روانہ ہوگا جب تک میں حاضر ہوجاؤں حضور اُس وقت تک کسی امر میں جلدی اور بیتابی نکریں اُن کے دیر سے روانہ ہونے کی وجہ یہ تھی کہ یہ شخص منجمین کے کہنے میں تھا اور انھوں نے بالاتفاق کہا تھا کہ ابھی آپکی روانگی کی ساعت نہیں آئی ہے اسلیے سپاہ کے جمع کرنے کے حیلے سے نواب کے ساتھ نہ گئے آصف الدولہ کا یہ معمول قدیم سے تھا کہ جب فیض آباد کا ارادہ کرتے تو پہلے سے حکم پرانے مکانات کی درستی کا جو موتی محل کے پاس تھے جہاں نواب کی والدہ رہتی ہیں بھیجدیتے تھے اور فراش و کارپردازان کو سجا دیتے تھے اکی مرتبہ فیض آباد کا قصد کیا تو مکانات کی تیاری کا حکم کسی اہلکار کو نہیں بھیجا اور جب فیض آباد میں داخل ہوئے تو آصف باغ میں اُترے۔ یہ باغ شجاع الدولہ نے آصف الدولہ کے نام پر تیار کرایا تھا اور چوک سے جہاں موتی محل تھا لکھنؤ کی سمت ایک کوس جریبی کا فاصلہ رکھتا تھا جب ایسا واقع ہوا تو اُنکی ماں نے جواہر علیخان اور بہار علی خاں کو اُن کے پاس بھیج کر پیام دیا کہ ہم سے ایک کوس کے

جواہر علی خان اور بہار علی خان کا جاہ و حشم ایک آنکھ نہین دیکھ سکتے تھے وہ حسد کی راہ سے الٹی سیدھی باتین اور جھوٹے سچے حالات بیگم صاحبہ کے ہان کے اپنے دل سے تراش کر حسن رضا خان اور حیدر بیگ خان کو لکھتے رہتے تھے اور اس مین اپنی بہتری و بہبودی سمجھ کر اقسام رعایات نقد و جنس کے نواب آصف الدولہ کی سرکار اور ارکان سرکار سے متوقع تھے اور ان مین سے بعض خود بیگم صاحبہ کے خواجہ سرا تھے جب اُنھون نے دیکھا کہ نواب خود تشریف لانے والے ہین اور ممکن ہے کہ مان بیٹے باہم مل جائین اور صفائی ہو جائے اور یہ تحقیق ہو جائے کہ فلان فلان امر کا فلان فلان شخص بانی ہے اور ان دونون کو اُس وقت معلوم ہو جائے کہ فلان غلام نے ایسا لکھا تھا اور فلان نے ویسا تو مٹی پلید ہو۔ یا سر تن سے جُدا ہو یا مُنھ کالا کر کے گدھے پر سوار کرا کے تشہیر کیے جائین اس لیے ان لوگون نے فیض آباد سے لکھا کہ توپین گولہ بارود کے ساتھ اور دوسرا سامان جنگی اور تین چار ہزار پیادہ و سوار اور سیکڑون یکہ جوان لڑنے مرنے والے یہان مستعد و آمادہ لڑائی کے لیے بیٹھے ہوے ہین۔ نواب کی خدمت مین عرض کر دیا جائے کہ اگر تشریف لاتے ہین تو بڑی ہوشیاری اور خبرداری سے آوین۔ نواب صاحب نے اس جھوٹی بات کو سچ سمجھ کر تمام سپاہ متفرق کو جا بہ جا سے جمع کیا اور عاملون کو لکھ دیا کہ اس باقاعدہ فوج کے عوض دوسرے سہ بندی کے جوان بھرتی کر کے جا بجا گھاٹون اور پرگنون مین بھیجدو اور یہ کل سپاہ لکھنؤ کو روانہ کردو چنانچہ تمام پلٹنین تلنگون کی سُرخ وردی والی اور تمام نجیب سیاہ وردی والے اور تمام رسالے سوارون کے رکاب ہمایون مین جمع ہو گئے۔

اب بیگم صاحبہ کی سپاہ کی تفصیل سُنیے جو اُن کے پاس فیض آباد مین تھی دو سو سوار

بنام مولوی فضل عظیم خان مگر تو خود را فراموش کردہ کہ از جادۂ راستی انحراف داری سخن چند درست کہ با کنیزان ماہ دولت کہ ہیچ رتبہ نداشتند بہ خوش آمد و چاپلوسی پیش آمدہ ہر یکے را ہمشیرہ مے خواندی و بداں مباہات مے کردی مرد ذلیل مبلغ دہ ہزار روپیہ گنجائش علاقۂ سواتی سنگھ موجب فساد و فتنہ مے شوی و کمر بر گمراہی بستہ میان ماہ دولت و لطف مگر باغوا پردازی آخر این آتش کو کنار مست کہ بالا بالا خواہد رفت۔

جب یہ خط لکھنؤ میں ہر ایک مکتوب الیہ کے پاس پہونچے سب نے متفق اللفظ والمعنے آصف الدولہ سے کہا کہ بیگم صاحبہ نہ لکھی ہیں نہ پڑھی یہ جو کچھ عبارت آرائی ہے حکم علی خاں کی طرف سے ہے اُسے اُن کی اطلاع کے بغیر جو کچھ دل میں آیا بے باکانہ لکھوا بھیجا ہے اور نہایت آزادی سے ایسی جسارتیں کرتا ہے صلاح یہ ہے کہ آخر حضور کے والد کا غلام ہے اگر اُس کو تھوڑی سی گوشمالی حضور کے ہاتھ سے ہو جائے تو بہتر ہے تاکہ آیندہ احتیاط رکھے نواب نہایت سادہ مزاج تھے اس بات پر مستعد ہو گئے اور فیض آباد کو روانگی کا ارادہ کیا۔

## نواب آصف الدولہ کی فیض آباد کو روانگی

نواب نے اپنی روانگی سے قبل اپنی ماں کو تحریر بھیجی کہ غلام خود حضور کی خدمت میں حاضر ہونے والا ہے جو کچھ حضور کو ارشاد فرمانا اور غلام کو عرض کرنا ہوگا بالمواجہ یہ کام ہو جائے گا اس عریضے کے فیض آباد پہونچنے سے ایک طرح سے اطمینان خاطر حاصل ہوا لیکن بعضے ٹکڑے توڑنے والے نمک حرام جو خانہ خرابی پر آمادہ تھے اور

والا نتیجۂ آن در دنیا و عقبے نیک نخواہد شد۔

## شقۂ بیگم بنام حیدر بیگ خان

رفعت پناہ حیدر بیگ خان محفوظ باشند ہنگامیکہ عوض باقیات زرہائے سودلی و دریا باد برادر بزرگ نو نور بیگ در شدت تمازت آفتاب مرداد بکمال صعوبت جاندادکہ متصل برادر از گرمی خورشید و بے آبی مانند مرغ نیم بسمل برزمین سنگین مے غلطیدی و قریب بود کہ با برادر ملحق شوی دران حال شفیع تو گشتہ و زرہا از خزینۂ خود رسانده جان بخشی کرده در حفظ و حمایت خویش نگاہداشتم دران وقت سر غلامی و فدویت بر آستانۂ ما مے مالیدی و حالا ہم کہ رتبۂ نیابت ملک مے داری بدولت فرزند ارجمند من ست نہ از جائے دیگر برسانیدۂ مگر قصاص خون برادر از غلامان ما مے خواہی کہ مصدر این ہمہ شوخی و فتنۂ و فساد گشتۂ مگر سبب این ست کہ آصف الدولہ سادہ مزاج واقع است و در لھویات مشغول ہر چیز تعلیم میکنی او از مآل کار نا اندیشیدہ ہمان مے کند خدائے منتقم جزائے اعمال بتو خواہد داد۔

## بنام مڈلٹن صاحب رزیڈنٹ

ضابطہ و آئین سلاطین و ملازمان انگریزی چنان ست کہ از قول و فعل خود بر نمے گردند ہرچہ مے گویند و یا مے نویسند بران راسخ و ثابت مے باشند و سابق چند کاغذ مہری جان برسٹو وغیرہ صاحبان پیش خود موجود مے دارم چنان نوشتہ اند کہ بعد ازین ما مردم متعلقین سرکار کمپنی را و نواب آصف الدولہ را از نقود و اجناس و محالات جاگیر و جمیع متعلقان حضور از ملازمان و عبید و خدم وغیرہ ہیچ گونہ تعرض و سروکار نماندہ بطور خود ہرچہ دانند و توانند بکنند ہرگاہ این چنین وثائق مضبوط نوشتہ دادہ اند پس این ہنگامہ آرائی کہ شہرت دارد و متواتر مسموع مے گردد و معلوم مے شود کہ عنقریب سمت ظہور مے گیرد چگونہ و از چہ راہ است۔

کا محاصرہ کر لیا اُس نے عرضی حضور کو لکھی چونکہ بیان دوسری تدبیر سوچی ہوئی تھی حکم ہوا کہ وہان سے واپس آجائے اس بات سے کسی قدر اہل فیض آباد کو دلجمعی ہوگئی جب ایسی ایسی باتیں ظاہر ہونے لگیں اور بیگم صاحبہ کو کھٹکا ہوا اور نواب سالارجنگ کی جاگیر بھی ضبطی مین آگئی اور اُنھون نے دم بہ مارا تو اب بیگم صاحبہ نے جواہر علی خان کو حکم دیا کہ علٰحدہ علٰحدہ شقے آصف الدولہ اور مڈلٹن صاحب رزیڈنٹ اور حیدر بیگ خان اور مولوی فضل عظیم خان کو بیگم کی طرف سے لکھے ہم ان شقوں کو ان کی عبارتوں میں نقل کرتے ہیں۔

## شقہ بنام آصف الدولہ از جانب والدۂ او شان آصف الدولہ

معلوم نمایند کہ بہ ترغیب نمک کوران خانہ برانداز ما دولت کہ قبلۂ تو ایم دما ورائے آن انواع پرورش سرآمد علایۂ درحق تو کردہ ایم کہ تو خود ازان خوب اطلاع وآگاہی داری باوصف این ہمہ مدارج حرکات ناسازبے ادبانہ مے خواہی کہ عبداللہ ما خود وعہدعلق رسوا و بدنام شوی وازحین وفات والد خود کہ برمسند ریاست جاکردۂ ازالسلوک حقوق ارتو ہیچ نرسیدہ وحقوق شرعی وعرفی آن قدر کہ برگردن تست بر ذمۂ شجاع الدولہ بود و او کہ چند ہزار زن منکوحہ وغیر منکوحہ ومتعیہ وغیر متعیہ درسرائے خود مے داشت باوصف آن اطاعت وانقیاد وخاطر داری ودلجوئی ما اکہے کرد تو خوب مے دانی درقلمرو او شہرت ست وتو کہ از بطن من پیدا شدۂ ولخت جگر منی برتو اطاعت وفرمان برداری من ہزار چندان واجب ست وآنچہ از نقد واجناس ومحالات جاگیر وغیرہ کہ با خود دارم ہمہ بدولت آں مرحوم ست از دولت تو آلودۂ یک دام بہ ستدام بالفعل اینکہ ممیدۂ وارادہ داری غلط ست قطعے کہ بر محالات جاگیر من دوختہ ازین خیال خام دست بردار

توحید ربیگ خان نے ہر طرف سے اطلاعین بہم پہونچا کر اور ہر طرح کی رخنہ بندی کر کے اور دونون بیگمات (یعنی آصف الدولہ کی ماں اور دادی) کے باہمی نفاق سے فائدہ اُٹھا کر اگلے حساب کے کاغذات کو دوبارہ نواب کے ملاحظے مین پیش کیا اور کسی قدر تخفی دھمکی بھی دی اور نواب کی فضول خرچیون کو لمبی لمبی تقریرون مین ذکر کیا اور حسن تقریر سے نواب کو اُنکی ماں کی جاگیر کے ضبط کرنے اور اُن سے روپیہ بطور قرض کے لینے کی طرف آمادہ کیا لیکن نواب ایسے بدنامی کے کام مین ہاتھ ڈالنے سے پہلو بچاتے تھے۔ جب حیدر بیگ خان نے خیالی تخویف سے نواب کو بہت تنگ کیا تو اُنھون نے بدحواس ہو کر اُنکے مشورے کو مان لیا۔ اب حیدر بیگ خان نے دکھانے کو اولاً اپنی اور حسن رضا خان کی جاگیرین ضبط کین بعدہ عنبر علی خان اور آفرین علی خان اور محبوب علی خان خواجہ سراؤن اور مدار الدولہ وغیرہ کی جاگیرون کو ضبط کیا اور یہ مشہور کر دیا کہ نواب سالار جنگ کی جاگیر کی ضبطی کے لیے بھی نواب وزیر کا ارشاد ہے اور قرائن سے پایا جاتا ہے کہ جنابعالیہ سے بھی روپیہ مانگا جائے گا اس قسم کی خبرین مشہور ہوتے ہوتے فیض آباد مین پہونچین اور وہاں ان کا عام طور پر چرچا ہونے لگا خواجہ سراؤن نے بیگمات سے عرض کیا لیکن بظاہر عقل سلیم نے اِس بات کو قبول نہ کیا اِس لیے اس پر کچھ توجہ اور اعتنا نہوا یہانتک کہ میر ناصر علی نام ایک شخص جو شجاع الدولہ کے عہد سے علاقون پر عامل رہتا آتا تھا ریاست کی طرف سے بیگم صاحبہ والدہ آصف الدولہ کی جاگیر پر قبضہ کرنے کے لیے بھیجا گیا جب یہ خبر بیگم صاحبہ کو فیض آباد پہونچی تو حکم دیا کہ اُس کو ایک شب بھی وہان ٹھہرنے دین فوراً نکالدین بیگم کی فوج ۱۹ سو آدمی کے قریب موجود تھی اور اُن کی مدد کو گانؤن کے آدمی بھی جمع ہو گئے یہان تک کہ پانچ چھ ہزار کے قریب جمعیت نے میر ناصر علی

خداوند عالم اور جناب بیگم صاحبہ مالک ہیں غلام کو کیا قدرت ہے کہ حضور یا اُن کی مرضی کے خلاف کوئی کام کرے اُس دن نواب کے دل میں تھوڑا سا تکدر پیدا ہو گیا۔ دو دن کے بعد جواہر علی خاں رخصت کا خلعت پاکر فیض آباد کو واپس ہوا یہ بات جب بیگم صاحبہ سے عرض کی تو اُنھوں نے کہا کہ خبردار ہماری جاگیر کے علاقے میں اجلت مدیون مولوی نے دوبارہ آصف الدولہ سے حقیقت حال ظاہر کی نواب نے تلنگوں کی پلٹن اُن گانوؤں پر قبضہ کرا دینے کو بھیجی جب وہ پلٹن بھوانی سنگھ کے علاقے میں داخل ہوئی اور یہ خبر فیض آباد آئی تو بیگم صاحبہ نے حکم دیا کہ پلٹن نکال دی جائے اُن کے حکم کے موجب مرزا احمد علی بیگ کپتان دو سو سوار اور نجیبوں کے تومن جس میں ایک ہزار جوانوں سے زیادہ تھے اور دو توپیں لے کر روانہ ہوا ستر کے قریب پہلے سے سلوں میں متعین تھے اور کچھ علاقے کے گوار اور زمیندار فراہم ہو گئے اسلح تمن چار ہزار آدمیوں کے ہجوم نے پلٹن کو جا گھیرا پلٹن کے افسر نے یہ حال نواب کو لکھا جو کہ عنقریب تمام جاگیر بیگم صاحبہ کا ضبط کرنا اور خواجہ سراؤں کا گرفتار کرنا منظور خاطر تھا اس لیے حیدر بیگ خان نے عرض کیا کہ بالفعل یہ مصلحت ہے کہ پلٹن واپس بلا لی جائے چند روز کے بعد اسکی تدبیر دوسری طرح کی جائے گی جب پلٹن واپس چلی گئی تو فیض آباد میں یہ خبر سُن کر بڑی خوشی ہوئی کہ گواروں اور دوسرے آدمیوں کے ہجوم سے نواب کی فوج ڈر کر چلی گئی مقابلے کی تاب نہ لائی۔

## بہو بیگم اور اُنکے بیٹے نواب آصف الدولہ میں نا چاقی کا آغاز ہونا

جب پلٹن کی واپسی کو علاقۂ بھوانی سنگھ سے دس بارہ روز کا عرصہ گذر چکا

نواب کی مصاحبت کے درجے سے گر گیا اور نہ وہ مرتبہ باقی رہا نہ حضوری بلکہ قید کر دیا گیا۔ مولوی فضل عظیم صفی پوری حسن رضا خان کی جانب سے باورچیخانے اور دیوانخانے کا نائب تھا اور یہ خدمت عہد شجاع الدولہ سے اُس سے تعلق رکھتی تھی ان کارخانون کے حاکم اصلی خود حسن رضا خان تھے۔ اِس زمانے مین مولوی مذکور بھی بھوانی سنگھ کا طرفدار تھا اور نواب کے سامنے اُسکی طرف سے سوال و جواب کیا کرتا تھا اسکو خبر تھی کہ بھوانی سنگھ کے دیہات مستاجری مین دس ہزار روپے کی گنجائش ہے مولوی نے جواہر علی خان سے سوال کیا کہ آخر بھوانی سنگھ ایک ہندو شخص کے ہاتھ مین یہ گانوٗن تھے اگر اُسکی جگہ مجھے دیدیے جائین تو مہربانی ہوگی مین جس طرح نواب سرفراز الدولہ حسن رضا خان کا مطیع و منقاد ہون اسی طرح آپکا فرمان بردار ہون جس قدر روپیہ بھوانی سنگھ سرکار مین داخل کرتا تھا مین بھی قسط بہ قسط داخل کرتا رہون گا چونکہ اخوند احمد علی نے جواہر علی سے قبل سے یہ بات کہدی تھی کہ ان گانوٗن مین دس ہزار روپے کی گنجائش ہے مولوی چاہتا ہے کہ بالا بالا یہ منافع حاصل کرے آپ کسی حیلے سے اُس کی خواہش سے اعراض کر دین جواہر علی خان نے اپنے نائب کے کہنے کے بموجب مولوی کو یہ جواب دیا کہ فیض آباد پہونچنے کے بعد بیگم صاحبہ سے عرض کر کے گانوٗن تمھارے حوالے کر دیے جائینگے اُن کی اطلاع کے بغیر ایک گانوٗن دینے کا مقدور نہین مولوی نے جب دیکھا کہ اس معاملے مین لیت و لعل کرتے ہین تو نواب آصف الدولہ سے عرض کر کے سفارش چاہی نواب نے جواہر علی خان سے فرمایا کہ ہماری پاس خاطر سے یہ علاقہ مولوی کے حوالے کر دو اور والدہ ماجدہ کو ہرگز اطلاع نہ ہو اگر اس معاملے مین کوئی حیلہ کروگے تو ہم تلنگون کی پلٹن بھیجکر مولوی کا قبضہ کرا دینگے۔ جواہر علی خان نے عرض کیا کہ

جواہر علی خان خواجہ سرا کو مزاج پرسی کے لیے بھیجا نواب نے مان کی پاسداری سے اِس خواجہ سرا کی بہت دلجوئی کی اراکین لکھنؤ بھی ملے حسن رضا خان نے حسب ظاہر بہت کچھ اظہار خلوص کیا اور سالن کے چند دیگچے اپنے باورچی خانے سے روزانہ بھجواتے رہے لیکن دعوت نہین کی۔

اب اس خواجہ سرا کی رعونت کا حال حیدر بیگ خان کے ساتھ بھی سُننے کے قابل ہے باوجودیکہ یہ اُس وقت مین تمام ریاست کے اُمورات مالی وملکی پر حاوی تھے اور اپنا استقلال حاصل کر لیا تھا کہ کسی کو اپنا ہمسر اور ہم پہلو نہین سمجھتے تھے زمانہ سابق مین شجاع الدولہ کے عہد مین ایک فوجدار سے زیادہ نہ تھے اس لیے یہ خواجہ سرا لوگ انکو خیال مین نہ لاتے تھے تواضع وتکریم تو بہت دور رہے جواب سلام مین بھی اداؤ تکبر رکھتے تھے دربار آصفی میں حیدر بیگ خان اور جواہر علی خان کا سامنا ہوا حیدر بیگ خان نے سبقت کرکے سلام کیا اور معانقے کو بڑھے جواہر علیخاں نے معانقے سے اعراض کیا صرف جواب سلام کے لیے سر پر ہاتھ رکھ کر زبانی خیر وعافیت دریافت کر لی اور بالکل اخلاق ظاہری اور تملق دنیاداری کا برتاؤ نہ کیا۔

اِسی زمانے مین کہ جواہر علیخان لکھنؤ مین موجود تھا ایک دوسرا واقعہ ظہور مین آگیا وہ یہ ہے کہ بھوانی سنگھ نام ایک شخص سلون کے علاقے کا رہنے والا گانون کا زمیندار تھا اس کے پاس دو تین گانون دوسرے جواہر علیخاں کی سرکار سے آٹھ ہزار روپے میں اجارہ تھے جنکی جمع کامل اٹھارہ ہزار روپے تک پہونچ گئی تھی چونکہ یہ شخص نواب آصف الدولہ کا مصاحب تھا وہ اس کے ماتحت تھی جواہر علیخاں کا نائب لخود احمد علی مجمع دیہات کی آمدنی اور اُس کی طلبی سے اعراض کرتا تھا اتفاقاً اُسی سال

انتظار کرنے لگے جو دولت سرا مین موجود تھا لیکن جواہر علی خان کو حسن رضا خان سے باطنًا کدورت تھی جسکی وجہ یہ تھی کہ اُس نے ایک شخص مرزا ابراہیم بیگ نام کی حسن رضا خان سے سفارش کی تھی حسن رضا خان نے اُس کو ٹالدیا تھا اور چٹھی کی کوئی پروانہ کی تھی اور حسن رضا خان کو یہ واقعہ یاد بھی نہ تھا اس لیے جواہر علی خان محل سے نہین نکلتا تھا اور اس بات کا منتظر تھا کہ جب ڈیوڑھی سے حسن رضا خان اُٹھ جائین تو اپنے مکان کو جائے اور خان موصوف یہان تک جواہر علی خان کے انتظار مین بیٹھے رہے کہ آفتاب زوال کی طرف مائل ہوگیا۔ مجبور ہو کر جواہر علی خان نکلا اور سیدھا پالکی مین سوار ہونے کو متوجہ ہوا حسن رضا خان نے سلام کیا اور اُٹھ کر ارادہ معانقے کا کیا جواہر علیخان نے نہایت بے اعتنائی کے ساتھ جواب سلام کو سر پر ہاتھ رکھا اور فوراً سامنے سوار ہو کر اپنے گھر کا رستہ لیا حسن رضا خان اس حرکت سے شرمندہ ہوے اور کچھ نہ پوچھا کہ اس حرکت خلاف معمول اور اس قدر کشیدگی خاطر کا سبب کیا ہے اور اُٹھ کر اپنی فرودگاہ کو چلے گئے جب اس امر کی خبر والدۂ آصف الدولہ کو ہوئی تو دونون کو بلوا کر گلے ملوا دیا اگرچہ حسب ظاہر صفائی ہوگئی اور سلام وکلام کا سلسلہ جاری ہوگیا لیکن دلون مین غبار ویسے ہی باقی رہا ایک ہفتے کے بعد حسن رضا خان نے لکھنؤ کو رخصت حاصل کی اور خلعت لیکر واپس آگئے۔

## والدۂ آصف الدولہ کی جاگیر کے بعض مہات مین ریاست کا مداخلت کرنا لیکن مقابلے اور خونریزی کے خیال سے طرح دینا

اُسی زمانے مین نواب آصف الدولہ کی گردن پر دانہ نکل آیا اُن کی ماں نے مضطر ہو کر

## خواجہ سرا کی بے دماغی سے ملال اُٹھانا

نواب آصف الدولہ نے لکھنؤ میں پہونچکر حسن رضا خان سے ارشاد کیا کہ
جناب والدہ صاحبہ نے چند مرتبہ تمکو یاد فرمایا تھا اُن کے سلام کو تمھارا جانا مصلحتاً
ضرور ہے اُنھون نے فیض آباد کا قصد کیا مقصود ایک تو جناب عالیہ کا سلام تھا دوسرے
شجاع الدولہ کی برسی مین کہ ۲۳ ذیقعدہ معین ومقرر تھی شرکت منظور تھی۔ رخصت
کے وقت حیدر بیگ خاں نے حسن رضا خان کو صلاح دی اور کہا کہ آپ سے اور نواب
کی والدہ کے مقرب الخدمت مطبوع علی خان خواجہ سرا سے اتحاد اور مناسبت دلی قدیم
سے ہے اور آپس مین راز و نیاز ہوتے ہین مجکو یقین ہے کہ والدۂ شجاع الدولہ کے
خواجہ سرا نواب آصف الدولہ کے خواجہ سراؤن سے بوجہ اُن کی شان وتجمل کے ناراض
کے دل مین صاف نہون گے ایسی تدبیر کرنی چاہیے کہ جو مقدمہ ہمکو منظور خاطر ہے
اُس مین دونون بیگمین اتفاق نکر سکین کیونکہ اگر دونون ایک رائے اور ایک دل
ہوجائینگی تو ہمارا نقش مراد کرسی نشین نہوسکے گا جب حسن رضا خان فیض آباد پہونچگئے
تو اول والدۂ شجاع الدولہ کی ڈیوڑھی پر مجرے کو حاضر ہوے بعد اس کے والدۂ
آصف الدولہ کی ڈیوڑھی پر گئے اس ڈیوڑھی پر آداب وتسلیم کے ساتھ ادا کرنے اور
نذرین بھیجنے کے بعد دیر تک بیٹھے اور ڈیوڑھی کے حکیمون طبیبون اور دوسرے حاضرین
سے اختلاط مین مصروف رہے جو مامائیں اور کنیزین محل کے دروازے تک آنے کی مجاز تھیں
اور قدیم سے خاں موصوف کے ساتھ تعارف رکھتی تھین اُن میں سے ہر ایک کے ساتھ
بقدر مراتب استفسار خیریت حالات واخلاق کے ساتھ پیش آئے اور جواہر علیخاں کے آنے کا

خیال کی تصدیق اور تائید ہو گئی گورنر جنرل نے پھر کہا کہ اگر نوکر یا غلام سے کوئی قصور سرزد ہو جائے تو قاعدے کی رو سے مواخذہ اُس کا مالک سے مناسب نہین اس معاملے مین بیگم صاحبہ اور اُن کے توابعین سے علانیہ تدارک عمل مین لانا ناروا ہے حیدر بیگ خان نے جواب مین عرض کیا کہ جب بالاجمال اس قدر معلوم ہو گیا کہ شمشیر خان سے یہ جسارت عمل مین آئی ہے تو اسی قصور کو خاطر اشرف مین جاگزین رکھنا چاہیے اور اس حرکت کے مقابلے مین نواب آصف الدولہ سے عرض کرکے تدارک کراؤنگا لیکن بشرطیکہ اندرونی طور پر جناب مدد دین اور صورت اس کی یہ ہے کہ اگر بیگم صاحبہ اس مقدمے مین بیٹے کی شکایت آپ کو لکھین تو جناب کی طرف سے یہی جواب دیا جائے کہ تم جانو اور بیٹا جانے ہم رئیس کے خانگی معاملات مین مداخلت نہین کرتے اور مڈلٹن صاحب رزیڈنٹ کو کہدین کہ ہر باب مین میری معاونت کرین جب یہ بات طے پا چکی تو آصف الدولہ کی ملاقات گورنر جنرل سے ہوئی اور پہلی ہی ملاقات مین رخصت بھی جانبین سے عمل مین آگئی رئیس بایت لکھنؤ کو چلے گئے اور آصف الدولہ ہیسٹنگز صاحب کے بنارس سے رخصت ہو جانیکے بعد خود سلطانپور کی راہ سے فیض آباد کو روانہ ہوے کیونکہ اُن کی والدہ نے شقہ بھیجا تھا کہ اُس نور چشم کے دیکھنے کی مشتاق ہون یہان آکر دیدار فرحت آثار سے چشم دلکو منور کرین فیض آباد پہونچکر چند روز وہان رہے بعد اس کے لکھنؤ کو روانگی کی اجازت حاصل کی رخصت کے وقت بیگم صاحبہ نے فرمایا کہ اس مرتبہ حسن رضا خان تمھارے ساتھ کیون نہ آئے نواب نے عرض کی کہ غلام لکھنؤ پہونچکر بھیجدیگا۔

## حسن رضا خان کا فیض آباد کو جانا اور وہان جواہر علیخان

اپنی درگذرا اس بیگمون کے پیچھے پڑے جھاڑ کے چھٹے غرض اس الٹ پھیر مین کیا لکھو آئے تھے تو در صدارت تھے یا اس کے پاس تیس لاکھ روپے تھے اس ملک میں انگریزون کے بیوپار سے تھے ہیسٹنگز صاحب نے نہایت عقلمندی کی کہ اس بغاوت کا مقدمہ کوئی نہین بنایا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اس الزام کے لیے کوئی شہادت بہم نہ پہونچے گی اس لیے بیگمین لوٹ سے بچ جائینگی اُنھون نے نواب کو سمجھایا کہ تم جاتے ہی بیگمون کی جاگیر ضبط کرکے اپنا نفع اُٹھاؤ اور خزانہ ضبط کرکے سرکار کمپنی کا قرض چکاؤ اور حرج اُٹھاؤ جس سے پھر کوئی گورنمنٹ بنگال کا اودھ پر مطالبہ نہ رہے یہ بیان مولوی ذکاء اللہ کی تاریخ ہندوستان کا ہے۔

لیکن فیض بخش بالکل اس کے برعکس لکھتا ہے کہ راجہ بنارس کے ہنگامے سے گورنر جنرل نے فرصت پائی تو آصف الدولہ کی امارت سے حیدر بیگ خان اُن سے ملے اور ظاہر کیا کہ چیت سنگھ ایک زمیندار سے زیادہ نہیں ہے اُس کی کیا قدرت تھی کہ آپ کے مقابل اُٹھنے کی جرأت اور جسارت کرتا یہ تمام ہنگامہ آرائی نواب آصف الدولہ کی ماں کے حواجہ سرا اُن کے ایما سے ہوئی ہے بلکہ عجب نہیں کہ بیگم صاحبہ نے بھی اشارہ اس معاملے مین کر دیا ہو گورنر جنرل نے جواب مین کہا کہ یہ بات عقل سے بعید معلوم ہوتی ہے اس لیے کہ سرکار کمپنی کی طرف سے شجاع الدولہ کے ساتھ کسی قسم کے حسن سلوک میں کوتاہی نہیں ہوئی اور نہ اُن کے بعد اُن کی ریاست کے اُمور مالی و ملکی مین دخل کسی نے کوئی خلل اندازی کی پس بے سبب بیگم صاحبہ جیسی دانا اور عاقلہ رئیسہ سے ایسی حرکت جو بالکل خارج از آہنگ ہے بڑے تعجب کا مقام ہے اس گفتگو کے درمیان میں خان کالون نے میوہ بخکر شمشیر خان چیلے کی شکایت کی جس سے حیدر بیگ خان کے

بجے گڑھ کو جہان وہ چھپا ہوا تھا فتح کر لیا مگر جو خزانہ قلعہ مین موجود تھا اُس کو
ہاتھوں ہاتھ اُسکی سپاہ نے نکال لیا اور گورنر جنرل مُنھ تکتے اور ہاتھ ملتے رہ گئے کہ
نہ تو خزانہ اُن کے ہاتھ لگا جس کی بڑی ضرورت تھی اور نہ راجہ قابو مین آیا کیونکہ
وہ بھاگ کر گوالیار پہونچا اور وہان ۲۹ برس رہ کر رہ گرائے مُلک عدم ہوا اُس
کے بعد اُسکے بھانجے مہیب نرائن سنگھ کو گدی پر بٹھایا جو بلونت سنگھ کی رانی کی
بیٹی کے بطن سے تھا اُس کی عمر ۱۹ برس کی تھی ریاست کی کارروائی اُس سے مشکل
تھی اِس لیے اُس کا باپ نائب مقرر ہوا اس راجہ سے بائیس لاکھ روپے کی جگہ چالیس
لاکھ روپیہ سالانہ ٹھہرا اور شہر بنارس کی دیوانی و فوجداری دونون اور تمام علاقے
کی فوجداری اُسکے ہاتھ سے نکال لی اور ٹکسال بھی بند کرا دی۔

## چیت سنگھ کے فساد کو حیدر بیگ خان کا آصف الدولہ کے اور اُن کے خواجہ سراؤن پر ڈالنا

اصل کار سے بے خبر مورخ لکھتے ہین کہ اودھ کی رعایا نے جو چیت سنگھ کے ہنگامے
مین فساد برپا کیا تھا گورنر جنرل نے اُس کو آصف الدولہ کی مان اور دادی پر ڈالنا چاہا
اس فساد کو بیگمون کے ذمے لگا دینا آسان تھا مگر اس الزام کے لیے کوئی شہادت موجود
نہ تھی لیکن زبان خلق اس امر کی شہادت بڑی تھی کرنیل ہینی بیگمون پر جرم بغاوت ثابت کرنے
مین بڑے سرگرم تھے کرنیل صاحب بھی غضب کے پتلے تھے انھون نے ایک زمانے مین نواب
آصف الدولہ کے نتھنون مین تیر دے رکھا تھا نواب نے گورنر جنرل کو لکھا کہ خدا کے واسطے
اس کو یہان سے بُلا لیجیے اور میری جان کے پیچھے سے جنجال چھڑائیے نہین تو مین نوابی سے

کی طرف سے یہان کا تحصیلدار تھا قلعہ مین رہتا تھا جان کالون نے اپنا ہرکارہ
کشتی پر بٹھا کر ٹامڈے کو بھیجا اور شمشیر خان کو زبانی پیغام دیا کہ گنوار لوگ میری
تلاش میں جوق جوق پیچھے سے آرہے ہین بہت جلد بڑی بڑی چند کشتیاں گھاٹ
کے اس پار بھجوا دیجئے تاکہ تمام خزانہ لیکر دریا اتر کر آپ کے پاس پہونچ جاؤں اور
اس بلا کے جانگداز سے رہائی حاصل کروں اس مرد کوتہ اندیش نے اپنی سمجھ
کے چند مصاحبوں کی صلاح سے کشتیاں نہ بھیجین بلکہ ایسا بھی کہا جاتا ہے کہ توپ
کے چند گولے جان کالون کی طرف لگوائے ان کو خیال یہ تھا کہ اب انگریزوں کا قدم
اٹھ گیا گورنر جنرل قلعہ چنار گڑھ مین موجود تھے جان کالون نے یہ تمام حال ان کو
لکھ بھیجا اگرچہ اس سانحے کے بعد بیگم صاحبہ نے میر نثار علی کو سوجوانان عیب کے ساتھ
کالون کی مدد کو بھیجا اور اس کو بلا کر انگوری باغ مین ٹھہرایا اور بخوبی خاطرداری اور
دعوت میں کوشش کی مگر گورنر جنرل کے دل مین عناد کا بیج جم گیا حیدر بیگ خان
نے جب یہ دیکھا کہ بنارس میں ہنگامۂ فساد پیدا ہو گیا تو مضطرب ہو کر آصف الدولہ
کو لکھا کہ حضور تمام فوج موجودہ و لشکر صوبہ جات اور سارے توپخانے کو ساتھ لیکر
ادھر جلد تشریف لائیں ورنہ کام ہاتھ سے جاتا رہے گا نواب وزیر بہت سے سامان
کے ساتھ سرزمین مشرق کی طرف عازم ہوے اور حیدر بیگ خاں کو ساتھ لے کر
ملک بنارس مین پہونچگئے اور اپنی فوج کو دریاے گنگا عبور کرا کے حکم دیا کہ چیت سنگھ
کو شکست دیکر نکالدے چنانچہ الماس علی خان خواجہ سرا نے جس کے ساتھ بہت سی سپاہ
تھی اور ریاست لکھنؤ کے جنوبی و مغربی حصے کا حاکم تھا گنگا کو عبور کیا۔ اس عرصے مین
گورنر جنرل نے بھی ہر طرف سے فوجیں منگا کر راجہ بنارس کی بیس ہزار فوج کو شکست دیکر

تو پھر راجہ کے نوکرون نے بھی اُنکی بوٹیان اُڑا ئین چیت رام کا بابو مینار سنگھ کے بیٹے
شکو سنگھ نے ایک ہاتھ مین کام تمام کیا انگریزی فوج کے بہت سے سپاہی اور افسر
مارے گئے۔ یہ ہیسٹنگز صاحب کی غلطی رائے تھی کہ وہ بنارس کے رہنے والون کو بنگالیون
کی طرح بزدل اور ڈرپوک سمجھے یہان کے آدمیون کا سپاہیانہ پن وہ دیکھ چکے تھے
وہ بہار اور کلکتہ نہ تھا کہ تھوڑے سے سپاہیون سے کام چل جاتا یہ بنارس تھا اگر
راجہ کو قید کرنا تھا تو اس قدر سپاہ کو لانا تھا کہ وہ اس کام کے لیے کافی ہوتی ان
مٹھی بھر آدمیون کو لاکر ناحق گنگا کے کنارے لہو مین اشنان دلایا بلوا عام ہو گیا اور
مادھو داس کے باغ کو جہان گورنر جنرل اُترے ہوے تھے آگھیر لیا گورنر جنرل کو
اپنی جان کے لالے پڑے مگر اوسان و استقلال کو اُنھون نے اب بھی ہاتھ سے ندیا
اور رات کو دریا اُتر کر پیادہ قلعہ چنار گڑھ کو کہ سات کوس پر مشرق کی طرف
تھا چلے گئے تمام مُلک مین بغاوت اور انگریزون سے مخالفت کی ہوا پھیل گئی جہان
کسی سپاہی تلنگے کو سُرخ وردی پہنے دیہات کے گنوار دیکھتے اذیت دیتے تھے چنانچہ
جان کالون نام ایک انگریز شمالی صوبے کے ایک محال پر حاکم تھا اسکے ساتھ فوج کم تھی
کمی سپاہ کی وجہ سے اُس ضلع کے گنوارون نے اُسپر ہجوم کیا اور اُسکی تحصیل کے خزانے
کو لوٹنے کی خواہش کی جب اُس کو یہ آثار معلوم ہوے تو پہلے اس سے کہ گنوار لوگ
اُسپر حملہ کرین تمام خزانے کو ہاتھی پر لدواکر اور حوضے مین آپ بھی بیٹھکر چند سپاہیون
کے ساتھ رات مین چپکر جائے امن کی تلاش مین نکل کھڑا ہوا صبح کے وقت دریاے
گھاگھرا پر پہنچکر شمالی کنارے پر کھڑا ہوا اس دریا کے جنوبی جانب قصبہ ٹانڈہ تھا
جو والدہ آصف الدولہ کی جاگیر مین تھا شمشیر خان چیلہ جو بہو بیگم کا غلام تھا بہار علیخان

بیچارے راجہ نے تو بیر پھیلا دیا کہ بھائی تو رسی لا اور باندھ کر لے جا دیر نکر راجہ کے
چچازاد بھائی بابو مینار سنگھ کے منھ سے یہ نکلا کہ کس کا مقدور ہے کہ راجہ کو بازنجیر کرے
جمعدار بولا کہ جیت سنگھ اور جیت رام کی گفتگو مین کسی مسخرے کو دخل دینے کا کیا اختیار
ہے اس وقت بابو صاحب لہو کا سا گھونٹ پی کر رہ گئے آخر جیت رام کو ارکان دولت
نے دھکے دے کر نکالدیا اس نے گورنر جنرل کے پاس جا کر ایک ایک بات کی سو سو لگا کر
بیان کیں بنارس کے فساد کی بنیاد ہے گورنر جنرل نے مارکھم صاحب رزیڈنٹ بنارس
کو حکم دیا کہ راجہ کو گرفتار کر لیں اُنھوں نے راجہ کی حویلی کے گرد ستولے مین پہرے بٹھا دیے
اور اُسکا دولتخانہ اُس کے واسطے قیدخانہ بنا دیا بیچارے راجہ نے اس پر سر جھکایا اور
یہی کہا کہ میرا قصاص اور حکم انگریزوں کا میرے نزدیک برابر ہے مین اور میرے قلعے اور
میری دولت اور میری جان سب سرکار پر قربان ہے جیت سنگھ کی رعیت اپنے حاکم کے
انصاف اور رعایا پروری کے سبب سے اُس کو بہت عزیز رکھتی تھی جون ہی راجہ کی
گرفتاری کی خبر مشہور ہوئی تمام اُس کے علاقے میں ایک دُندمچ گیا رام نگر سے بہت آدمی
مسلح ہو کر آن موجود ہوے دو کمپیاں انگریزی پہلے پہروں پر موجود تھیں اور دو کمپیان
بھیجدین راجہ کے آدمیوں نے جب ان کمپیوں کو اندر جانے سے منع کیا اور تمام سپاہی آدمیوں
نے اُن کا راستہ بند کر دیا تو کپتان نے توپ چلانے کا حکم دیدیا اُسی وقت تلوار چ گیا
تلوارین چلنے لگین راجہ کے نوکر جو صدہا موجود تھے اور سامان جنگ درست رکھتے تھے
طیش میں آکر بے حکم راجہ کے کمپیوں پر ٹوٹ پڑے اور کشتون کے پشتے لگا دیے سکو قتل کر ڈالا
سرائن کا کمین گیا اور دوسرا کہیں رہا اُن کے پاس کارتوس ستھے لڑتے کیا جیت رام جاگیا
تھا جیت کر راجہ سے لپٹ گیا اور تلنگوں کو آواز دی کہ آؤ دو تلوارین لے کر راجہ کیطرف متوجہ

## راجہ بنارس کے وقعات

راجہ چیت سنگھ کے ہاتھ سے حکومت بنارس نکالکر بلونت سنگھ کے نواسے کو اُسکی جگہ بٹھانے اور ایک کروڑ روپے وجہ نذرانے مین لینے اور خراج سالانہ مین اضافہ کرانے اور حیدر بیگ خان کی استدعا کے بموجب گورنر جنرل نے کلکتے سے کوچ کیا جب اُنکا مقام عظیم آباد سے ایک منزل ادھر ہوا تو حیدر بیگ خان نواب آصف الدولہ سے اجازت لے کر استقبال کے لیے لکھنؤ سے نکلے اور کوچ و مقام کرتے ہوے جونپور تک جا پہونچے وہان ایک چھوٹی سی ندی کے کنارے جس کا نام برنالا ہے اور درحقیقت ایک نالا تھا خیمگاہ برپا کی گورنر جنرل تھوڑے سے آدمیون کے ساتھ بنارس مین پہونچگئے چیت رام چوبدار ہندو کہ اس سے قبل چیت سنگھ راجۂ بنارس کا نوکر تھا راجہ نے کسی قصور پر اُس کو اپنی سرکار سے علیحدہ کردیا تھا وہ بنگالے کو چلا گیا اور گورنر جنرل کی اردلی کے چوبدارون مین نوکر ہوگیا یہ شخص راجہ سے دل مین بے حد عداوت رکھتا تھا اور ایک شخص علی الدین نام راجہ بنارس کے ہان نوکر ہوگیا تھا اور بہت سا مال و دولت پیدا کر کے مرفہ حال بنگیا تھا بعد کو راجہ اس سے ناخوش ہوگیا وہ یہان سے چلا گیا اور چیت رام چوبدار کی معرفت کلکتے مین انگریزون کا نوکر ہوگیا یہ دونون متفق ہو کر راجہ بلونت سنگھ کے نواسے کے معین اور چیت سنگھ کی خرابی کے درپے ہوگئے یہ بھی دونون اس سفر مین گورنر جنرل کے ساتھ تھے گورنر جنرل کے حکم سے یہ چوبدار راجہ کے بلانے کو گیا اور سختی و بے ادبی سے بات کی اور گستاخانہ راجہ سے کہنے لگا کہ یہان ایک ایک سپاہی گورنر جنرل ہے اگر تمھارا کوئی آدمی ذرا بھی بولا تو تمھاری اور تمھاری رانیون کی ٹانگون مین رسی باندھ کر کشان کشان لاٹ صاحب کے پاس لیجاؤنگا

کہ کوئی عذر کا مقام ہوگا چار و ناچار حوالے کرنا پڑے گا بعد اسکے اُن مقامات کا اُن سے نکالنا بے حد دشوار ہوگا اگر فرض کر لیا کہ سرکار کمپنی ایسی صورت اختیار کرے اور یہ شق اختیار کرے کہ روپیہ مانگنے میں توقف کرے تب بھی ایک کروڑ روپے کا سُود ایک ہی سال میں کتنا بڑھ جائے گا اور اس صورت میں تمام روپے کا ادا کرنا بے حد مشکل ہوگا۔ جناب عالیہ کے کوئی دوسرا ذریعہ سوائے بندگان حضور کے نہیں ہے سر فادعرفا اُن کے سامنے اور اس کے بعد پیر دوم ستد ہی اُن کے تمام مال کے مالک ہیں اور ظاہر ہے کہ جواہر علی خان و بہار علی خاں نے بہت سی فوج نوکر رکھی ہے اور سامان ظاہری بے عد آراستہ کیا ہے نہایت کر و فر اور طنطنہ و شوکت سے زندگی بسر کرتے ہیں رات دن عیش و عشرت میں مصروف رہتے ہیں حالانکہ غلاموں کے ساتھ ایسی رعایت اور سلوک جناب عالیہ کی طرف سے ہے پھر اگر وہ روپیہ حضور کے ایسے کام میں کہ بقائے ریاست کا موجب ہے آجائے تو کونسی بڑی قباحت اور کیا نقصان پیدا ہوگا چونکہ نواب صاحب سادہ مزاج تھے رات دن بے کار کاموں اور لہو و لعب میں مصروف رہتے تھے کبھی زر کثیر کی آتشبازی سوا کر چھٹواتے کبھی کوئی غیر ضروری عمارت عالی تیار کراتے بندوبست ملک اور آراستگی فوج اور دوسرے کشورستانی کے حوصلوں سے عاری محض تھے مزاج بالکل دُور اندیشی اور مآل کار کے سمجھنے سے معرا تھا جواب میں فرمانے لگے کہ اگرچہ والدہ ماجدہ سے روپے کا طلب کرنا بے حد بے ادبی کا باعث ہے اور کمال بدعہدی اس میں متصور ہے لیکن جبکہ ایسی ضرورت شدید درپیش ہو تو مجبوراً عرض کیا جائے گا حسینؔ رضا خاں کا سوچا ہوا کام درست ہوگیا اور تیر مقصود نشانے پر پہونچ گیا تو اُسے تحریری اس کی پختگی اور استحکام کر کے اطمینان حاصل کر لیا۔

سرکار اقدس کی دولت سے مدتہائے دراز سے پرورش پاتی ہے اور پاتے ہین اگر ایک سال
اپنے اوپر تکلیف برداشت کرلین تاکہ خاطر اشرف سے خلجان رفع ہو جائے تو غلامی و
نمک خوارگی سے بعید ہو گا پس اول محالات جاگیر غلام اور نواب سرفراز الدولہ کے ضبط
فرمائے جائین اس کے بعد تمام چھوٹے بڑے نوکرون کو حکم دیا جائے کہ اپنی جاگیرات کا
ایک ایک سال کا محاصل سرکار مین نذر کرین اگر اس سے بھی پورا روپیہ جمع ہو سکے
تو تھوڑا تھوڑا بطور قرض کے جناب عالیہ اور اُن کے خواجہ سراؤن سے اور کسی قدر
نواب سالار جنگ سے جو شریک دولت ہین طلب کیا جائے اور اس طرح ایک بار سرکار کمپنی
کے تقاضے اور نقصان سود سے فراغت حاصل فرما کر ہمیشہ عیش و عشرت مین مشغول
رہین اس کے بعد کسی قسم کا کسی وقت کوئی خلجان اور تشویش خاطر ہمایون کے آس پاس
نہ پھٹکے گی ۔ نواب نے یہ تقریر سُن کر فرمایا کہ پہلی شق مستحسن ہے اور دوسری شق بے جا ہے
قابل پذیرائی نہین اس لیے کہ والد ماجد جنت آرامگاہ کی وفات کے بعد کئی بار بہت روپیہ
جناب والدہ صاحبہ سے لیا گیا ہے پچھلی بار مین نے اُنکو ایک وثیقہ لکھ کر دیدیا ہے جسپر
جان برسٹو صاحب رزیڈنٹ کی مُہر ہے اور جناب ماموں صاحبان (نواب مرزا علیخان
مرحوم اور نواب سالار جنگ) کی مُہرین بھی ثبت ہین ۔ اب روپیہ لینے کی جسارت نہین
ہو سکتی ۔ حیدر بیگ خان نے جب دیکھا کہ نواب ایسے کام کو کرتے ہوے جھجکتے ہین تو
پھر عرض کیا کہ ایسے سخت وقت مین کہ بہت سا روپیہ سرکار کمپنی کا جناب والا کے ذمے
ہے اگر ادا کرنے مین توقف ظہور مین آیا تو اس امر کا اندیشہ ہے کہ مبادا سرکار کمپنی کیطرف
سے درخواست پیش ہو کہ ریاست مین سے محالات جدا کر کے حکام انگریزی کے سپرد
کر دیے جائین جن کی آمدنی سے اپنا زر قرض وصول کرلین اور ایسی صورت مین جناب والا

ہے یہ تھا مارامں تھا اوساں سنگھ ایک سال سے کلکتے مین گورنرجنرل کے پاس حاضر
تھا اور بار بار عرض کرتا تھا کہ چیت سنگھ نالائق ہے اُس کی سرکار کی رونق مجھ سے
تھی اور بلونت سنگھ کے لوسے کی طرف سے بھی عرائض گذارتا تھا وہ لکھتا تھا کہ
میری ماں رانی کے بطن سے ہے اسلیے ریاست کا مستحق میں ہون اگر چیت سنگھ کی جگہ
مجکو مسند نشین کر دیا جائے تو ایک کروڑ روپے بطور بدرلے کے پیش کردن گا اور
دس لاکھ روپے سالانہ اُس خراج پر اضافہ کرونگا جو چیت سنگھ دیتا ہے یہ بات
گورنر جنرل کے دل مین تھی جب حیدر بیگ خاں نے عریضہ گورنر جنرل کو بنارس تک
آنے کے لیے لکھا اور انقلاب کا وقت پہونچ گیا گورنر جنرل نے دو کروڑ روپے لینے
کے خیال سے کلکتے سے کوچ کیا اور وہاں سے کشتیوں کے ذریعہ سے مغرب کی طرف روانہ
ہوئے حیدر بیگ خاں نے چیت سنگھ کے ہنگامے کے بعد گورنر جنرل کی کلکتے کو واپسی
سے پہلے صوبۂ لکھنؤ کی آمد و خرچ کے حساب کی فرد درست کرکے آصف الدولہ کے
ملاحظے مین گذرانی جس کی رو سے سوا کروڑ روپے سرکار انگریزی کے ریاست اودھ پر
نکلتے تھے جو دونوں کمپنیوں کی تنخواہ اور یورپ کی اشیاے نادرہ کی خریداری کی بابت
تھے۔ نواب نے ارشاد فرمایا کہ صوبۂ اودھ تمام و کمال اور آدھا صوبہ اکبرآباد دہلی قدر
صوبہ الہ آباد تمھارے اہتمام مین ہے ان روپوں کا سرانجام کرو عرض کیا کہ سرکار
دولتمدار کے اخراجات کی کثرت سے جن مین سے بعضے احتیاج سے زائد ہیں بچت اتنی
نہیں ہو سکتی بہت سے تردد اور تلاش کے بعد ۲۵ لاکھ روپے یہ غلام بہم پہونچا سکتا
ہے ایک کروڑ کا جمع کرنا بہت مشکل اور محال ہے مگر ایک صورت غلام کے دل میں گذری
ہے کہ اگر ارشاد ہو تو عرض کرے حکم دیا کہ بیان کرو اُس نے عرض کی کہ ہم غلاموں سے

کے ساتھ عہد و پیمان ہوے اور نیا انتظام کیا گیا تو جس ملک پر چیت سنگھ حکومت کرتا تھا وہ ۱۷۷۵ء مین سرکار کمپنی کے حوالے کر دیا گیا سرکار کمپنی نے بھی چیت سنگھ کو بدستور اپنے حال پر بحال رکھا اور بائیس لاکھ چھیاسٹھ ہزار ایک سو اسی روپیہ سالانہ خراج ٹھہرالیا اور اقرار کرلیا کہ راجہ سے اور زیادہ خراج نہین مانگا جائیگا۔ ہندوستان مین اس وقت انگریزون سے کئی جگہ لڑائیان ہورہی تھین اور اُن کے مصارف بہم پہونچانا گورنر جنرل کا کام تھا اس وجہ سے ہیسٹنگز صاحب کے سر پر اس وقت اس قدر بوجھ پڑا کہ شاید ہی کبھی کسی اکیلے شخص پر گو کیسا ہی عالی حوصلہ کیون نہو اس سے زیادہ پڑا ہو۔ حیدر نایک والی میسور۔ فرانسیس۔ ولندیز۔ مرہٹے یہ سب کے سب ایک ہی دفعہ انگریزون کی مخالفت پر اُٹھ کھڑے ہوے تھے اور سب سے ہنگامۂ کارزار گرم تھا۔ مگر لڑائی روپے بغیر کب ہو سکتی ہے اسلیے گورنر جنرل کو روپیہ فراہم کرنے کی فکر تھی اس لیے اُنھون نے راجہ چیت سنگھ والی بنارس سے یہ کہا کہ سرکار انگریزی جو تمھاری حاکم اور محسن ہے اُس کی اس ضرورت کے وقت روپے اور فوج سے مدد کرو راجہ نے اس سے پہلوتہی کی اس لیے گورنر جنرل آپ بنارس چلے آئے اس سے اُن کا خاص منشا یہ تھا کہ چیت سنگھ کو دبا کر اپنا کام نکالین۔

لیکن محمد فیض بخش نے فرح بخش مین گورنر جنرل کے آنے کی حقیقت یون لکھی ہے کہ اوسان سنگھ بلونت سنگھ کا نائب تھا اُس کے تمام کاروبار یہ سرانجام دیتا تھا چیت سنگھ سے اس کی نہ نبھی اور خدمات سے معزول کر دیا گیا یہ شخص چاہتا تھا کہ سبز باغ دکھا کر خود مسند ریاست پر بیٹھ جائے راجہ بلونت سنگھ کی ایک بیٹی رانی سے تھی اُس سے ایک بیٹا تھا یہ لڑکا بھی مسند نشینی کی تمنا رکھتا تھا اور چیت سنگھ کی مسند نشینی سے جو رانی

جانشین ہوا اور اُس کو بھی خطاب راجگی کا مل گیا۔ عالمگیر کے عہد سے بنارس کا صوبہ اودھ کے شامل ہو گیا تھا اِسلیے یہ راجہ شجاع الدولہ کو خراج دیتا تھا اُس نے جو خدمات سرکار کمپنی کی شجاع الدولہ اور انگریزوں کی لڑائی میں کسر میں کیں اور اُس کے عوض میں جو سلوک انگریزوں نے اُس کے ساتھ کیا وہ بیان ہو چکا ہے وہ انگریزوں کے لُطف و عنایت سے لیے مُلک میں خیر و عافیت کے ساتھ راج کرتا تھا۔ جب وہ ۱۷۷۰ء میں مر گیا تو اُس کا بیٹا جو ایک طوائف کے بطن سے تھا چیت سنگھ اُس کا نام تھا اور ریاست کی قابلیت رکھتا تھا اُس کا اس طرح جانشین ہوا کہ نواب شجاع الدولہ کو بہت سا نذرانہ دیا اور کچھ خراج کے زیادہ دینے کا وعدہ کیا کچھ انگریزوں کا سہارا ڈھونڈا اُنھوں نے شجاع الدولہ سے سند بنارس کے راجہ ہونے کی اُنھیں شرائط کے ساتھ جو اُس کے باپ کے ساتھ تھیں دلا دی۔ ۱۷۷۳ء میں جب ہسٹنگز کی ملاقات شجاع الدولہ سے ہوئی تو اُنھوں نے یہ کہا کہ مجھ سے دس لاکھ روپیہ لے لو اور اس راجہ کو معطل کر دو مگر گورنر جنرل نے کہا کہ ہم اُن عہد و پیمان کو جو بلونت سنگھ کے ساتھ ہوے ہیں چیت سنگھ کے ساتھ نہیں توڑ سکتے اور گورنر جنرل نے چٹھی چیت سنگھ کو لکھی کہ تمھاری عزت و دولت و حکومت و ثروت کی جہاں تک خیر ہے کہ تم سرکار کمپنی کے سایۂ عاطفت میں پناہ گزیں ہو اور ہمکو بھی تمھاری حُرمت ملحوظ ہے تمھارا ملک ہماری سرحد پر واقع ہے اور تمھارا دوست ہونا اُس کی پُشت و پناہ ہے۔ ہمکو یقین ہے کہ تم ہمارے ساتھ ہمیشہ وفادار رہوگے اور جب ہمکو تم سے کام پڑے گا تو اُس کو دل سے کروگے اور تم سے وعدہ کیا جاتا ہے کہ خراج زیادہ نہیں لیا جائے گا جب سرکار کمپنی کے آصف الدولہ

## گورنر کی بنارس کی طرف آمد حیدر بیگ خان کا کمپنی کے روپے دینے کے لیے آصف الدولہ کو اس امر پر آمادہ کرنا کہ وہ اپنی ماں سے روپیہ مانگیں اور چیت سنگھ زمیندار بنارس کی حقیقت

بہار علی خان کی کلکتے سے مراجعت کے بعد گورنر جنرل نے کلکتے سے حیدر بیگ خان کو لکھا کہ تمھاری خاطر اور پاسداری سے جو معاملہ بہار علی خان کے ساتھ ہوا وہ ظاہر ہے اُس وعدے کے مُطابق وہ زر کثیر ہمارے پاس بے تامل پہونچاؤ حیدر بیگ خان نے جو یہ دیکھا کہ مجھ سے اس قدر رقم سرانجام نہین ہو سکے گی جواب مین گذارش کیا کہ جناب والا بنارس تک تشریف لاوین تو انشاء اللہ تعالے وہ تمام روپیہ خزانہ سرکار کمپنی مین پہونچ جائے گا۔

اس کے سوا دوسری وجہ گورنر جنرل کے بنارس مین آنے کی راجہ بنارس کا واقعہ تھا اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے کہ راجہ بنارس جو پیشتر نواب وزیر کے ماتحت تھا اب انگریزون کے تابعین مین قرار پایا تھا اس راجہ کا نام چیت سنگھ تھا اس کا خاندان قدیمی نہ تھا جس وقت سلطنت مغلیہ کو نادر شاہ کے حملے سے صدمہ پہونچا تو اس افراتفری مین گنگا پور کے زمیندار برہمن منسارام نے کچھ ملک دبا کر محمد شاہ سے راجہ کا خطاب حاصل کیا یہ راجہ کا خطاب پہلے بادشاہ کے ہان سے اُسی شخص کو ملتا تھا جو صاحب ملک و حشمت ہوتا تھا آج کل کا راجگی کا خطاب نہ تھا کہ بے مُلک دیا جاتا بعد ازان بونت سنگھ اُسکا

پر سوار کچھ چیزیں خرید رہے تھے اُس وقت اُن کی ماں اپنی ساس سے ملکر اپنے رہنے
کے مقام پر جو عین بازار میں واقع تھا آرہی تھیں جواہر علی خاں سکھپال کے پیچھے پیچھے
ہاتھی پر سوار جارہا تھا عین بازار میں آصف الدولہ سواری دیکھ کر ہاتھی سے اُتر پڑے
اور آداب نیازمندانہ کے ساتھ مجرا و سلام کرکے سکھپال کا پایہ پکڑ کر چند قدم ہمراہ چلے
اُس وقت جواہر علی خاں نے چاہا کہ نواب کے پاس ادب سے ہاتھی سے اُتر آئے لیکن
نواب نے اپنے ہاتھ سے منع کرکے فرمایا کہ اس وقت سواری اشرف کے ساتھ ہے دستور
سوار رہے ناچار جواہر علی خاں سوار رہا بازاری لوگ اور دوسرے آدمی جو اس ممانعت
کے حال سے بے خبر تھے اور دُور سے تماشا دیکھ رہے تھے طعن کرنے لگے کہ آقائے نعمت
تو زمیں پر پیادہ کھڑا ہے اور خواجہ سرا جو ایک غلام ہے ہاتھی پر سوار چل رہا ہے۔
اسی طرح ایک مرتبہ بیگم صاحبہ اپنی ساس سے ملنے کے واسطے سوار ہوئی تھیں اور
چوک سے خود نواب قلعہ کو جارہے تھے قلعہ کے دروازے میں ایک دیوار کچی ہوئی تھی
جو نگاہ کو روکتی تھی نواب کے پیش جلو کے آدمی اُن کی ماں کے پیش خاص کے آدمیوں سے
رل گئے اور دونوں میں ریل پیل ہونے لگی دونوں طرف سے چوبدار اور نقیب راہ کشائی
کے اہتمام میں سرگرم تھے اور دوسرے جلودار بھی دُور باش بولتے جاتے تھے
بیگم صاحبہ کے آدمیوں نے نواب کے آدمیوں کی ڈنڈوں اور سونٹوں سے خوب
خبر لی یہ بات بھی عوام میں بہت زباں زد رہی حالانکہ نواب آصف الدولہ نے اس
امر کو گوارا کرلیا اور اپنے آدمیوں کو ماں کے آدمیوں کے ساتھ جھگڑا کرنے سے
روکا۔

ہو جانا اور ان کی خواہش سے بیگم صاحبہ کا دخل دینا اور بیگم صاحبہ کا بہار علی خان
کو بھیجنا ذرا ذرا سی باتین معلوم ہو گئین اب حیدر بیگ خان ان کی خرابی شوکت کے
درپے ہوے ۔ الماس علی خان کی نسبت خیال کیا کہ اُس کا گرانا اور اُسکے معاملات
کو بگاڑنا زیادہ دشوار نہین کیونکہ وہ کروڑ روپے کے محالات کا عامل ہے رات دن
اُسکے طرح طرح کے معاملات پڑتے رہتے ہین اُس کو پایۂ اعتبار سے گرا کر محاسبے کے
شکنجے مین کھینچنا آسان تھا مگر جسارت اور بے ادبی بیگم صاحبہ اور اُن کے متعلقین
اور سالار جنگ کے ساتھ سخت مشکل معلوم ہوتی تھی آخر بہت سے تامل و تدبر کے
بعد یہ بات حیدر بیگ خان کے ذہن مین آئی کہ مان بیٹون مین رنج و نفاق پیدا
کر دینا چاہیے جو کچھ ظاہر ہو آصف الدولہ کے ہاتھ سے ظاہر ہو اور ہم اس بدنامی سے
محفوظ اور کنارے پر رہین اہل نجوم سے حیدر بیگ خان کو بڑا اعتقاد تھا چند نجومی
اُنکے نوکر تھے حیدر بیگ خان اُن سے اپنے طالع کی سعادت اور بہار علی خان وغیرہ
کے طالع کی نحوست کا حال دریافت کرتے تھے دو برس تک مطلب برآری کے مواقع
جواب نہ پایا جب منجمین اور ستارہ شناسون نے حیدر بیگ خان کے طالع کی سعادت
اور طرف ثانی کے طالع کی نحوست بتا دی تو اب اُنھون نے اپنے ارادے کے ظہور کے لیے
عزم بالجزم کر کے اس کام پر آمادہ ہوے جواہر علی خان کی شوکت و ثروت دوسرے
خواجہ سراؤن سے بڑھی ہوئی تھی خواجہ سراے ہمسر و ہمچشم انکے اوج حشم پر خار کھاتے
تھے حسد کی آگ اُن کے سینون مین ہمیشہ مشتعل رہتی تھی اور وہ لوگ ہمیشہ سے
چاہتے تھے کہ یہ خفت و ذلت اُٹھائے ایکبار نواب آصف الدولہ اپنی مان اور دادی
کی زیارت کے لیے لکھنؤ سے فیض آباد آئے تھے اور ایک دن چوک کے بازار مین ہاتھی

کو یہ ملک شکست کے بعد سرکار کیمپی نے مرحمت کیا ہے وہ جب تک زندہ رہے اِس دولت کے آداب کی رعایت کرتے رہے یہ حرامخور کہ اُن کا غلام ہے اس کو یہ جسارت کیسے ہوئی کہ اِس سرکار کے انعام کو بے قدر ناچیز جانکر پھیرتا ہے بہار علی خاں نے یہ کلمات سنے تو فوراً میص آباد کو روانہ ہوگیا اور اِس راہ بعید کو تھوڑے ہی دنوں میں طے کر کے اپنے مقام پر پہونچ گیا اور بے حصول گوہر مقصود بیگم صاحبہ کے سامنے سرسیدہ حاضر ہو کر وہاں کا تمام حال عرض کیا۔ ایک مطلب کے برآمد ہونے کے لیے جس سے بیگم صاحبہ کو زیادہ تعلق بھی نہ تھا دو تین دوسرے اہم مقاصد جو اُن کی ذات سے خصوصیت رکھتے تھے برہم ہوگئے۔

## حیدر بیگ خان اور حسن رضا خان پر شعلہ افروزی
## الماس علی خان و نواب سالار جنگ کا راز کھل جانا

بہار علی خان کے بے حصول گوہر مقصود واپس ہو جانے سے حیدر بیگ خاں اطمنان حاصل کر کے اِس بات کی تحقیق و تلاش کے درپے ہوے کہ اس مفسدے کی شعلہ افروزی کا بانی اور اصل کون ہے جیکے پیچھے بہت سے مخبر لگا دیے جو کہ معمول ہے کہ جو بھید دوسرے پر کھل جاتا ہے ہرگز چھپا نہیں رہتا خواہی نخواہی آشکارا ہو جاتا ہے بہت سی تلاش کے بعد پتا چلا کہ اِس فساد کی بنیاد الماس علی خان کی طرف سے ہے جو کہ اُس سے سات آٹھ لاکھ روپے تنگ کر کے وصول کیے تھے اِسلیے اُسے دُشمنی پر کمر باندھ کر یہ تجویز نکالی تھی کو بظاہر وہ کنارہ کر کے اپنی مستاجری کے علاقے کو چلا گیا تھا لیکن کارستانی اُسی کی ہے اور نواب سالار جنگ کا شریک حال ہونا اور اُس کے کہنے سے شجاع الدولہ کا آمادہ

کہ اول فوراً گورنر جنرل کے حضور سے حریف کی اس کارروائی کو بند کرا کے یہ راستہ
روکدیا جائے تاکہ ہم دشمن کے نشانے سے بچ کر دوسری فکر مین مشغول ہون اور
اُسکے دقت تحقیق و تفتیش اصل کار کی دلجمعی کے ساتھ کرسکین حیدر بیگ خان نے
یہ تجویز بہت پسند کی اُسی جلسۂ شورے مین سرفراز الدولہ اور حیدر بیگ خان کیطرف
سے اس مضمون کا مراسلہ گورنر جنرل کے واسطے تیار ہوا کہ جس کام کے لیے بہار علیخان
حاضر ہوا ہے ہم اُمیدوار ہین کہ وہ قبول نفرمایا جائے اس سرفرازی کے عوض مین
ایک کروڑ روپے خاوندان عالی کے اخراجات کے لیے بطریق نذرانے کے پیش کیے
جائینگے اور بالفعل بارہ لاکھ روپے مُرسل ہین کلکتے کے مہاجنون سے خزانے مین داخل
ہوجائینگے یہ تحریر تو اُنکی طرف سے روانہ ہوئی اور بہار علی خان کا حال کلکتے مین یہ تھا
کہ پندرہ لاکھ مین سے بھی پانچ روپون کی کمی چاہتا تھا جیسے ہی عریضہ حیدر بیگ خان
کا بارہ لاکھ روپے کی ہُنڈی کے ساتھ گورنر جنرل کے پاس پہونچا بہار علی خان کے
سوال وجواب دفتر لیت و لعل مین داخل ہوگئے بہار علی خان کو اُدھر کی بے اعتنائی
اور پہلو تہی ظاہر ہونے لگی جب اپنی طرف توجہ کم دیکھی تو گورنر جنرل سے رخصت چاہی
اُدھر سے بہت خوب جواب پاکر فیض آباد کی واپسی کو آمادہ ہوا اور روانگی کا دن قرار
پایا گورنر جنرل نے رخصتانہ خلعت دیا۔ بہار علی خان چونکہ شجاع الدولہ کے دربار کا
خوگر تھا دوسرے اغنیا اور سلاطین کے دربارون سے آشنا نہ تھا وہی پرانی بو دماغ
مین بھری ہوئی تھی۔ عمدہ خلعت کو واپس کرکے عرض کیا کہ جس مطلب کو مین آیا وہ
نکل جاتا اُس وقت مین مجھے یہ خلعت زیب دیتا تھا اب کس طرح اس کو پہنون
گورنر جنرل اس حرکت سے آزردہ ہوے اپنی مجلس مین فرمانے لگے کہ شجاع الدولہ

کے علاوہ اپنی طرف سے مضمون بڑھا کر لکھدیا تھا بے چارہ حیدر بیگ خان اس منصوبے سے غافل باطمینان خاطر کام کر رہا تھا لکھنؤ میں داد عیش و عشرت دے رہا تھا ان عرائض کے مطالعہ کرنے سے چہرہ فق ہو گیا منھ پہ ہوائیاں اڑنے لگیں آنکھوں میں عالم شب دیجور سے زیادہ تاریک ہو گیا مضطربانہ حسن رضا خان کے پاس گیا اور یہ تمام ماجرائے دل آشوب اس سے بیان کیا مدت تک نائب میب دونوں دریائے فکر مین غوطے مارتے رہے اور کوئی بات تسلی خاطر کی ان کے دل مین نہیں جمتی تھی حیدر بیگ خان نے اپنی طبیعت کو قابو مین کر کے یہ بات کہی کہ جناب عالیہ نواب شجاع الدولہ کے سامنے سے ریاست اور کار ہائے بندوبست اور معاملہ سپاہ سرکاری سے سروکار نہیں رکھتین۔ ان کو ان معاملات کی طرف کسی طرح کا التفات نہین دریا اور آپ دونون اُن کی اطاعت اور فرمان برداری مین کسی قسم کی کوتاہی نہین کرتے کوئی تقصیر جس سے اُن کی کشیدگی خاطر متصور ہو ہماری طرف سے ابتک وقوع میں نہین آئی تا کہ یہ تدارک ہمارے واسطے تجویز کرتین اول یہ بات تلاش کرنی چاہیے کہ یہ گُل تازہ کس کے باغ سے کھلا ہے اور یہ ہوا کس میدان سے چلی ہے اور باعث اس کا کیا ہے اس کے بعد تدابیر صائبہ کے ساتھ اس فساد کی درستی اور اس رخنے کی در دازہ بندی کی جائے حسن رضا خان اگرچہ جودت طبع و ذکا سے عاری تھے لیکن رسائی عقل اور یاوری اقبال سے یہ بات نہایت دور اندیشانہ کہی کہ سعدی کی گلستان میں ہے کہ تا تریاق از عراق آوردہ شود مار گزیدہ مردہ بود تم جب تک اس فتنۂ خوابیدہ کے ظہور کی تحقیق و تلاش کرو گے اُس وقت تک حریف جو مدت سے کلکتے مین بیٹھا ہوا ہے اپنا مطلب نکال لیگا مصلحت وقت یہ ہے

(۴) تبدیلی نائب کی خواہش تھی کہ گورنر جنرل اس سے اتفاق راے کریں۔

اول اول گورنر جنرل نے ان امور پر رضامندی ظاہر کی اور بہ طیب خاطر بہار علی خان کی تسلّی و تشفی کرکے اطمینان دلا دیا بہار علی خان نے تمام سرگذشت بیگم صاحبہ کے حضور مین فیض آباد کو لکھ بھیجی اس بات سے ان کو ایک طرح کی خوشی و انبساط حاصل ہوا اس کے بعد گورنر جنرل کے ہان کے کارپردازون نے بہار علی خان سے کچھ چاہا اُس نے کراہیت خاطر کے ساتھ قبول کرکے بیگم صاحبہ کی منظوری پر موقوف رکھا جب بیگم صاحبہ کی خدمت مین یہ بات لکھی تو جواب بھیجا کہ جو کچھ مقتضاے وقت ہو عمل کرے اہلکاران مذکور کی طرف سے جتنا سوال ہوتا بہار علی خان اُس مین کمی چاہتا گو بہار علی خان بلند حوصلہ اور خوش ہمّت آدمی تھا لیکن یاقوت درپردہ اُسکے کام کو بگاڑنا اور بنیاد شوکت کو ڈھانا چاہتا تھا اس لیے وہ بہار علی خان کو خراب صلاح دیتا تھا بہار علی خان اُس کے کید سے غافل تھا یاقوت اتنا بخیل و مُمسک تھا کہ کوئی اگر اُس کا صبح کو نام لیتا تو تمام دن روٹی اور پانی سے محروم رہتا یاقوت بہار علی خان کے آج کل صلاح کارون مین تھا خیرخواہی اور اظہار دوستی کی راہ سے صلاح دیتا کہ اتنا نہ دینا چاہیے بلکہ تھوڑا تھوڑا بڑھانا چاہیے یہان تک کہ طرفثانی کا سوال چالیس لاکھ روپے کا تھا چندماہ کی گفتگو مین گھٹتے گھٹتے پندرہ لاکھ پر نوبت پہونچی اور اس پر بھی اُس کو صبر نہ آتا تھا سوال و جواب کی مُدّت بڑھ گئی۔

اس مدت دراز مین کاشی راج اور اکبر علی خان کے عرائض حیدر بیگ خان کو لکھنؤ پہونچ گئے تھے جو کچھ ان لوگون نے یاقوت کی زبان سے سُنا تھا وہ اور اُس

کشیدہ خاطر ہو کر چلا گیا تیسری وجہ یہ ہے کہ یا قوت نام خواجہ سرا بہار علی خان کی حویلی کا مختار تھا اسکے ذمے ہزاروں روپے تھے بہار علی خاں چاہتا تھا کہ فیض آباد پہونچکر اپنے گھر کا حساب اُس سے سمجھ کر جو کچھ نکلے گا وصول کیا جائے گا وہ یہ ارادہ بہار علیخاں کا معلوم کر کے چاہتا تھا کہ کوئی ایسی بات واقع ہو جس سے اس کا کام بگڑ جائے اپنے حال میں گرفتار ہو کر مجھ سے تعرض کی فرصت نہ ہے اس لیے نمک حرامی پر کمر باندھی اور جو کچھ یہاں مشورہ واقع ہوتا کاشی راج اور اکبر علی خاں کو پہونچا دیتا بلکہ ان باتوں پر قناعت نکر کے اپنی طرف سے بھی چند ایسی باتیں بنا کر جو بہار علی خاں کی خانہ براندازی کا موجب ہوتیں کہتا۔

بیگم صاحبہ کی گورنر جنرل سے چار خواہشیں تھیں۔

(۱) مختار الدولہ اور جان برسٹو صاحب رزیڈنٹ کے زمانے میں جو کاغذ وثائق کے درست ہوے تھے ان پر گورنر جنرل کی مہر بھی ہو جائے تاکہ اچھی طرح استحکام ہو جائے۔

(۲) ہمارا جب دل چاہے اور جہاں کی آب وہوا پسند آئے خواہ بنارس یا عظیم آباد یا خود اپنی جاگیر کے محالات اُس میں مع تمام ساماں اور نوکر و چاکر کے جاکر رہنے لگیں فیض آباد سے روانگی کے وقت کوئی شخص تعرض نکرے۔

(۳) ایک دو مرتبہ جو ملک سے نذرانے لیے ہیں سے خواہ ہماری رضامندی سے یا بغیر رضامندی کے لے لیا گیا اب ہماری جاگیر کے محالات اور زر نقد اور خواجہ سراؤں اور خادمان محل سے کسی کو سروکار نہ رہے (جو کہ آصف الدولہ کی طرف سے بیگم کو کشیدگی خاطر تھی یہ اُسکی طرف اشارہ تھا)

شکست پاکر روہیلون کے ملک مین چلے گئے اور انگریزون نے لکھنؤ مین دخل کرلیا
توچند ماہ تک لکھنؤ کا کوتوال رہا پھر کبھی اِس ریاست مین نوکری نہ ملی زبان فارسی
خوب سمجھتا اور بولتا تھا چونکہ کلکتے مین یہ بات مشہور تھی کہ یہ شخص والدہ آصف الدولہ
کی طرف سے وکیل ہے اسلیے بہار علی خان سے خط وکتابت شوقیہ کا سلسلہ جاری کیا
تاکہ مردمان کلکتہ اُس کو وکیل جانتے رہین پھر خود ایکبار ملنے آیا بہار علی خان نے
اُس سے دریافت کیا کہ آج کل اوقات معیشت کہان سے ہے کہا کہ سرکار کمپنی سے
وکالت کی تنخواہ پاتا ہون دریافت کیا کہ کس کی طرف سے وکیل ہو جواب دیا کہ بیگم صاحبہ
کی طرف سے پوچھا کونسی بیگم کہا تمھاری بہار علی خان نے یہ بات گورنر جنرل کی زبان
سے بھی سُنی تھی غصّے ہوا اور کہا کہ کب تمکو وکیل بنایا ہے کونسا ایسا کام بیگم صاحبہ کا
یہان سے متعلق تھا جس کی ہمکو خبر نہین ہوئی اور تمکو وکیل بنا دیا اکبر علی خان خاموش
ہو گیا اور محجوب ہو کر چلا گیا اور بہار علی خان سے عداوت پیدا کرلی اور خرابی کی فکر مین
مصروف ہوا۔ دوسری بات بہار علی خان کے کام کی درہمی کی یہ ہے کہ رائے کاشی راج نام
ایک ہندو تھا جو شجاع الدولہ کی شکست بکسر سے قبل بینی بہادر برہمن نائب شجاع الدولہ
کی جانب سے وکالت کے لیے شجاع الدولہ کے دربار مین حاضر رہتا اور معاملات سوال و
جواب مین اچھا سلیقہ رکھتا تھا۔ حیدر بیگ خان نے آصف الدولہ کی وکالت کے لیے
گورنر جنرل کے پاس کلکتے کو بھیجا تھا چند سال سے وہان تھا سال بھر کے عرصے سے اُس
کی تنخواہ سرکار لکھنؤ سے نہین پہونچی تھی اس لیے تکلیف اُٹھا رہا تھا۔ بہار علی خان کی ملاقات
کو آیا اور مزاج پرسی کے بعد ہزار روپے بطور قرض کے مانگے اُس نے نہ دیے بلکہ رنج
پہونچانے کو حسن رضا خان وحیدر بیگ خان کی نسبت ہتک آمیز الفاظ کہے یہ بھی

بچون کے ساتھ کھیل رہی تھی قیمتی موتی جس کا ہر ایک دانہ ہزار روپے سے کم کا نہ ہوگا بڑے پیالے میں ڈالکر اُن پر ملی کے بچوں کو ڈالدیا تھا اور وہ اُن پر سے اُٹھ نہین سکتے تھے جب اُٹھنے کا ارادہ کرتے پاؤن کے تلے سے موتی لُڑک جاتے اور وہ اِس تماشے سے ہنستی تھی کان میں جو اُس کے آویزے تھے اُن کا ہر ایک موتی پچاس ہزار کی قیمت سے کم کا ہوگا بہار علی خان نے یہ حال دیکھ کر اپنے تحائف کو لیجانا مناسب نہ سمجھا شرما گیا لیکن ایک قیمتی زین جو نواب سالارجنگ نے اپنی حویلی سے ساتھ کر دیا تھا اور چند جواہر کہ بیگم نے اپنی سرکار سے دیے تھے اور چند شیشے عطر کے گورنر جنرل کے سامنے پیش کیے اُٹھوا دے اِن تحائف کو دیکھ کر کہا کہ ان کو اُٹھالو اِس لیے کہ دارالسلطنۃ لندن میں یہ بات مشہور ہوجائے گی کہ ایک کروڑ روپے کے تحفے فیض آباد سے آئے ہوں گے اور یہ چیزیں جو کچھ ہیں وہ ظاہر ہے البتہ عطر ہم لے لینگے کیونکہ حسن اہتمام علی اکبر خان کی معرفت بیگم صاحبہ کی طرف سے بھیجا ہوا ہمارے پاس پہونچا کرتا ہے بہار علی خان نے کہا کہ علی اکبر خان ایک فضول اور یاوہ گو آدمی ہے اپنی عزت افزائی کے لیے اُسے عرض کیا ہوگا کہ میں بیگم صاحبہ کا وکیل ہوں جو کچھ وہ کہتا ہے دروغ ہے بیگم صاحبہ نے نہ اُس کو وکیل بنایا ہے نہ اُس کے ہاتھ کبھی عطر بھیجا ہے گورنر جنرل نے حکم دیا کہ اب اگر علی اکبر خان آئے تو اُسے دخل نہ دیا جائے اور تین سو روپے ماہوار جو اُس کے سرکار کمپنی کی طرف سے مقرر کر دیے تھے وہ بھی بند کر لیے یہ علی اکبر خان ڈھاکہ کا رہنے والا اہانت دکی ودوہوں تھا اور دیکھ اُمی محض تھا مگر دس میں خط ارا کین مشرق کے جواس کے نام پہنچتے اپنے ساتھ رکھتا تھا اور ہر ایک کو نکالکر صفائی اور سُرعت کے ساتھ پڑھ دیتا تھا شمسلہ ہجری میں جب شجاع الدولہ انگریزوں سے

کلکتے کی طرف روانگی کے لیے لکھنؤ بھیجا بارش کی شدت تھی جب بارش مین کمی واقع ہوئی تو بہار علی خان نے اپنی عزیمت ٹانڈے کو مشہور کی یہ مقام فیض آباد سے دو منزل پر مشرق کی جانب واقع ہے۔ بیگم کی جاگیر مین تھا اور تعلق بہار علی خان سے رکھتا تھا یہان پہونچکر کلکتے کے سفر کی تیاری شروع کی اور سامان درست ہونے لگا بیگم کے نامی خواجہ سراؤن مین سے ایک شخص کا نام نشاط علی خان تھا اُس کے دل مین جواہر علیخان اور بہار علی خان کی مختاری سے آتش حسد سُلگتی رہتی تھی جو کچھ راز ان کے ہوتے وہ ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر سرفراز الدولہ حسن رضا خان کو پہونچاتا رہتا تھا اس نے مجملاً حسن رضا خان کو یہ لکھا کہ یہان بیگم صاحبہ اور نواب آصف الدولہ اور نواب سالار جنگ کا کوئی مشورہ ہوا ہے معلوم نہین کہ کونسا اہم مطلب درپیش ہے اُدھر لکھنؤ مین بہار علی خان یا اُن کے کسی مصاحب معتمد کی زبان سے کلکتے کی عزیمت کی خبر نکل گئی تھی اور تمام شہر مین مشہور ہو گئی تھی خلاصہ کلام یہ ہے کہ بہار علی خان کلکتے پہونچا اور وہ تحائف جو گورنر جنرل کے مرتبے کے موافق نہ تھے ہمراہ لے گیا۔ گورنر جنرل نے اسکی آمد کی خبر سُن کر پہلے دن ہزار روپے دعوت کے نام سے بھیجے اور سات سو روپے ماہوار پر ایک مکان کرائے لے کر اُس مین ٹھہرایا دو تین دن کے بعد بہار علی خان گورنر جنرل سے ملا جس کمرے مین گورنر جنرل کی اور اُس کی ملاقات ہوئی وہان ایک پردہ لپٹا ہوا تھا گورنر جنرل کے حکم سے وہ کھولا گیا شجاع الدولہ کی تصویر اُس پر کھچی ہوئی تھی بہار علی خان تصویر کو دیکھ کر کھڑا ہو گیا اور آداب تسلیمات بجالایا اور آنکھون مین آنسو بھر آئے گورنر جنرل نے فرمایا کہ جس دن سے یہ شخص درمیان سے اُٹھ گیا ہے دل سے تسکین و آرام بالکل زائل ہو گیا ہے۔ اُس وقت گورنر جنرل کی میم ایک طرف بلی کے

لیے پاس رکھتا ہے باقی نصف کو بھی سنبھال لیگا اور پیر و مرشد کے اقبال سے تمام
مالی حالت کا انجام اچھی طرح ہوتا ہے کا نواب سادہ مزاج نے بلا تامل اس بات کو قبول
کر لیا اسکے بعد الماس علیخاں نے عرض کیا کہ شاید خاطر اشرف سے یہ بات اُتر گئی ہے
کہ نواب مختار الدولہ کے مرنے کے بعد گورنر جنرل اور پیر و مرشد کے درمیان یہ بات
قرار پائی تھی کہ اگر نائب کا تغیر و تبدل منظور ہو تو باہمی استصواب و اطلاع سے
مدون صورت پذیر ہو یس اول کلکتے کو خبر بھیجنا اور اس طرف کی راے بھی شریک کر لینا
واجب ہے اگر جناب عالیہ متعالیہ (والدۂ آصف الدولہ) بھی گورنر جنرل کو اس
معاملے میں اشارہ فرمادیگی تو اور زیادہ استحکام کی صورت ہو جائے گی آصف الدولہ
نے اس راے کو پسند کیا۔ اس مشورے کے بعد الماس علی خان اٹوے کو چلا گیا اور
ایک ماہ کے بعد آصف الدولہ اور سالار جنگ اُن کے ماموں یہ دونوں فیض آباد
تشریف لے گئے اور جو کچھ الماس علی خان نے سمجھایا تھا وہ تمام باتیں جناب عالیہ سے
ظاہر کیں اور سب کے مشورے سے بہار علی خاں خواجہ سرا کا گورنر جنرل کے پاس
کلکتے کو بھیجا جانا قرار پایا۔

## بہار علی خان خواجہ سرا کی صدر یعنی کلکتہ کو گورنر جنرل کے پاس آصف الدولہ کی ان کی طرف سے سفیر بنکر حیدر بیگ خان کی معزولی کی اجازت حاصل کرنے کیلیے روانگی اور اس مقصد کے حصول مین ناکامیابی

بیگم اور اُسکے مشیروں نے اخفاے راز مین بہت کوشش کی اور بہار علیخاں کو

اور اُن کے اہلکارون کی بے خبری کی وجہ سے کبھی یہ حیلہ گھڑا کرتا کہ ابکی سال سکھون کی فوج نے یورش کرکے مُلک کو تباہ کردیا ہے کبھی یہ کہدیتا کہ برف اور پالے نے فلان وقت مُلک کے کھیتون کو بگاڑ دیا ہے اور جس قدر چاہتا جمع سرکاری مین سے کمی کردیتا اور ریاست مین اتنی توفیق کسی کو نہ ہوتی کہ تحقیقات کرے حیدر بیگ خان کی نیابت کے زمانے مین بھی تین سال تک یہی دیترہ رکھا ۱۱۹۴ھ ہجری مین حیدر بیگ خان نے دلائل صحیح اور براہین قاطع بیان کرکے الماس علی خان کو ساکت کیا اور سات لاکھ روپے کا اُس سے مواخذہ کیا الماس علی خان سے سولے ادائے زر مذکور کے کوئی جواب نہ بن سکا اور نہایت پیچتاب کھا کر غیظ و غصّے سے آپے مین نرہا اور نواب سالار جنگ کے قدمون پر دستار استغاثہ ڈالکر اُن سے حیدر بیگ خان کی معزولی کے باب مین مشورہ طلب ہوا۔ باوجودیکہ پہلے حیدر بیگ خان کی خود ہی تعریف و تحریک کی تھی چندروز کے بعد نواب آصف الدولہ کو دعوت کے حیلے سے سالار جنگ کی حویلی مین بُلوا کر اُن سے خلوت مین عرض کیا کہ مین غلام موروثی ہون جس قدر مال و اسباب مین نے حاصل کیا ہے وہ سب جناب کے لیے تحویل و امانت کے طور پر اپنے پاس جمع رکھا ہے یہ حیدر بیگ کابلی الاصل ہے اور چونکہ اس کا بڑا بھائی نواب شجاع الدولہ کے ہاتھ سے مارا گیا ہے اسلیئے نہایت عداوت اس دولتخانے سے رکھتا ہے اس کے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ایسا نقشہ جمائے گا کہ جس کا مٹانا بڑی بڑی تدابیر کے ساتھ امکان سے باہر ہوگا صلاح دولت یہ ہے کہ اس منصب عالی اور عہدہ جلیل القدر کو حیدر بیگ خان سے نکال کر نواب سالار جنگ کے سپرد فرمانا چاہیے وہ بندگان عالی کے حقیقی ماموں اور ماں باپ سے زیادہ خیر خواہ ہین خانہ زاد نصف مُلک کے قریب

کے ذریعے خرچ کرتے تھے نواب کا خزانہ خالی تھا اس لیے گورنر جنرل کی نظر میں یہ بات ہو تو ہو کہ یہ روپیہ نواب کے ہاتھ لگ جائے تو سرکار کمپنی کا زر قرض وصول ہو جائے مگر حق یہ ہے کہ بانی مبانی اس فساد کے حیدر بیگ خان تھے۔
اس کا کچا چٹھا شیخ محمد فیض بخش ساکن کاکوری نے اپنی فارسی کی تاریخ فرح بخش نام میں لکھا ہے یہ شخص چھ سال کامل شجاع الدولہ کے عہد میں ۱۱۸۳ہجری سے وہاں کے حالات دیکھ چکا ہے بعد اس کے آصف الدولہ کی ماں کے خواجہ سرائے معتبر جواہر علی خاں کے ساتھ بہ نہایت عزت و تقرب کے ساتھ سات برس تک رہا ہے جواہر علی خان کے مرنے کے بعد نواب ناظر محمد دراب علی خاں خواجہ سرا کا ناظر رہا اور یہ عرصہ بیس سال کا تھا تمام حالات مفصل اور چشم دید لکھے ہیں کیونکہ ان میں وہ خود بھی شریک رہا ہے پس اس نے وہ باتیں بے مبالغہ لکھی ہیں جو خود سنی اور آنکھ سے دیکھی ہیں۔ یہ کتاب ۱۲۲۳ ہجری میں ختم کی ہے اور یہ مکمل تاریخ فیض آباد کے ان واقعات کی ہے جو آصف الدولہ کی ماں اور دادی اور اُن کے نامی نامی ملازمین میں واقع ہوئے۔

## الماس علی خان کا حیدر بیگ خان کے واجبی مطالبے سے برافروختہ ہو کر اُن کی معزولی پر آصف الدولہ کو آمادہ کرنا اور نواب کی ماں کا بھی اس مشورے میں شریک ہو جانا

جب حیدر بیگ خان کو استقلال کامل حاصل ہو گیا تو اب انھوں نے جوہر طمع دکھانا شروع کیے سب سے اول الماس علی خاں پر ہاتھ ڈالنا چاہا یہ شخص ایک کروڑ روپیے کا مستاجر تھا فوج ساتھ رکھتا تھا کسی سے دبتا تھا نہیں دستور اس کا یہ تھا کہ آصف الدولہ

دینا ناگزیر ہے اگر وہ نہ ادا کیا جائے گا تو مین تباہ ہو جاؤن گا اس پر انگریزون نے
بیچ مین پڑکر ایک عہد مؤثق بیگم کے ساتھ کیا کہ اب آیندہ آصف الدولہ اُن کو
روپے کے لیے نہین دق کرینگے اور وہ اپنی جاگیر و مال پر قابض رہینگی اور اُن کو
اختیار ہے کہ جہان چاہین وہان رہین بالفعل یہ تیس لاکھ روپے دیدین۔ مگر اب
زمانہ بدل گیا خود ضامن و محافظ کو روپے کی ضرورت تھی جس نے ضمانت دی تھی
اُس کو کچھ شرم و لحاظ اس کا نہ تھا کہ وہ آصف الدولہ سے وہ بد حرکتین کرائے
جنکو کرتے ہوے وہ جھجکتے تھے۔ اب ضرور تھا کہ ان بیگمون کی جاگیر و مال و دولت
ضبط کرنے کے واسطے کوئی وجہ بھی نکالنی چاہیے اور وجہ بھی ایسی ہو کہ جو رسم و
رواج اور دین و ایمان اور آئین و انصاف کے موافق اور آدمیت و انسانیت
کے مطابق ہوا ور ادب فرزندی کے بھی خلاف نہو مان کا ادب اور پاس عزت تو
وحشیون مین بھی ہوتا ہے اسلیے سوچتے سوچتے یہ سوجھی کہ چیت سنگھ زمیندار بنارس
کی بغاوت کا الزام لگائے کہ اُنھون نے چیت سنگھ کی اعانت کی اور اُس کو فوج بھی
بھیجی اور روپیہ بھی بھیجا۔

انگریزی مورخ اور مترجم جو اصل کار سے واقف نہین ہین وہ آصف الدولہ
کی بدسلوکی کے اپنی مان کے ساتھ تمام الزام کو وارن ہیسٹنگز کے سر تھوپتے ہین اور
عہدنامہ چنار گڑھ کی اس دوسری مجمل شرط سے کہ نواب کو یہ اختیار ہے کہ وہ اپنے ملک
مین جسکی چاہین جاگیر ضبط کر لین یہ سمجھتے ہین کہ گورنر جنرل نے اُن کی مان کی جاگیر کے
ضبط کرنے کی اجازت دی ہے اگرچہ گورنر جنرل کو نواب سے کمپنی کا قرضہ وصول کرنے
کی فکر تھی اور روپیہ اُن کی مان کے پاس بہت تھا جس کو بے کار مصارف مین وہ اوراُن

سد دست اُنھوں نے اپنے ہی ہاتھ میں رکھا تھا اور آپ ہی اُس کا کل روپیہ وصول
کرتی تھیں اس کے سوا شجاع الدولہ نے خزانہ کثیر جمع کیا تھا جس کا تخمینہ تین کروڑ
روپیہ تھا وہ بھی انھیں کے قبضے میں تھا یہ دونوں ساس بہویں فیض آباد میں
بڑے عمدہ محلوں میں رہا کرتی تھیں اور آصف الدولہ لکھنؤ میں رہتے تھے گومتی کے
کنارے پر اُنھوں نے عمارتیں تعمیر کرائی تھیں چونکہ اس وقت سرکار کمپنی کو بہت
سے اخراجات درپیش تھے اس لیے ہسٹنگز صاحب کو یہ سوجھی کہ ان بیگموں کی دولت کو
کسی طرح لینا چاہیے۔ انگریزوں کو دولت اپنے اخراجات ضروری کے لیے چاہیے تھی
نواب کو اپنے گلچھرے اُڑانے کے لیے درکار تھی غرض ان دونوں بھلے مانسوں کے
آپس میں قول و قسم ٹھہر گئے کہ ہسٹنگز صاحب تو نواب کو فوج اور افسران ملکی کے
بار خرچ سے سبکدوش کر دیں اور نواب ان دونوں عورتوں سے دولت لے کر
اپنا قرضہ سرکار کمپنی کا چکا دیں۔ نواب کو حیثیت نوابی ان بیگموں کی جاگیر پر اساعیا
تھا اور اُن کی دولت کے وہ وارث موافق شرع کے تھے بیٹے کے ہوتے ان کا حق
آٹھویں حصے کا ہوتا ہے اور ماں کے ہوتے دادی کا کچھ حق نہیں ہوتا نواب آصف الدولہ
کی غفلت یا بے پروائی یا فیاضی تھی کہ اُن کی ماں اور دادی یہ خزانہ دابے بیٹھی تھیں
آصف الدولہ نے ماں کو بہت تنگ کر کے بہت سا روپیہ لوٹ کر اُڑا دیا تھا ۱۷۷۵ء
میں کہ شجاع الدولہ کو مرے ہوئے بہت دن نہیں گذرے تھے ان کی بیوی نے
گورنمنٹ انگریزی کو یہ شکایت لکھی تھی کہ میں اپنے بیٹے کے ہاتھ سے تنگ ہوں ایک دفعہ
تو ۲۶ لاکھ روپے مجھ سے اس بہانے سے لے چکا ہے کہ سرکار کمپنی کا روپیہ دینا نہایت
ضروری ہے اب دوبارہ تیس لاکھ روپیہ مانگتا ہے کہ سرکار کو عہد و پیماں کے موافق

ملا کرے اور باقی آمدنی خزانۂ عامرہ مین رکھی جایا کرے اور صاحب رزیڈنٹ بہادر اُس کا ملاحظہ کر لیا کرین اور اُس مین سے اخراجات سپاہ و دفاتر ہوا کرین اس صلاح سے مُراد یہ نہین ہے کہ سالانہ اداے سرکار کمپنی مین تخلل واقع ہو بلکہ وہ یعنی اداے قرضۂ سابق و مطالبہ حال کمپنی ہر سال بتعداد مختلف دیا جایگا۔

گورنر جنرل نے جو نواب کے ساتھ اس قدر رعایت کی اس کی وجہ یہ تھی کہ نواب نے اُن کو دس لاکھ روپے بطور نذر کے دیے تھے نقد روپیہ تو نواب کے پاس تھا نہین کیونکہ وہ اس وقت مین قرضدار تھے۔ دس لاکھ روپے کی ہنڈی ایک بڑے مہاجن کے نام تھی گورنر جنرل نے اپنی چٹھی مورخہ ۲۰ جنوری ۱۷۸۲ء کے ذریعہ سے کورٹ ڈائرکٹرز کو اس رقم کی اطلاع کر دی اور لکھا کہ یہ روپیہ مجھے میرے حسن خدمات کے صلہ مین مل جائے مگر کورٹ ڈائرکٹرز نے اس عطا کے دینے مین بخل کیا اور صاف انکار کر دیا۔

## عہدنامۂ چنار گڑھ کی دوسری شرط کے مضمون پر بحث

اس عہدنامے کو دیکھ کر کہ نواب اپنے مُلک مین جسکی چاہین جاگیر ضبط کر لین تم کو تعجب ہوگا کہ اس مین ظاہرا کوئی نفع انگریزون کا نظر نہین آتا۔ مگر اس مین بڑا فائدہ نقاب مین مُنھ چھپائے ہوے تھا اب آشکارا ہوتا ہے آصف الدولہ کی دادی اور ماں دو بڑی بوڑھی بیگمین تھین شجاع الدولہ کے وقت مین اُن کا بڑا دَور دورہ رہتا تھا اور اُن کے مرنے کے بعد بھی بہت بڑی جاگیر پر قابض تھین اس جاگیر کا اہتمام اور

جو مجکو دینا چاہیے اُس کے ادا کرنے کی مجھ میں استطاعت نہیں میری والدہ اور دادی نے جو خزانہ لے لیا ہے اُس کو مجھیں لینے کی مجکو یہ ڈانگی ہو۔ چنانچہ دوسری شرط یہ قرار پائی کہ نواب کو یہ اختیار ہے کہ وہ اپنے ملک میں جسکی چاہیں جاگیر ضبط کریں مگر جس جاگیر دار کی سرکار کمپنی دستگیری کرے اُس کی پنشن نقد مواق محاصل جاگیر کے نواب اور ریذیڈنٹ کی معرفت دیں اس عہدنامے پر چوتھی شرط یہ تھی کہ کوئی رزیڈنٹ فرخ آباد مین مقرر ہو۔

## قولنامہ جو وزیر نے گورنر جنرل سے کیا

چونکہ میری درخواستیں ملا کمی و تامل کے منظور ہوئین میں اب مکرر وہ درخواست گذارش کرتا ہون کہ میں نے زبانی عرض کیا تھا اور امید ہے کہ آپ میرے تمام معروضات لحاظ فرمائینگے اور یقین ہے کہ اُن کی منظوری بلا تامل فرمائی جائے گی کیونکہ اُن میں صرف آپکی مہربانی درکار ہے اور کمپنی کو کچھ تعلق اُس سے نہیں ہے صرف اس قدر کہ جو روپیہ مجھسے لینا ہے وہ کمپنی کو دیا جائے میں اس واسطے عرض کرتا ہوں کہ جو تعداد نفری سہ بندی اور دوسری فوج کی کثرت سے ہوگئی ہے وہ کم کی جائے اور ایک حد مقرر ہو جائے اور اُس کی تنخواہ آمدنی پر نہ دلائی جائے بلکہ خزانے سے نقد ملا کرے اور اُس کی تعداد نفری اُسی قدر ہو جس قدر روپیہ خزانے سے مل سکتا ہو مگر چونکہ یہ امر بہت مشکل ہوگا جب تک کہ میرے خانگی اور علاقے کے اخراجات علحدہ نہ ہون میں یہ بھی عرض کرتا ہون کہ مجکو کچھ روپیہ مقرر ہو کر اخراجات خانگی کے واسطے

---

لہ دیکھو تاریخ ہندوستان مؤلفہ لشرج صاحب ۱۲

تھا عہدنامے مین کوئی عبارت مشتبہ نہ تھی۔ سوا اِس کے گورنر جنرل نے یہ کہا کہ نواب
نے جو یہ درخواست دی تھی کچھ اپنی ضرورتون کی وجہ سے نہین دی بلکہ اِن کے
صلاح کارون اور مشیرون کو یہ معلوم ہوا تھا کہ سرکار کمپنی کے ممبران کونسل مین
طوفان نفاق برپا ہے اُس مین وہ خود غارت ہوا چاہتی ہے۔ اِس لیے نواب کو اپنی
درخواست پر مبادرت ہوئی اِس لیے مین نے اُس کا جواب ایسا سخت دیا تھا اگر
اُس کا یہ سبب نہوتا تو مین کچھ بات نواب کی مان لیتا۔ اب سرکار کمپنی کا قرض نواب پر
سنہ ۱۷۸۰ء مین ایک کروڑ چالیس لاکھ روپیہ ہو گیا۔ سپریم کونسل نے تقاضے پر تقاضا
شروع کیا نواب نے عذر پر عذر کرنے شروع کیے کہ ملک مین میرے جان نہین میرے پاس
کھانے کو بھی نہین اسپر گورنر جنرل نے یہ ارادہ کیا کہ لکھنؤ کو خود جایئے اور آصف الدولہ
سے روبرو گفتگو کیجیے مگر نواب نے کچھ چکنی چپڑی باتین بنا کے اُن کو اپنے ارادے سے
باز رکھا اور خود ہی تھوڑے سے مصاحبون کے ساتھ گورنر جنرل کے پاس چنارگڑھ
کے قلعہ مین آ گئے ظاہراً معلوم ہوتا تھا کہ اس ملاقات کا انجام بخیر ہوگا کیونکہ نواب تو
یہ چاہتے تھے کہ برگیڈ چندروزہ اور رزیڈنٹ اور اُنکی سپاہ کے انگریز افسرون کا
اور بہت سے اخراجات کا بوجھ اُن کی گردن سے اُٹھ جائے اور ہسٹنگز صاحب کو روپیہ لینا
منظور تھا مگر اتفاق سے ان باتون پر اتفاق ہو گیا اور گورنر جنرل نے مان لیا کہ سوا
اُس برگیڈ کے جس کا خرچ شجاع الدولہ کے زمانے مین بھی لیا گیا تھا اور جسکی تنخواہ
دو لاکھ ساٹھ ہزار روپیہ ماہوار تھی اور اُس ایک پلٹن کے جو رزیڈنٹ کی حفاظت
کرے اور جسکی تنخواہ پچیس ہزار روپیہ ماہوار قرار پائی ہے باقی تمام سپاہ کے خرچ
نواب کے ذمے سے اُٹھا لیے گئے آصف الدولہ نے گورنر جنرل سے کہا کہ کمپنی کا روپیہ

ضرور تھا کہ اُس کا فیصلہ فریقین آپس میں ملکر کر لیتے لیکن فریقین مین اختلاف تھا اس لیے زبردست فریق کے ہاتھ مین اختیار تھا جو چاہے فیصلہ کرے۔ مگر بعض کے نزدیک یہ ہسٹنگز صاحب کی ہٹ دھرمی تھی عہدنامے میں اور کورٹ ڈائرکٹرز کے احکام میں صاف لکھا ہوا تھا کہ نواب کو سپاہ اپنی مرضی کے موافق رکھنے کا اختیار ہے جس کے معنی صاف ہیں کہ جب چاہیں رکھیں جب چاہیں نہ رکھیں مگر اسوقت گورنر جنرل کو اور مشکلات درپیش تھین کہ انگریزی سپاہ کو وہ اودھ سے ملا لیتے تو ملک میں اندھیر مچ جاتا۔ میدان خالی دیکھ کر آس پاس کے دشمن اودھ پر ٹوٹ پڑتے خصوصًا مرہٹے اس تاک مین بیٹھے ہوے تھے وہ ضرور ملک پر چڑھائی کرتے اور پامال کر ڈالتے اور سرکار کمپنی کا قرضہ نواب سے کیسے وصول ہوتا وہ سارا مارا جاتا مرہٹوں سے ڈانڈا ملتا۔ سرحد کی حفاظت میں اور اُس سے لڑنے میں سرکار کا اور روپیہ خرچ ہوتا اب بھی سرکار کمپنی دو ولے میں تھی پھر معلوم نہیں کیا ہوتا۔ حفاظت خود اختیاری کا قانون انصاف کے قانون پر غالب تھا۔ نواب اودھ حقیقت میں سرکار کمپنی کے تابعین سے تھا بغیر اُس کی حفاظت وحمایت کے وہ ایک روز نوابی نہیں کرسکتا تھا۔ ہسٹنگز نے جیسے کوئی اپنے تابعین کو حکم دیتا ہے نواب کو لکھا کہ اُس کو سپاہ رکھنی پڑے گی جو استحقاق آقا کو ملازم پر حاصل ہوتا ہے سرکار کو نواب پر اور اُس کے ملک پر یہ حق حاصل تھا۔ گورنر جنرل سے جب اس بات کی دلیل ولایت میں پوچھی گئی کہ اُس نے ایسا کیوں کیا تو اُس نے کہا کہ عہدنامے کی عبارت پہلودار تھی اُسکے معنی مشتبہ تھے اسلیے زبردست کو اختیار تھا کہ جو معنی چاہتا وہ عبارت مشتبہ کے مقرر کرتا مگر یہ جواب ہٹ دھرمی پر فریب اور دھوکے کا روغن چڑھانا

اور ایجنٹ کا خرچ زیادہ ہوا اس کے علاوہ ملازمان سرکار کمپنی کے تحفہ تحائف پنشن وغیرہ کا جدا صرف تھا۔ ۱۸۰۹ء مین نواب نے گورنر جنرل سے اس کمپو کے خرچ سے سبکدوشی پانے کی التجا کی اور کہا کہ مین اُس کے بار کے تلے دبکر مرا جاتا ہون اور تین برس مین سارے میرے مُلک کی آمدنی کھا گیا اب میرے گھر کے آدمیون کو بھی کھانے کو کچھ نہین بچتا۔ شجاع الدولہ کی اولاد کو چوتھائی تنخواہ ملتی ہے ان ضرورتون کے سبب سے مُلک کا خراج بڑھانا پڑا اس سے اُس کی تحصیل مین اور بھی زیادہ خسارہ آگیا زمیندار اور کاشتکار بھاگ کر چلے گئے سپاہی اور پرانے شریف اور نجیب زادے حیران ہو کر مُلک چھوڑے چلے جاتے ہین کچھ تھوڑی سی سپاہ میرے پاس رہ گئی ہے جو مُلک سے خراج وصول کرتی ہے سب کے گھر مین فاقے کا گھر رہتا ہے بڑی مشکل سے گذارہ ہوتا ہے یہ خرچ اس سپاہ کا مجھ سے نہین اُٹھ سکتا۔ سپاہ کام کی نہین اُس کے افسر ایسے سرکش اور متمرد ہین کہ وہ مُلک کا اپنے تئین مالک سمجھتے ہین مُلک کا محصول نہین وصول ہونے دیتے اور سارے میرے مُلکی معاملات کو درہم برہم کر دیا ہے کب تک میرے گلے پر چھُری رہے گی۔ گورنر جنرل کب ایسی سُنتے تھے اُنھون نے خفا ہو کر لکھا کہ نواب نے خود ہی اپنے مُلک کی حفاظت کے واسطے انگریزی سپاہ کو بلُایا ہے اُسکے سارے خرچ اُٹھانا اُن کے ذمّے واجب ہے اُسکے بلا لینے یا گھٹانے کا اختیار ہم کو ہے۔ ہم جب چاہین ایسا کرین نواب کو اپنے عہد کے موافق تنخواہ دینی چاہیے خواہ اس مین مُلک کی آمدنی اُن کی سپاہ کو بھوکا مارے یا اُس کو موقوف کر دین یہ اُن کا اپنا قصور ہے کیون عیاشی اور بدکاری مین پھنسے رہتے ہین جس سے مُلک کا یہ حال ہو گیا ہے۔ عہد نامے مین تو میعاد سپاہ کے رہنے کی متعین نہین تھی اس لیے

بڑھتا جاتا تھا آصف الدولہ خود تو رات دن عیش و عشرت میں مشغول رہتے تھے
ان کے اہلکار رشوت اور تغلب میں مصروف تھے اس سب سے سارے ملک میں
اندھیر تھا۔ زمیندار سرکش تھے رعایا افلاس اور تباہی کی حالت میں ڈوبی ہوئی تھی
جب تک نواب کا تعلق انگریزوں سے نہ ہوا تھا تین کروڑ روپے کی آمدنی اُن کے ملک
کی تھی ۱۷۷۶ء میں آمدنی اس سے آدھی بھی نہ ہوئی اور آگے سالوں میں اور بھی زیادہ
خاک اُڑی فیض آباد میں جو عہد و پیماں روہیلوں کی لڑائی کے بعد نواب سے ہوے
تھے جس عہد نامے پر سنہ ۱۷۷۵ء میں آصف الدولہ نے دستخط کیے تھے اُس میں
یہ ٹھہرا تھا کہ سرکار کمپنی کی سپاہ کا ایک برگیڈ اودھ میں رہے گا اور اُس کا خرچ
نواب کے ذمے ہوگا کورٹ ڈائرکٹرز نے بھی اس امر کو منظور کر لیا تھا کہ اگر نواب کی مرضی
ایسی ہو تو ایک برگیڈ وہاں رہا کرے عرض اس سپاہ کا رہنا جبراً و قہراً نواب کے ذمے
نہیں لگایا گیا تھا اُن کی مرضی پر موقوف تھا ۱۷۸۱ء میں ایک اور برگیڈ انگریزی
سپاہ کا جس میں انگریزی افسر حکمران اور چھ پلٹنیں پیادوں کی اور ایک توپخانہ
اور ایک حصہ سواروں کا شامل تھا حیدرروز کے لیے اور بڑھایا گیا۔ اور فتح گڑھ
میں تعینات ہوا کیونکہ نواب کو خوف آس پاس کے حملوں کا تھا اور نواب کی بہت سی
سپاہ انگریزی افسروں کے ماتحت ہوئی اس جدید برگیڈ کے خرچ کے واسطے کوئی مقدار
معین نہیں ہوئی اور مختلف اوقات میں تھوڑی سپاہ ضرورتوں کے وقت
ملائی گئی۔ ۱۷۹۴ء میں برگیڈ حیدرروزہ کا خرچ آٹھ لاکھ روپیہ اور نواب کی سپاہ
میں افسروں کا خرچ چار لاکھ روپیہ تخمینے سے زیادہ ہوا یہ تو سپاہ کے خرچ کا حال
تھا اب دوسرا خرچ رزیڈنٹ اور اُس کے عملے کا تھا اب اُس پر گورنر جنرل کے ایک

تھے خصوصاً انگریزی سوداگرون کا مال ایک روپیہ سے لاکھ روپے تک مول لینے مین دریغ نہ تھا۔ مارٹین صاحب فرانسیسی جو میجر پھولیر صاحب کے مصاحبون سے تھا اُسنے لاکھون روپیہ نواب وزیر کی بدولت تجارت مین پیدا کیا یہ کیفیت نواب وزیر کے مصارف کی تھی حیدر بیگ خان جو سرفراز الدولہ حسن رضا خان کے نائب تھے بلکہ منیب سے بڑھکر اقتدار رکھتے تھے اُنکے مصارف چھبیس لاکھ روپے سالانہ سے کم نہ تھے گوٹہ کناری عطر اور پھلیل لاکھون روپے کا انکے محل مین صرف ہوتا تھا اور راجہ ٹکیت رای کے مصارف اور بھی زیادہ تھے اُنھون نے بڑی بڑی عمارتین اور متعدد باغات اور اکثر کٹرے اور بہت سے پل اور معابد بنوائے جو آج تک اُن سے یادگار ہین اور الماس علیخان جو ہمیشہ مستاجری کرتے رہے انکے مصارف اور بھی بڑھے ہوے تھے وکیل اور متصدی ان حضرت کے اپنے گھرون مین بادشاہ وقت تھے ایک ایک نے لاکھون روپے کی عمارت بنوائی غرض ان مصارف نے حیدر بیگ خان کو دریاے فکر مین ڈبو دیا تھا۔ آخر کار سپاہ پر کمی کا قلم پھرا قدیمی رسالہ دار موقوف ہوے۔

## نواب وزیر کا انگریزی سپاہ اور ملازمون کے مصارف کی زیر باری سے گھبرا جانا اور اُن کا وارن ہسٹنگز سے ان مصارف کے بار سے سبکدوش کر دینے کے لیے التجا کرنا اور نیا عہد نامہ منعقد ہونا

مولوی ذکاء اللہ صاحب تاریخ ہندوستان مین کہتے ہین کہ جو کچھ نواب آصف الدولہ کو سرکار کمپنی کا روپیہ ادا کرنا چاہیے تھا وہ اُن سے ادا نہو سکتا تھا روز بروز قرض

ہوا اور راجہ کا خطاب ملا۔

(۳۳) جلوس آصفی سے آٹھویں سال لکھنؤ میں محکمہ عدالت قائم ہوا مفتی غلام حضرت اور قاضی غلام مصطفےٰ اس سے متوسے مسائل شرعیہ واحکامات عدالت متعلق تھے مگر کھوالی سگھ اردلی کا اقتدار اتنا بڑھ گیا تھا کہ اُس کی مداخلت کی وجہ سے مقدمات عدالت معطل پڑے رہے اسلیے عدالت کی امسری سید محمد نصیر برادر عم زاد مختار الدولہ سے مامور ہوئی اور مولوی محمد امیں متوسے کے واسطے مقرر تھے اُن کی تنخواہیں سرکار سے مقرر تھیں لیکن عملۂ عدالت کی تنخواہ تساہل کے ساتھ ملتی تھی راجہ ٹکیت رائے مدار المہام دیوانی چونکہ مفتی غلام حضرت پر مہربانی رکھتا تھا اس واسطے سید محمد نصیر برداشتہ خاطر ہو کر بنارس کو چلے گئے اور غلام حضرت کا طوطی بولا۔

(۳۴) ایکبار غلام قادر خاں بن نواب ضابطہ خان خاف نجیب الدولہ اپنے باپ سے روٹھ کر لکھنؤ میں آگئے نواب آصف الدولہ نے حالر دار پالکی بخشی اور نواب ضابطہ خاں سے انکی سفارش کی اِس وجہ سے پھر اپنے وطن کو لوٹ گئے۔

## نواب آصف الدولہ اور اُنکے اہلکارون کے مصارف

نواب آصف الدولہ ساٹھ لاکھ روپیہ سالانہ ہولی اور بسنت وغیرہ کے جشن اور دوسرے لاابالی مصارف میں خرچ کرتے تھے اور ہر سال جو شکار کے لیے کوچ درپیش ہوتا تھا تو کارپردازوں پر اس قدر سختی روپے کی طلبی میں فرماتے تھے کہ حیدربیگ خاں اور راجہ ٹکیت رائے کا دم ضیق میں پڑتا تھا اُسی وقت حاضر کرتے تھے اس کے سوا نواب وزیر کے مزاج میں یہ بات بھی تھی کہ جو تاجر کوئی عمدہ شے لاتا تھا بلا تکلف خرید فرماتے

# جرنیل کوٹ کمانڈر انچیف کی لکھنؤ مین آمد

## اقبال الدولہ کی خرابی

جرنیل کوٹ کمانڈر انچیف کلکتے سے لکھنؤ مین آیا نواب وزیر نے الہ آباد تک استقبال کیا اور کمال طمطراق کے ساتھ شہر لکھنؤ مین لائے بزم ضیافت آراستہ کی اُن دنون سرکار کمپنی کو دکن مین حیدر نایک سے جس کا دار السلطنۃ سرنگ پٹن تھا سخت جنگ درپیش تھی جرنیل صاحب نے نواب وزیر سے زر نقد اور فوج کے ساتھ مدد کرنے کی درخواست کی چنانچہ امرائے لکھنؤ اور جملہ جاگیر دارون پر کئی لاکھ روپے کا چندہ قرار پایا مگر ہر ایک کو اس بات مین اغماض تھا اقبال الدولہ پسر مختار الدولہ نے پیش قدمی کی اور ساٹھ ہزار روپیہ دیا تو چندے کا راستہ طوعًا وکرہًا جاری ہوا حیدر بیگ خان اور سرفراز الدولہ کو اقبال الدولہ کا یہ معاملہ خوش نہ آیا اسلیے اُنکی جاگیر قرق کی اور تین ہزار روپیہ جو اُنکا درماہہ تھا موقوف کیا۔

## متفرق واقعات

(۱) آصف الدولہ کے جلوس سے ساتوین برس راجہ بلبھدر سنگھ ناظم اور حیدر بیگ خان سے قرقی تنخواہ کی علت مین مقابلہ پیش آیا بندیلون نے اسکی مدد کی آخر کار فوج انگریزی کے ہاتھ سے مارا گیا۔

(۲) اور اسی سال بچھراج متوطن بنارس شہر بنارس سے کسی فتنہ انگیزی کے باعث کہ خوف سیاست دامنگیر تھا بھاگ کر آیا پھر چند خزانچی کے عزل کے بعد خزانچی مقرر

غلام حسین خان بنگالے والے کے رفقا سے تھا آئینہ اظہار سے ملے حدمت رکھتا تھا
یہ روایت مشہور ہے کہ عشرۂ محرم میں معمول تھا کہ عاشورے کو تمام مال و متاع و
نقد و جنس اور عمارات اور زن و فرزند بلکہ اپنی ذات سمیت جناب سیدالشہدا
کے نام خیرات کر دیتا تھا اور پھر قرض اُدھار سے زر نقد بہم پہونچا کر مول لیتا تھا
غرض کہ جس جگہ اس نے عملداری کی بمثل رہا پہلے فیض آباد میں مامور ہوا وہاں
چوری کا بہت زور دستور تھا وہاں حکم جاری کر دیا کہ کوئی شخص شب کو اپنے گھر
کا دروازہ بند نکرے خدانخواستہ اگر کوئی صورت نقصان کی ظہور میں آئے تو سرکار
اُس کو عوض نقصان دے گی اور جو کوئی چوری کی علت میں گرفتار ہوتا اُسکو قتل
کروا دیتا اور ہاتھ کاٹ ڈالنا تو ایک بات تھی اس سبب سے چوروں کا نام باقی رہا
اور جس جگہ تھوڑے دنوں کے لیے جاتا تو امام باڑہ اور مسجد کی پہلے نیو ڈالتا تھا اور
اپنی قبر بنواتا تھا اور کہتا تھا کہ آخر ایک دن یہاں سے اُٹھنا ہے اور جبکہ نواب
آصف الدولہ نے آستانۂ نجف اشرف کی درستی کے لیے پانچ لاکھ روپے اور سرفرازالدولہ
نے دو لاکھ روپے حاجی محمد کی معرفت بھیجے تھے تو خواجہ صاحب نے بھی اپنی مقدرت
کے موجب ایک معقول رقم بھیجکر تعمیر میں شرکت کی تھی اور ہمیشہ حرمی تسمہ ریب کمر
اور لباس شہری در بر رہتا تھا اور جب حکام کو عرضی لکھتا تھا تو اول یہ عبارت
لکھ دیتا تھا " دانا برحق موجود بے شک" اس فقرے کے بعد قلم جانب مطلب اُٹھتا
تھا اور غریبوں کو اُس کے لنگر خانے سے کھانا اور جاڑوں میں لباس سرمائی ملتا تھا
اُسکے انتقال کے بعد اُسکا بیٹا ابراہیم علیخان بریلی میں چند مدت عہدۂ دیوانی پر مامور
رہا پھر انگریزی تحصیلداری پر نوکر ہوا۔

آدمی انگلستان گیا ہے وہ راجہ رام موہن رائے تھے۔ یہ سُن کر لوگون کو تعجب ہوگا کہ راجہ موصوف کے جانے سے پہلے مرزا ابوطالب خان ولایت پہونچ چکا ہے انگلستان مین وہ ایرانی شاہزادہ مشہور تھا اُس نے چار سال سفر مین صرف کیے اور اس عرصے مین تینون براعظم یعنی ایشیا افریقہ اور یورپ دیکھ لیے جب وہ کلکتے مین واپس آیا تو اُس نے اپنے روزنامچون سے سفرنامہ مرتب کیا اور نام اُس کا مسیر طالبی رکھا جس کو مسٹر چارلس سٹوارٹ پروفیسر زبان ایشیائی نے انگریزی مین ترجمہ کرکے ۱۸۱۰ء مین انگلستان مین چھپوایا تھا ہندوستان مین آکر وہ بندیلکھنڈ کے ایک ضلع مین کلکٹر مقرر کردیا گیا اور اسی عہدے پر ۱۲۲۰ ہجری مطابق ۱۸۰۶ء مین اُس نے انتقال کیا چونکہ وہ پس ماندگان کے لیے کوئی کافی ذریعۂ اوقات بسری نہین چھوڑ گیا تھا اس لیے ایسٹ انڈیا کمپنی نے اُس کی بیوہ اور بچون کی پنشن مقرر کردی۔

## اسمعیل بیگ خان شورہ والا

اُسی زمانے مین اسمعیل بیگ خان شورہ والہ کے لیے جو حیدر بیگ خان کا ساعی ہوا تھا صوبۂ الہ آباد کی حکومت قرار پائی چنانچہ اُس نے وہان پہونچکر مطالبہ باقیات مین اکثر زمیندارون کی اراضی واملاک مول لیکر صاحب دولت بنگیا۔ مگر دولت حیات سے ہاتھ اٹھایا۔ اُسکا بیٹا زین العابدین خان چندمدت پیشتر بیگانہ مین سرکار انگریزی کا نوکر رہا آخر بیکاری کی حالت مین لکھنؤ مین قضا کی۔

## خواجہ عین الدین انصاری صوبہ دار بریلی

دوسرے برس خواجہ عین الدین انصاری عملداری صوبہ بریلی پر مقرر ہوا یہ شخص

یہ تمام کیفیت مسیر طالبی میں لکھی ہے۔حیدر بیگ خاں اور کرنیل ہالی میں کچھ پھوٹ سی
پیدا ہوئی اس لیے کرنیل ہالی کلکتے کو چلا گیا اور مرزا ابوطالب خاں کا بھی کاروبار
درہم ہوا جاتا یہ بھی ۱۷۸۸ء میں کلکتے کو اس غرض سے چلا گیا کہ خود جاکر گورنر جنرل
سے دادخواہ ہو۔اگرچہ لارڈ کارن والس گورنر جنرل اُس سے نہایت تپاک سے پیش
آئے۔لیکن وہ اسکی کچھ مدد نہ کرسکے کیونکہ ٹیپو سلطان کے خلاف فوج کے کمانڈر ہیں
ہوکر مدراس جارہے تھے۔چار برس تک وہ سخت انتظار کی حالت میں کلکتے پڑا رہا
کہ شاید اس کو وہاں سے کچھ نفع ہوجائے۔جب ۱۷۹۲ء میں لارڈ کارن والس کلکتے
واپس آگئے تو اس کو گورنر جنرل کا سفارشی خط نواب اور ریذیڈنٹ لکھنؤ کے نام
ملا جس میں لکھا تھا کہ مرزائے موصوف کو کوئی عہدہ عطا کردیا جائے یہ خطوط لے کر
مرزا ابوطالب خاں لکھنؤ پہونچا نواب آصف الدولہ اُس سے مراحم خسروانہ پیش آئے
اور اُس کو یہ اُمید دلائی کہ کوئی معقول عہدہ دیا جائے گا لیکن بدقسمتی سے
لارڈ کارن والس کے ہندوستان چھوڑتے ہی نواب کا سلوک برعکس ہوگیا اور
بجائے اس کے کہ اُس کو حسب وعدہ کوئی عہدہ دیا جاتا اُس کو حکم دیا کہ لکھنؤ خالی کردے
مجبوراً اُس کو پھر کلکتے آنا پڑا اس وقت سر جان شور گورنر جنرل تھے اُنھوں نے بھی
اُس کی امداد کا وعدہ کیا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس وعدے نے کبھی بھی ایفا حاصل
نہ کیا اس مرتبہ پھر اُس کو تین سال متواتر سخت انتظار سے سابقہ پڑا اور آخر مایوسی نے
بصرف اُس کا دل ہی توڑ دیا بلکہ اُسکی صحت پر بھی بہت بُرا اثر کیا۔شاید اِن ہی وجوہ
سے اُسنے ایک انگریز دوست کے ہمراہ انگلستان جانے کا قصد کیا۔مرزا ابوطالب خاں
۱۷۹۹ء میں روانہ انگلستان ہوا۔عام خیال یہ ہے کہ سب سے پہلے جو ہندوستانی

ایک بار وارن ہسٹنگ کے عہد مین ۱۱۹۸ھ ہجری مین اور دوسری مرتبہ ۱۲۰۰ھ ہجری مین لارڈ کارن والس کے زمانے مین۔

## نواب سعادت علی خان اور مرزا جنگلی ابنائے شجاع الدولہ

نواب آصف الدولہ کی مسند نشینی سے چوتھے سال یمین الدولہ سعادت علیخان لشکر مرزا نجف خان سے پھر کر لکھنؤ مین آئے اور کچھ دنون سعادت گنج مین قیام کیا اور پھر شہر بنارس مین رہنے پر مجبور کیے گئے اور وہین اُن کے مصارف کے لیے روپیہ ریاست سے انگریزون کی معرفت ماہ بماہ پہونچتا تھا۔

بعد اس کے مرزا جنگلی صاحب شجاع الدولہ کے بیٹے نجف خان کے لشکر مین چلے گئے ابھی زیادہ قیام نہ کیا تھا کہ مرزا نجف خان نے قضا کی مرزا جنگلی نے بھی وہان سے مراجعت کی اور پھر کچھ دنون کے بعد عظیم آباد کو چلے گئے۔

## کرنیل ہانی کے اجارے سے علاقے کا نکال لیا جانا اور مرزا ابو طالب خان کا کچھ ذکر

کرنیل ہانی نے نواب وزیر سے بہت سا علاقہ اجارہ لے کر مرزا ابو طالب خان پسر محمد بیگ خان کو وہان کا کاروبار سپرد کیا۔ مختار الدولہ کے عہد تک مرزا ہانی کے ساتھ بخوبی گذری۔ مختار الدولہ کے بعد حیدر بیگ خان نے مرزا ابو طالب خان کی تنخواہ کہ پانسو روپیہ ماہوار پاتا تھا موقوف کی اس وجہ سے اُس کا دل ٹوٹ گیا چنانچہ اُسنے

محبت خان کی سفارش کی اور وہ محبت خان کو اپنے ساتھ لکھنؤ میں لے آئے اور ان کا درماہہ دو ہزار روپے کا بدستور بحال کردیا اور جب خود گورنر جنرل لکھنؤ آئے تو اُنھوں نے آصف الدولہ سے کہا کہ محبت خان کی تنخواہ آپ کے حوالے سے ریزیڈنسی کے خزانے میں جایا کرے وہاں سے محبت خان کو مل جایا کرے گی اُس وقت سے محبت خان کی تنخواہ لکھنؤ کے ریزیڈنٹ کی معرفت ملنے لگی اور حافظ صاحب کا خاندان کمپنی کے متوسلوں میں مقرر ہو گیا۔ محبت خان انگریزوں کو اپنا حامی سمجھ کر ریزیڈنٹ کے دربار میں جایا کرتے اور نواب آصف الدولہ کے دربار میں بھی حاضر ہوتے نقش سلیمان میں لکھا ہے کہ نواب محبت خان کا طریقہ شہر لکھنؤ میں نواب وزیر اودھ سے یہ رہا کہ آٹھویں دن جمعہ کے روز ملاقات کو جاتے تھے اور نواب وزیر اودھ تعظیم دیکر اپنے پاس بٹھاتے تھے اور برادر کہکر گفتگو کرتے تھے نواب محبت خاں عیدین وغیرہ میں مجرا ور کبھی نذر کبھی نہیں دی۔ شادی وغمی وغیرہ میں نواب وزیر اودھ خود نواب محبت خان کے مکان پر آتے تھے یا اپنے ولی عہد کو برائے مبارکباد بھیجتے تھے نواب سعادت علی خاں کے ابتدائے عہد میں محبت خاں کے بھائی ذوالفقار خاں کا انتقال لکھنؤ میں ہوا فاتحہ خوانی کے لیے نواب نے اپنے بڑے بیٹے غازی الدین حیدر کو بھیجا نواب سعادت علی خاں خود بھی ایک دو مرتبہ محبت خان کے مکان پر آئے مگر آخر زمانے میں کسی قدر شکررنجی واقع ہو کر ملاقات ترک رہی کیونکہ نواب کی مرضی یہ تھی کہ وہ اپنی لڑکیاں ہمارے لڑکوں کو دیں اور ہماری لڑکیاں اپنے فرزندوں کے واسطے کریں محبت خان نے یہ بات نامنظور کی۔

تنبیہ تاریخ مظفری سے مستفاد ہوتا ہے کہ حیدر بیگ خان کلکتے کو دو بار گئے

اباٹسن صاحب کی قبر کھود کر اُس کی ہڈیان جو باقی تھین اُن کو مفسدون نے پاش پاش اور پریشان کر دیا تھا مگر بعد فرو ہونے مفسدے کے کچھ ہڈیان جو دستیاب ہوئین دوبارہ قبر مین رکھی گئین۔

اِس جملۂ معترضہ کے بعد کہتا ہون کہ جان برسٹو کے چلے جانے کے بعد جو رزیڈنٹ آتا امیرالدولہ سے موافقت رکھتا ورنہ یہان جمتا نہین۔ جان برسٹو صاحب آخر ۱۱۹۷ ہجری مین دوبارہ لکھنؤ کی رزیڈنٹی پر آیا لیکن تھوڑے دنون رہا اور اُسکی مداخلت زور کے ساتھ جم نہ سکی کیونکہ یہان کی بنا مستحکم ہو گئی تھی۔

## حافظ رحمت خان کے بیٹون کے ساتھ سلطنت کی بدسلوکی

جب ۱۷۸۲ء مین برسٹو صاحب معزول ہو کر مڈلٹن صاحب اُس کی جگہ لکھنؤ کا رزیڈنٹ مقرر ہوا تو پھر لکھنؤ کے اہلکارون نے حافظ رحمت خان کے خاندان کی تنخواہ دینے مین تساہل کیا محبت خان مجبور ہو کر کلکتے کو گیا اور گورنر جنرل سے استغاثہ کیا طلسم ہند سے معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ سلطنت اودھ نے گورنر جنرل کو لکھدیا تھا کہ محبت خان سے ملاقات نکرنی چاہیے اسلیے گورنر جنرل نے محبت خان سے ملاقات نہ کی مگر گل رحمت مین بیان کیا ہے کہ گورنر جنرل نے محبت خان کی بہت دلجوئی کی اور پانچہزار روپے دعوت کے اور ایک گھوڑا محبت خان کو عنایت کیا اور وعدہ کیا کہ مین آپ کے معاملے مین آصف الدولہ سے سفارش کرونگا چنانچہ جب امیرالدولہ حیدر بیگ خان آصف الدولہ کے مرسلہ کلکتے کو گئے تو گورنر جنرل نے اُن سے نواب

رہتا تھا آصف الدولہ کے عہد میں لکھنؤ مین رہے انکا پنشن سرکار انگریزی سے
پاتا تھا کم شغل تجارت رکھتا تھا اس کا گورنر جنرل کی کونسل کے ووایک ممبرون
سے بہت میل تھا اگرچہ انگریز نہ تھا مگر سرکار کمپنی میں اُس کا بڑا اعتماد تھا امیرالدولہ
نے اُس کی معرفت کلکتے کو لکھ کر جان برسٹو کو ۱۷۸۳ عیسوی مین معزول کرا دیا۔
بعد اس کے دونوں میں بہت دوستی ہو گئی اور امیرالدولہ کا بھی اقتدار بڑھ گیا
بعد اس کے کپتان مارٹین جنرل مارٹین ہو گیا عمارت مین بہت سلیقہ رکھتا تھا
بڑی بڑی عمارتیں لکھنؤ مین بنوائین اسکی ایک کوٹھی میں مرزا سلیمان شکوہ رہا کرتے
تھے دوسری کو پچین ہزار روپے مین سعادت علی خان نے اُس کی وفات کے بعد
مول لے کر اپنی عمارات میں ملالیا اور نام اس کا فرح بخش رکھا اور اُس مین ایسی عمدہ
تعمیر اپنی طرف سے کی کہ جو قابل دید تھی اگرچہ پہلے سے ہی اچھی تھی اب اور بھی خوب
ہو گئی تیسری کوٹھی بی بی پور کی راہ مین تھی اور یہ قابل دید عمارت تھی اس کی تعمیر
مین پندرہ لاکھ روپے کا صرف بتلاتے ہیں جب مارٹین صاحب نے اسکی تعمیر کا ارادہ
کیا تو اول نقشہ نواب آصف الدولہ کو دکھلایا اُنھون نے نقشے کو پسند فرما کر اُس کے
خریدنے کی خواہش ظاہر کی بعض کہتے ہین کہ اُس کی قیمت دس لاکھ روپے قرار پا گئی
پس پندرہ لاکھ روپے صرف ہونے کی بات غلط معلوم ہوتی ہے۔ آصف الدولہ کے
مرگ نے اس معاملے کو انجام نہونے دیا اور چند روز کے بعد وہ جنرل بھی مرگیا اور یہ تعمیر
ناتمام تھی مگر اُس نے بنظر اس کے کہ کوئی حکمران آیندہ اس کو ضبط نہ کرلے یہ وصیت
کر دی تھی کہ اس کی لاش اس مکان مین دفن ہو اور جو روپیہ اُس نے واسطے تیاری
مدرسہ کے جمع کیا تھا اُس کے سود کی آمدنی سے یہ تعمیر اختتام کو پہونچی غدر کے زمانے میں

# امیر الدولہ حیدر بیگ خان کا اقتدار

جبکہ حیدر بیگ خان نے دیکھا کہ انگریزی فولادی پنجے کی مدد سے ریاست
بیرونی حملون سے محفوظ ہے تو شجاع الدولہ کے وقت کے رسالہ دارون کی تنخواہ
کوڑی کوڑی ادا کرکے الگ کردیا سب نجف خان کے پاس دلی کو چلے گئے پھر بھی
انگریزی سپاہ کی تنخواہ دینا پڑی اور سوار و پیادے ریاست مین بھی کثرت سے
ملازم تھے اِن کی تنخواہین بھی سال مین ایک بار یا دس مہینے مین یا آٹھ مہینے مین
دینا پڑتی تھین۔ نواب آصف الدولہ الگ عیش و عشرت اور تعمیرات مین لاکھون روپے
لگاتے تھے اگر نواب کو بیس لاکھ روپے کی بھی ضرورت ہوتی تو فوراً لیتے اگر روپے
کے پہونچنے مین گھڑی دو گھڑی کی بھی دیر ہو جاتی تو زمین و آسمان کو برہم کر دیتے
ان مصارف کی وجہ سے انگریزی کمپو ون کی تنخواہ کے پہونچنے مین دیر ہوتی تھی
اس لیے جان برسٹو صاحب رزیڈنٹ سے امیر الدولہ کی رنجش پیدا ہو گئی اسکے سوا
اور بھی اسباب تھے جب امیر الدولہ نے دیکھا کہ رزیڈنٹ ہر کام مین اُن کو دباتا ہے
اور وہ اُسکے مقابلے مین عہدہ برآ نہین ہو سکتے تمام اعلیٰ عہدہ دارون کا عزل و
نصب بھی رزیڈنٹ کے ہاتھ مین تھا تو اُنھون نے یہ تدبیر سوچی کہ جان برسٹو کی بدلی
کرا دی جائے اور آیندہ سوائے رزیڈنٹ کے خود بھی گورنر جنرل سے سوال و جواب
کر سکے چنانچہ راجہ نند رام پنڈت کشمیری کے توسط سے جو حسن رضا خان کا رفیق تھا
اور قبل اسکے محمد ایلچ خان کی سرکار کا مختار تھا مارٹن صاحب سے موافقت ہو گئی
یہ شخص فرانسیس تھا اور پہلے کپتان تھا شجاع الدولہ کے عہد مین میجر پولیر کے ساتھ

سنہ ۱۲۰۳ ہجری مین تعمیر کرائی اور سنہ ۱۲۰۸ ہجری مین جعفر گنج مین ایک مسجد تیار کرائی
ماہ شعبان سنہ ۱۲۳۱ ہجری مین میر زین العابدین نے انتقال کیا۔ بعض تو یہ کہتے ہیں
علت محاسبہ مین گرفتار ہو کر قید ہستی سے رہائی پائی مولوی فائق نے اُسکی وفات
کی تاریخ اس طرح لکھی ہے۔

چون وفات میر زین العابدین  حلق را افزود صد رنج و قلق
ماہ شعبان بود ہم یوم الخمیس  کز غمش گردید جانم سینہ شق
سال تاریخش نوشتن خواستم  از سواد خامۂ غم ملحق
گفت فائق با دو حرف حزن دل  گشت زین العابدین واصل بحق

الفاظ حزن دل سے حا اور زا کے عدد لے کر مصرعۂ آخر کے اعداد کے ساتھ ملائیں
تو سنہ ۱۲۳۱ ہجری ہوجائین زین العابدین کی وفات کے بعد اُس کی زوجہ مصری بیگم
کے ہاتھ کئی لاکھ روپے کا ترکہ نقد و جنس آیا یہان تک کہ بعض نے ستر لاکھ روپے
کا ترکہ بتایا ہے مصری بیگم نے الماس علی خان سے کہا کہ اس قدر نقد و جنس شوہر
کے متروکے میں سے میرے پاس حاضر ہے اُس خواجہ سرائے سیر چشم عالی ہمت نے
جواب دیا کہ مردے کا مال مردے کے پیچھے جانا چاہیے اسلیے مناسب یہ ہے کہ لڑکون کو
تقسیم کر دیں محتاج اور کوتاہ ہمت نہیں کہ اُس کو لون مصری بیگم نے وہ تمام ترکہ
اپنے بیٹون کو تقسیم کر دیا سید زین العابدین خان کثیر الاولاد تھا اُسکے بعض بیٹون
نے وہ زر نقد عالم شباب میں اُڑا دیا اور بعض اولاد نہایت رشید نامور ہوئی کہ
کو نواب وزیر کی سرکار سے رسالتیں ملیں اُن میں سے سید کاظم اور میر ہادی علی
اور میر باقر علیخان تھے۔

# واقعات متفرق

(۱) فتح چند نایک قلعہ دار تال گانون نے جو فرخ آباد کے قریب ہے بغاوت کی تو کرنیل گاڈر لشکر لے کر اُسکے سر پر پہونچا اور اُس کو گرفتار کیا۔

(۲) اس عرصے مین امیر الدولہ حیدر بیگ خان نے راجہ صورت سنگھ کو جو بریلی کی حکومت پر سعادت علی خان کے بعد سے مقرر ہوا تھا معزول کیا اور اُسکی جگہ کندن لال مقرر ہوا جیساکہ طلسم ہند سے ثابت ہے مگر شیو پرشاد کی فرح بخش سے معلوم ہوتا ہے کہ کندن لال پہلے مقرر ہوا تھا اسکے بعد راجہ صورت سنگھ کا تقرر ہوا جس نے کندن لال کے خاندان کو خدمات سے معزول و موقوف کر کے قید کر دیا۔

(۳) ارکان سلطنت نے سید جمیل الدین تورانی کا رسالہ توڑ دیا تو یہ رسالہ مرزا نجف خان ذوالفقار الدولہ کے پاس چلا گیا یہ شخص سید تھا اور میر شجاع الدین بن شاہ قلی بن میر تقی کا بیٹا تھا یہ میر تقی اورنگ زیب عالمگیر کے زمانے مین بڑے مرتبے کا آدمی تھا۔

(۴) اِس دورِ حکومت مین میان دوآب کا تمام مُلک رُکن الدولہ الماس علیخان خواجہ سرا کو ایک کروڑ اور کئی لاکھ روپے پر ٹھیکہ مین ملا میر زین العابدین خان معروف بہ کوڑی والا اُسکی طرف سے میان دوآب مین کئی پرگنون پر حکومت رکھتا تھا اور الماس علی خان کی رفاقت مین بڑے اعزاز سے رہتا تھا اور اسطرح لاکھون روپے کا سرمایہ بہم پہونچا کر بٹھور مین ایک امام باڑہ اور مسجد لبِ دریا

دعیرہ انھیں میں سے تھے جب شجاع الدولہ وہاں روانہ ہوئے تو نواب محمد علیخان سے اُن کی اطاعت نکی اسلیے معزول ہوکر لکھنؤ میں آئے۔ اور منصور نگر مین رہنے لگے۔

## حُرمت خان بن حافظ رحمت خان کا بریلی پیلی بھیت کے لے لینے کی کوشش کرنا آخرکار آصف الدولہ اور نواب فیض اللہ خان والی رامپور کی فوجون سے مغلوب ہوکر بھاگ جانا

حافظ رحمت خاں کے بیٹون مین سے حرمت خاں اور اکبرخان اور عظمت خاں نے خان رستم صاحب کے درماہے کو قبول نہ کیا اور ۱۱۹۱ ہجری مین روہیلکھنڈ کو چلے گئے حرمت خان تھوڑے سے سوار و پیادہ جمع کر کے پیلی بھیت کی طرف روانہ ہوا اور اُس مقام کو فتح کرنا چاہا نواب آصف الدولہ کی جس قدر فوج یہان متعین تھی اُس نے مدافعت کی حرمت خان کی جمعیت کم تھی اور قلعہ مضبوط تھا سر نہو سکا وہان سے بھاگ کر نانک متہ کے جنگل مین جو دامن کوہ مین واقع ہے چلا گیا آصف الدولہ نے خبر پاکر حاکم بریلی کو حکم دیا کہ حرمت خاں کے تعاقب مین فوج بھیجکر وہان سے نکالدے اور نواب فیض اللہ خان کو بھی لکھا کہ آپ اپنی فوج حرمت خاں کے تعاقب مین روانہ کرین اور اُس کو پہاڑ سے نکالدیں نواب موصوف نے ملا اصید خان بحتی اور احمد خان ولد فتح خان خانساماں کے رسالے حرمت خان کے پیچھے نانک متے کی طرف بھیجے ان دونون فوجون سے حرمت خاں کا مقابلہ ہوا تھوڑی سی لڑائی کے بعد حُرمت خان کوہ کمایون پر چڑھ گیا۔

بجیبون کا تمن لا کر پالکی کے پاس کھڑا کردیا جواہر علی خان سوار نہ ہوا منگنے شام تک انتظار کرکے لوٹ گئے القصہ آٹھ دن تک یہ کشمکش ہی تھی رضا خان نے تمام حال فیض آباد کا نواب وزیر کو لکھ بھیجا اُنھون نے حکم بھیجا کہ بندوقین لے کر لوٹا آؤ جب بندوقون کی درخواست کی تو بیگم صاحبہ نے فرمایا کہ تھوڑا سی ہزار روپے کے بدلے ہین ہین وہ دیدو اور لے لو خان مذکور نے ایک تمسک لکھ دیا کہ لکھنؤ پہونچکر آٹھ دن مین روپے بھیجدونگا اور بندوقین ہمراہ لے گئے یہ ہنگامہ ماہ شوال سنہ ۱۱۹۰ ہجری مین واقع ہوا تھا۔

## جواہر علیخان وغیرہ خواجہ سراؤن کی حقیقت

چونکہ ان خواجہ سراؤن نے اس سلطنت مین خوب نام پیدا کیا گل پھرے اُڑائے نواب اور اُن کی ماں مین کئی بار فساد کرائے اسلیے انکا کچھ حال سُننا چاہیے۔

نواب محمد علی خان نواب ابو المنصور خان صفدر جنگ کے چچا زاد بھائیون سے تھے نادر شاہ کے حملۂ ہندوستان کے بعد سے خیر آباد کے حاکم تھے مدت دراز تک اُس ضلع پر حکومت کی ایکبار اُس ضلع کے زمینداروں نے تمرد کیا سرکاری زر واجبی روک لیا محمد علیخان نے اُن پر حملہ کیا اور بھاری لڑائی ہوئی نواب نے ہاتھی کی عماری سے اُترکر ایسی شمشیر زنی کی کہ کشتون کے پشتے لگا دیے خود بھی مہلک طور پر زخمی ہوئے لیکن غالب مسلمان رہے بہت سے ہندو مارے گئے اُنکے بچے اور عورتین پکڑی گئین نواب نے زخمون سے غسل صحت کے بعد اُن لڑکون کو خواجہ سرا بنادیا زخم کی تکلیف سے ایک لڑکا مر گیا اور باقی سب زندہ رہے جواہر علی خان و عنبر علی خان و نشاط علیخان

کے لینے میں مدمست ہوکر اُس کے سامنے ظاہر کی راہ سے ترک سواروں سے کہے لگا کہ
ان دونوں خواجہ سراؤں کو اس طرح پکڑلوں گا جیسے شہباز مرغی کو پنجوں میں داب کے
لے اُڑتا ہے صبح کو اُنھوں نے جواہر علی خاں کے خدمتگار محمد ستار کو بلاکر یہ بھید کہدیا کہ
بظاہر غفلت کا برتاؤ ہے مگر دل میں گرفتاری کا ارادہ ہے اور یہ ڈھیل در غفلت
ویسے خالی نہیں اُس نے جواہر علی خاں سے عرض کردیا دوسرے دن سہ پہر کے وقت
نماز ظہر کے بعد جواہر علی خاں بیگم صاحبہ کی ڈیوڑھی کو جانے لگا اُس وقت سوائے
کہاران پالکی اور دو تین چوبداروں کے کوئی سپاہی اردلی کے لیے موجود نہ تھا
یہ حال امام بخش کو معلوم ہوا اُس نے تلنگوں کی کمپنی جس میں شتر آدمیوں سے
کم تھے تیار کرا کے بھیجی اور حکم دیا کہ جوں ہی جواہر علی خاں باہر نکلیں اُنھیں پکڑلیں
جواہر علی خاں کی حویلی کے دروازے سے دس بیس قدم کے فاصلے پر یہ تلنگے
صف باندھ کر کھڑے ہوگئے اور سانگینیں چڑھالیں جواہر علی خان کے آدمیوں نے
پوچھا کہ یہاں کھڑے ہونے کا سبب کیا ہے جواب دیا کہ جرنیل صاحب ادھر آنے والے
ہیں اُن کی سلامی دینے کے لیے کھڑے ہیں لوگوں نے اس جواب کو فریب جانا
کیوں کہ سانگینیں چڑھانے سے اُن کو جواہر علی خاں کے پکڑ لینے کا شبہ ہوگیا کیوں کہ
امام بخش کی فرودگاہ یہاں سے دور تھی جواہر علی خاں کے دوستوں نے اُس کے
خدمتگار یار علی کو بلا کر اُس سے یہ ماجرا کہلایا اُس وقت جواہر علی خاں کے پاس
محمد حیات خان والا دمرزا کھلوری برادر ذکریا خاں لاہوری بیٹھا ہوا اختلاط
کی باتیں کر رہا تھا کہ یار علی نے یہ بات آکر کان میں کہدی جواہر علی خان اُسی طرح
بغیر خوف و ہراس کے باتیں کرتا رہا اور یار علی کو کچھ جواب نہ دیا۔ یار علی نے خود ہی

اگر قدم آگے رکھین تو مارین شہر مین عجیب تلاطم مچ گیا کہ دبکھنے سے تعلق رکھتا تھا
تمام آدمی حیرت زدہ ہوکر اپنے اپنے کامون کی فکر مین پڑ گئے چارون طرف شہر
کے باشندے لپکتے پھرتے تھے یہ معلوم ہوتا تھا کہ کدھر جاتے ہین اور کدھر سے آتے
ہین جب امام بخش ممتاز نگر سے آگے بڑھا اور شہر مین گھسنے کا ارادہ کیا تو بیگم کے
سپاہیون نے توپین اور بندوقین سامنے کر کے روکا امام بخش آگے نہ بڑھا اور
حسن رضا خان سے کہا کہ کیا کرنا چاہیے اُنھون نے جواب دیا کہ اگر میری راے پر
رہو گے تو مخمصے سے چھٹا دونگا اُس نے قبول کیا اب حسن رضا خان نے اپنے ایک
مصاحب کو بیگم صاحبہ کی ڈیوڑھی پر بھیجا اور عرض کرایا کہ غلام حضور کے مجرے
کے واسطے لکھنؤ سے حاضر ہوا ہے کیا قصور ہے کہ سرکار کے نوکر متعرض ہوتے ہین بیگم
نے آغا محمد صادق کو حکم دیا کہ حسن رضا خان کو جا کر لے آوے اور امام بخش کو وہین
چھوڑ دے مگر عرض معروض کے بعد اُس کو بھی پروانگی ہوئی سات سو ترک سوار تھے
اور حسن رضا خان کے سپاہی تھے اسی طرح ایک ہزار کے قریب جمعیت ان کے ساتھ
تھی یہ سب مسلح و مستعد ڈیوڑھی پر حاضر ہوے اور نذر گذرانی دیر تک گفتگو رہی
بیگم کی طرف سے بہار علی خان خواجہ سرا نے مردانہ وار بات کی اور کسی طرح نہ دبا غرض آج دفتا
کے بعد ہر ایک اپنے اپنے مقام کو چلا گیا امام بخش نے ڈیوڑھی پر خواجہ سراؤن کی کثرت
دیکھ کر طرح دی لیکن دل مین یہ بات پوشیدہ رکھی کہ جس طرح ممکن ہو دونون خواجہ سراؤن
کو تنہا پاکر پکڑ لے اگرچہ حسن رضا خان اُس کے فساد اور آویزش کی نگرانی کرتے تھے اور
جواہر علی خان کے آدمی بھی متنبہ تھے امام بخش نے آٹھ دن تک تدبیر کی لیکن قابو نہ پایا
ایک رات فیض آباد کی ایک طوائف متھو نام کو امام بخش نے اپنے پاس بلایا اور شراب

فیض آباد پہونچے اور بہار علی خاں اور جواہر علی خاں کے سر کاٹ لائے وہ نہایت
شورہ پشت اور بدمزاج تھا ایسی باتیں خدا سے چاہتا تھا حسن رضا خاں کو جب یہ حال
معلوم ہوا تو بہت پریشان ہوے باوجودیکہ اُس دن مُسہل استعمال کیا تھا رزیڈنٹ
کے پاس گھبرائے ہوے گئے اور کہا کہ امام بخش سخت بدذات ہے وہاں جاکے ضرور
لڑائی شروع کر دیگا۔ بیگم صاحبہ کے پاس بھی ہزار پانسو آدمی نوکر ہیں شہر پناہ کی دیوار
دُرست ہے اور شہر کے ہر دروازے پر ایک توپ تیار کھڑی ہے آدمی بھی جمع ہیں
غالباً امام بخش کے جاتے ہی کشت وخون ہو جائے گا اگر آپ کی کوشش سے میں بھی
بھیجدیا جاؤں تو معاملے کو راستی کے ساتھ سُلجھا دوں رزیڈنٹ فوراً سوار ہو کر نواب
کے پاس گئے اور حسن رضا خاں کو ساتھ بھیجے جانے کے لیے حکم دلوا دیا. اتفاقاً دوپہر کا
احمد احمد علی کے جو بیگم صاحبہ کی جاگیر کا کام کرتا تھا اور جواہر علی خاں کا خانسامان تھا
عنبر علی خاں خواجہ سرا کے پاس لکھنؤ آئے ہوے تھے عنبر علی خاں کا ملکی و مالی کام بھی
احمد احمد علی سے متعلق تھا اور خط کا جواب لے کر نواب وزیر کے ہرکاروں کے زمرے
میں رات بسر کرنے کو گئے اس کو یہ خبر وہاں معلوم ہوئی تو راتوں رات چلکر گھر دم احمد
احمد علی کی حویلی پر پہونچے اور اس کو جگا کر تمام حال بیان کیا امام بخش اور حسن رضا خاں
بھی نوراہی تک کہ فیض آباد سے مغربی جانب پانچ کوس پر واقع ہے پہونچ گئے
احمد احمد علی اپنے آنے کے خلاف وقت میں اُن دونوں ہرکاروں کو ساتھ لیے ہوے
جواہر علی خاں کی حویلی میں آیا اور تمام وکمال حال کہ سنایا جواہر علی خاں اُسی وقت
تنہا بغیر مردم خلوت کے محلسرا کو گیا اور بیگم صاحبہ کو بیدار کرا کے تمام حال عرض کیا
اُنھوں نے فرمایا کہ ناکے کے سپاہیوں کو حکم بھیجدیا جائے کہ آگے نہ بڑھنے دیں

جائینگے تو یہ تمام سامان چور چور لینگے خدا کے واسطے اس پہرے کو مت چھیڑ و کوتاہ عقل
مغرور نے بالکل نہ سُنا اور ہر ایک تلنگے کا دست و بازو پکڑ کر نکالدیا اسباب اُٹھانے
کی بھی فرصت نہ دی غلام حسین نے یہ تمام مضمون عرضی مین لکھکر اور یار علی کاظلم و ستم
تحریر کرکے نواب آصف الدولہ کے حضور مین بھیجدیا۔ دو رات دن جو ہنگامہ بھاکھر رائے
کے تلنگون نے مچایا تھا وہ نواب کے اور رزیڈنٹ کے اخبار نویسون نے پہلے ہی
لکھ بھیجا تھا لیکن آصف الدولہ کو امور ملکی مین نہایت غفلت تھی اور شغل خاطر لہویات
یمن رہتا تھا اسلیے کچھ خبر نہ ہوے جب غلام حسین کی عرضی پہونچی تو حضرت کو بے حد
غیظ و غضب پیدا ہوا اور انکی ناعاقبت اندیش آنکھون مین جہان تیرہ و تار ہوگیا
فوراً سوار ہو کر رزیڈنٹ کے پاس پہونچے اور اُن سے بیان کیا کہ جواہر علیخان
اور بہار علی خان خواجہ سرایان والدہ صاحبہ نے اغوا کرکے بہت سی فوج جمع کی
ہے اور فیض آباد سے ہماری حکومت اُٹھادی ہے اور وہان سے چند پلٹنون کو نکالدیا
ہے ہنگامہ پردازی کرکے بھاری بلوا مچایا ہے صلاح دولت یہ ہے کہ خود فوج
اور توپخانہ لیجاکر اُن کی آتش فساد کو بُجھاؤن آپ بھی ہمارے ساتھ چلین رزیڈنٹ
نے کہا کہ ہمارے اخبار نویس نے خبر بہ تحقیق لکھی ہے کہ اُن تلنگون کی تقصیر ہے کہ بیگم صاحبہ
کو دو رات دن محصور رکھکے اُن پر آب و طعام بند کردیا تھا جب اُنھون نے کچھ زر سی ہزار روپیہ
دیا تو محاصرہ اُٹھایا اور لے کر چلے گئے رزیڈنٹ نے یہ بھی کہا کہ آپ کی شان اس سے
عالی ہے کہ غلامون کے تدارک کے لیے خود تشریف لیجائین نواب نے رزیڈنٹ کے سامنے
تو کچھ جواب نہ دیا لیکن وہان سے نہایت مکدر اور غضبناک لوٹے اور محلسرا مین آکر
امام بخش جرنیل کو حکم دیا کہ سات سو ترک سوار ہمراہ لے کر راتون رات یلغار کرکے

## ریاست کے سلاح خانہ فیض آباد کے محافظوں پر بیگم صاحبہ کے نوکروں کے ہاتھ سے زیادتی ہونا نواب وزیر کا ناراض ہو کر سزادہی کے لیے لکھنؤ سے فیض آباد کو فوج بھیجنا

شجاع الدولہ کے عہد مین شہر مین دو سلاح خانے تھے ایک ہمت بہادر گوشائین کی چھاؤنی کے قریب شہر سے جنوبی طرف اور دوسرا فصیل کے باہر احاطۂ اندرون سرائے یونس خواجہ سرا میں اگرچہ آصف الدولہ کے عہد میں توپوں اور بندوقوں کا بننا موقوف ہو گیا تھا لیکن لوہا تانبا اور سیسہ وغیرہ وہاں بہت سا موجود تھا ان سامانوں پر داروغے مقرر تھے اور ایک ایک دو دو پہرے تلنگوں کے حفاظت کے لیے رہتے تھے سلاح خانہ جانب مغرب کا داروغہ غلام حسین خان تھا اُس کے پاس حفاظت کے لیے سیاہ وردی والی پلٹن کا ایک پہرہ رہتا تھا اور یہ پلٹن لکھنؤ مین تھی اس پہرے کا بھاکھ رلے اور شہر کی حفاظت سے کوئی تعلق نہ تھا یہ پہرہ بالکل گمنامی کی حالت میں پڑا ہوا تھا بیگم صاحبہ نے جو یہ حکم دیا کہ شہر میں تلنگے کا نام باقی نہ رہے تو اُن کے خواجہ سرا یار علی نام کہ نہایت کم حوصلہ تھا دس بیس سپاہی ساتھ لے کر گیا اور اُن تلنگوں پر سختی کر کے نکالنا چاہا غلام حسین نے بہت کچھ سمجھایا اور منت و سماجت کی کہ مجکو اور میرے یہاں کے تلنگون کو اُن تلنگوں سے جنھوں نے لوا کیا ہے کوئی تعلق نہیں یہ تلنگے تو سرکاری سامان کی محافظت کے لیے مقرر ہیں اگر یہ لوگ یہاں سے چلے

بنیون کا قرض ادا کرنے کے لیے آئے تھے بیگم کے آدمیون نے اُنسے پوچھا کہ تم کس واسطے
روئے کہنے لگے کہ اے صاحب ہم لوگ یہان بارہ سال سے نوکر تھے اور ہمارے
باپ دادا اسی مُلک کی رعیت ہین اب اس دولتخانے سے ہمیشہ کے لیے قطع تعلق
ہوتا ہے اب آیندہ یہان کب آنا ہوگا سولے اسکے بدنام اور نمک حرام بھی ٹھہرے
کہ بوجہ شجاع الدولہ کو بے سبب تنگ کرکے تنخواہ لی اسلیے رونا آتا ہے الغرض دوپہر دن
باقی تھا کہ تین ہزار تلنگے اور پانسو مُغل بچے تمام توپین لے کر شہر کے باہر گئے ہزارون
تماشائی اُن کے پیچھے تھے نشاط علی خان خواجہ سرا اور دس بیس اُنکے اور ہمراہی گھوڑون
ہین سوار اُن کے ساتھ بندوقین لینے کو گئے ڈابا سنبر کے میدان مین تھیلیان رکھکر
متصدیون اور وکیلون نے سب کی تنخواہین دست بدست تقسیم کردین اور شام تک
یہ روپیہ تقسیم ہوچکا کئی ہزار روپیہ جو لکھنؤ سے آیا تھا اس مین سے آدھا روپیہ
تنخواہین دے دلا کر بچ گیا تھا مُغل بچون نے جو دیکھا کہ یہ روپیہ تنخواہ سے فالتو ہے
گنوارلے کیون لیجائین خود چھین لینے کا ارادہ کیا اول خالی توپ چلائی اور پھر
تلوارین میان سے نکالکر اُن روپیون پر جا پڑے تلنگے بندوقین ڈال ڈالکر چار و طرف
بھاگنے لگے نشاط علی خان رتھ مین بیٹھ کر شہر کو بھاگ گیا چار چار پانچ پانچ کوس تک
ہر طرف بندوقین زمین پر پڑی تھین شام تک شہر فیض آباد سپاہیون سے خالی ہوگیا
بیگم صاحبہ نے دوسرے دن جواہر علی خان خواجہ سرا کو حکم دیا کہ اب سپاہ کا اجتماع بکھر گیا
اور اتفاق ٹوٹ گیا مغل بچون کو جو اس شہر کے رہنے والے ہین اس جرأت اور بے دردی
کی سزا دو بیگم کے آدمیون نے باندھ باندھکر حاضر کیا اور سخت سزائین دے کر شہر سے
نکال دیا۔

ممل بچوں کو اطلاع ہوگئی وہ سب فیض آباد کے رہنے والے تھے اُنھوں نے جواہر علیخاں
اور نثار علی خاں کے ذریعہ سے بیگم صاحبہ سے عرض کرایا کہ تلنگے یہ حرکت کرنے والے ہیں
ہم آپ کے غلام ہیں توپیں سب ہمارے ساتھ ہیں ہم تلنگوں کے مقابلے میں توپیں لگا کر
اُن کو نکال دینگے بشرطیکہ پانچہزار روپے آپکی سرکار سے ہم کو مرحمت ہو جائیں کیونکہ نایابی
تنخواہ کی وجہ سے ہم لوگ فاقے کرتے ہیں اور جینے سے تنگ آگئے ہیں بیگم صاحبہ نے
جواب دیا کہ ہمیں تمکو نوکر نہیں رکھا ہے ملک کے مالک آصف الدولہ ہیں اُن سے
لینا چاہیے ہم ایک کوڑی نہ دینگے چند مرتبہ اُن بیچاروں نے رفع الزام کے لیے
عرض کرایا لیکن بیگم نے قبول نہ کیا تنگ آکر اُنھوں نے بھی تلنگوں سے اتفاق کر لیا
اور آٹھویں ماہ شوال ۱۲۰۹ھ ہجری کو تمام پلٹنوں نے تیاری کی اور نجل بچوں نے بھی
توپیں درست کیں اور قلعہ کا محاصرہ کر لیا اول جواہر علی خاں کی حویلی کو گھیر کر اُس
کے پیچھے دو توپیں بھر کر کھڑی کر دیں دوپہر دن کے وقت سے رات بھر یہی معاملہ درپیش
رہا آب و طعام سب پر بند تھا شہر کی دوکانیں بند ہوگئیں کوئی متنفس بازار میں نظر
نہ آتا تھا۔ دوسرے دن پہر دن چڑھے تک یہی طوفان رہا بیگم صاحبہ نے مجبور ہو کر
چہتر ہزار روپیہ دلانے کا حکم دیا اور فرمایا کہ حسب اتفاق بندوقیں ہماری سرکار میں
داخل کر دیں تلنگوں نے جواب دیا کہ ہم شہر میں ہیں دیتے اگر ایسا کریں اور آپ کے
آدمی ہم پر حملہ کر بیٹھیں تو ہم نہتے کیا کرینگے شہر کے باہر حوض کی جانب دراب علیخاں
خواجہ سرا کی کوٹھی کے پاس جو وسیع میدان ہے وہاں ہم اپنی تنخواہیں باہم تقسیم کر کے
بندوقیں دیدینگے نشاط علی خاں خواجہ سرا کو ہمارے ساتھ کر دیا جائے آخرکار تمام تلنگے
اور نجل بچے یہ خزانہ لے کر شہر کے باہر گئے تلنگے روتے جاتے تھے وہ تین سپاہی ایک

اکثر ناسکارین قائم ہین بہت سے دہات واراضی صیغہ معافی مین اپنے محتاجون اور غریبون کو سرکار اودھ سے دلاکر سندین مرحمت کین جو اجتک جاری ہین اُس کی صحبت مین ہمیشہ مثنوی روم اور تصنیفات شیخ سعدی اور دیوان حافظ کا چرچا رہا کرتا تھا۔

گیان پرکاش مین لکھا ہے کہ راجہ نے ایک مسجد اور امام باڑہ اور دوسری مسجد حیدر گنج کے پاس بنوائی تھی۔

## فیض آباد مین تنخواہ کے لیے پلٹنون اور توپخانے کا بلوا

سُرخ وردی والے تلنگون کی تین پلٹنین جن کا افسر اعلیٰ بھاکھر رائے تھا شجاع الدولہ کے عہد سے شہر فیض آباد اور بیگمات کے محلون اور نواب کے خاص محل اور نشستگاہ اور سامان کے کوٹھون کی حفاظت کے لیے متعین تھین اور ۵۶ توپین اور پانسو مغل گولہ انداز بھی رہتے تھے یہان کے سپاہی لکھنؤ کے حالات سُنتے رہتے تھے کہ جب وہان ڈیڑھ سال کی چڑھی ہوئی تنخواہ سپاہی مانگتے ہین تو اگر وہ اہل پلٹن ہوتے ہین تو اُن کے مقابلہ مین نجیبون کو اور اُن کے توپخانے کو لاکر اُن کو بھگا دیا جاتا ہے اور اگر نجیب طلب کرتے ہین تو تلنگون کی پلٹنین اُن کے سامنے لاکر اُن کو پریشان کر دیا جاتا ہے اِس ترکیب سے شجاع الدولہ کے وقت کی آدھی فوج برہم اور خراب ہو گئی ہے بھاکھر رائے فیض آباد سے لکھنؤ کو گیا کئی ماہ تک وہان سرداروں کے پاس آیا اور گیا اور کوشش کی تو چند ہزار روپے علی الحساب ہاتھ لگے اور وہ لاکر بانٹ دیے اور باقی کے لیے مایوس ہو گیا اب ان سپاہیون نے یہ مشورہ کیا کہ ہم مدت سے بیگم صاحبہ کی چوکی پہرے کی خدمات انجام دیتے ہین ان کا محاصرہ کرکے اپنی تنخواہین لے کر اپنے اپنے مکانون کو چلدین اِس مشورے پہ

لوٹ آئے اور اپنا اجتہاد جاری کیا۔

## عہدونکا انتظام اور ٹکیت رائے کا حال

عہدۂ دیوانی ٹکیت رائے کایست سری باستم کے سپرد ہوا۔ حویلی سپاہ کا عہدہ محمود خان اور بدستور سرفراز الدولہ کے نام رہا یہ شخص بعض صرع میں مبتلا تھا اور محوں صفت آزاد مشرب تھا اور حویلی کی سیاست امام بخش کے نام قرار پائی اور اسی سال کرنیل کا ڈر سے کلکتے سے آکر نواب وزیر کی سرکار میں نوکر ہوا فوج کا افسر ہوا اُس نے وہ پلٹنیں جو ایچ حال ے برطرف کی تھیں پھر جمع کیں ٹکیت رائے کا حال یہ ہے کہ یہ شخص حشمت علی خاں تحویلدار جواہر خانہ نواب شجاع الدولہ کے داماد کے پاس نوکر تھا ارہ روپے سے زیادہ اُس زمانے میں درماہہ نصیب ہوتا تھا یہاں سے علیحدہ ہو کر اکبر علی خاں داروغۂ دیوانخانہ مختار الدولہ کے پاس نوکر ہوا تھوڑے دنوں میں اپنی خوش کلامی کی وجہ سے کہ شعر وسخن سے طبیعت آشنا تھی اور علی خاں خواجہ سرائے مختار الدولہ تک آمد ورفت جاری ہوئی اور مشرف دیوانخانہ ہو گیا مختار الدولہ کے بعد سرفراز الدولہ تک رسوخ حاصل کیا عہدۂ دیوانی اور راجگی کا خطاب پایا یہ شخص خوش وضع اور حلیم الطبع تھا اُمور خیر میں نیکنامی کے ساتھ شہرت حاصل کی سرکار لکھنؤ میں برہموں کے واسطے روز ینے اور جیدے کا دروازہ اسی کی وجہ سے کھلا ہزار دو ہزار روپیہ تا انقضائے سلطنت تمام قلمرو اودھ میں محررانِ دفتر سلطانی تھا راجہ ٹکیت رائے نے عمارات عالی اور میوہ دار باغات اکثر بیرتھوں پر تیار کرائے اور بہت سے پختہ پل مولوے ہندوؤں کے بہت سے معابد دل پر شوالے اور ٹھاکر دوارے تعمیر کرائے اس صاحب ظرف کی بدولت تک لاکھوں روپے کے وظیفہ جواہر

سے آصف الدولہ کی نیابت اُن کے نام مقرر ہوئی اُنکی بے علمی کی وجہ سے مسٹر جان برسٹو کو ہمیشہ سوال و جواب کاغذی در پیش رہتے تھے صاحب علم کی تلاش تھی اس لیے حیدر بیگ خان کو اُن کی پیش دستی مین مقرر کر دیا۔ منتخب العلوم مین لکھا ہے کہ حسن رضا خان بہت نیک طینت اور نیک کردار تھے اپنی رحمدلی سے اُنھون نے کاروبار مالی و ملکی مین تندہی نہ کی تمام ریاست کے کام کا دار و مدار امیر الدولہ کی ذات پر کر دیا تھا جو کہ پورے طور پر کاروبار پر حاوی ہو گئے تھے۔

عماد السعادت مین کہا ہے کہ حسن رضا خان سوائے سیر و شکار کے نواب کے ساتھ مین اور نماز روزے کے دوسرا کام نہ کرتے تھے آٹھ لاکھ روپے سالانہ اُنکو ریاست سے ملتے تھے عزت اُن کی ایسی تھی کہ نواب وزیر اکثر اوقات اُن کو بھائی کے لفظ سے مخاطب کرتے تھے یہان تک کہ امیر الدولہ بھی عیدین اور دوسرے مُبارک موقعون پر اُنھین نذر دکھاتے تھے جبکہ امیر الدولہ کا یہ حال تھا تو دوسرے کس حساب مین تھے۔

ہت پرشاد نے لکھا ہے کہ اس وقت تک لکھنؤ مین مُسلمان فقط شیعہ تھے اور بارہ امامون کے مذہب سے خبر نہ رکھتے تھے نواب آصف الدولہ کے عہد مین مرزا حسن رضا خان نے یہ طریقہ جاری کیا چنانچہ جس وقت مرزا جوان بخت شاہزادے لکھنؤ مین وارد ہوئے تو اُس جمعہ کو خود نواب صاحب شریک نماز جمعہ ہوئے اور میر دلدار علی شاگرد میر سید علی طباطبائی فقہ امامیہ کی کتابون کے مروج ہوئے۔

دوسری کتابون مین بھی لکھا ہے کہ مولوی دلدار علی اور میر مرتضےٰ وغیرہ علمائے مذہب امامیہ نے حسن رضا خان کی وجہ سے نام پیدا کیا جمعہ و جماعت کی نماز جس کا رواج اس ملک مین نہ تھا جاری کی اور کربلا جا کر اجتہاد کا حکم وہان کے مجتہدون سے حاصل کر کے

(۲) محمد ابراہیم خان۔

(۳) صمصام الدین خاں۔

(۴) مرزا علی رضا۔ ان میں سے محمد عسکری خاں کے دو بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔
بیٹی مرزا علی خاں سے بیاہی تھی۔ نواب ظفرالنسا بیگم کے بطن سے پیدا ہوئے تھے
اور مرزا عسکری کے بیٹوں کو مرزا تھمے اور منطو صاحب کہتے تھے۔ محمد ابراہیم خاں کے
کوئی اولاد نہ ہوئی اور صمصام الدین خاں کے جو بیٹا تھا وہ جوہر لیاقت سے محروم
تھا اسلیے مشہور ہوا۔

مرزا علی رضا کے تین بیٹے اور تین ہی بیٹیاں تھیں بیٹوں کے یہ نام ہیں۔

(الف) موسے خاں۔

(ب) غلام رضا خاں۔

(ج) حسن رضا خاں۔ اُن کی بیٹیوں میں سے بنارسی بیگم لطف علی خان بن
سدہ علی خاں وارو غہ تصحیحہ کے ساتھ معقد ہوئی تھی۔ اور دوسری لڑکی مرزا جعفر کی
زوجیت میں تھی جو جان بیلی صاحب رزیڈنٹ کی وجہ سے سرکار انگریزی کے متوسلوں
میں قرار پائے تھے اور نواب سعادت علی خان کے عہد حکومت میں ان کا ذکر کیا جائیگا
تیسری لڑکی مرزا حسیکو صاحب پسر آغا زین العابدین بن نواب کلب علی خان کے ساتھ
بیاہی تھی۔ یہ کلب علی خان سندہ علی خان کے چچا اور مرداں علی خان کے پوتے تھے۔
مرزا علی خاں کی یہ تین بیٹیاں اور حسن رضا خاں ایک بیٹا ایک بطن سے تھے اور دو دونوں بیٹے
مختلف بطنوں سے تھے حسن رضا خاں کو اُن کے چچا ابراہیم خاں نے پرورش کیا تھا
محض بے علم تھے ہر چند اُنھوں نے انکار کیا مگر یاوری قسمت اور میں عنایت مسٹر جان ٹرسٹو

ید طولےرکھتے تھے ذی علم تھے دفتر کی تہذیب و شائستگی اچھی طرح کی شجاع الدولہ
کے عہد مین جو دفتر مرتب نہ تھا اُسے ترتیب دیا۔
گورنر جنرل نے بھی حسن رضا خان کو نائب اودھ تسلیم کیا۔
حیدر بیگ خان نے اپنے بڑے بھائی کی صحبت پائی تھی اہل دیہات اُن کے
نظم و نسق کی تعریف کرتے تھے نہایت دانا و زیرک تھے جو کام کرتے تھے بہت سوچ سمجھ کر
کرتے تھے شاید کہ اُس مین لغزش نہو جائے فیض بخش کہتا ہے کہ حیدر بیگ خان کو
خلعت نیابت شعبان ۱۱۹۰ھ ہجری مین ملا تھا تذکرہ حکومت المسلمین مین غلطی کی
ہے جو لکھا ہے کہ ۱۲۰۵ھ ہجری مین مرزا حیدر بیگ خان عہدہ نیابت پر ممتاز ہوے
تین سال تک سلطنت کے اعیان و ارکان اُن کو خیال مین نہ لائے اور اُنکی اطاعت
سے عار کرتے تھے وہ بھی صبر و تحمل سے کام لیتے رہے اور اِس عرصے تک ہر کام مین
نواب وزیر اور انگریزون کی رضا جوئی مین مصروف رہے یہان تک کہ خوب استحکام و
استقلال پیدا کر لیا۔ سیر المتاخرین مین لکھا ہے کہ حیدر بیگ خان کار مرجوعہ مین مصروف
ہوے صحبت شراب و کباب مین شاغل اور آمد و رفت دربار سے غافل ہو گئے اور
جو آیا فوج و ملازمین مین تخفیف کرتا تھا۔

## حسن رضا خان فخر الدولہ

حسن رضا خان جان نثار خان کے پوتے تھے جو شاہجہان شہنشاہ ہندوستان کے
خواصان معتمد سے تھا۔ اُسکے چار بیٹے تھے۔
(۱) محمد عسکری خان۔

رکھتے تھے دونوں بھائی احمد شاہ بن محمد شاہ کے عہد میں کہ صفدر جنگ کی وزارت
کا زمانہ تھا ہندوستان میں آئے صفدر جنگ کی سرکار میں نوکر ہوئے۔ صفدر جنگ کے
انتقال کے بعد حیدر بیگ خاں سلطان پور۔ رُدولی۔ دریاباد۔ کوڑہ اور سرکار الہ آباد
کے فوجدار رہے تھے۔ نور بیگ خاں نے راجہ بینی بہادر کی سفارش سے شجاع الدولہ
سے اعظم گڑھ و سلطان پور وغیرہ چند محال ٹھیکے میں لیے دونوں بھائی نہایت
سخت گیر تھے یہاں تک کہ دوستوں سے بھی عرض آشنا تھے تھوڑے دنوں کے بعد ٹھیکہ کا روپیہ
مالگذاری کے نور بیگ خاں کے ذمے عائد ہوئے اور دونوں بھائی قید کر دیے گئے
جبکہ روپیہ داخل ہو سکا تو اُن پر تشدد ہوا اُن کو دھوپ میں بٹھاتے تھے کھانے میں
بہت سا نمک ڈالکر کھلاتے تھے اور پانی نہیں دیتے تھے یہاں تک کہ نور بیگ خاں
صدموں سے مر گیا۔ اور حیدر بیگ خاں نے سفارش سے رہائی پائی اور بہار علیخاں
خواجہ سرائے بہو بیگم سے سفارش کر کے اُن کی جاگیر کوڑیا کی تحصیلداری کی خدمت اُن
کو دلادی جبکہ وہاں بھی حسب عادت دست تصرف دراز کیا تو محاسبے کی علت میں
کشاکش میں مبتلا ہوئے آخر کار سید محمد خاں اقتدار الدولہ نے ضمانت کر کے اُس بلا سے
نجات دلائی۔ اُس کے بعد چکلہ داری کوڑہ جہان آباد پر مقرر ہوئے۔ محمد ایلچ خاں نے
پھر اُس کو محاسبے میں جکڑا اگر مرتضے خاں بڑیچ نے ضامن ہو کر آزادی پائی۔
ایلچ خاں کے بعد طالع خوابیدہ بیدار ہوا حسن رضا خاں کی پیش دستی کی عزت
پائی۔ حیدر بیگ خاں دانشمند کارکردہ اور لائق اور شریف تھے سیاق ساق میں

[1] دیکھو تاریخ مظفری ۱۲ [2] دیکھو طلسم ہند ۱۲ [3] دیکھو فرح بخش
مؤلفہ شیو پرشاد ۱۲

کرتا تھا اُنھون نے حسن رضا خان کی پیش دستی مین مقرر کرا کر امیر الدولہ کا خطاب دلایا

ہت پرشاد نے ملخص تاریخ اودھ مین حیدر بیگ خان کے تقرر کے متعلق ایک عجیب حکایت لکھی ہے اور وہ ایک ایسی ریاست مین بے جوڑ نہین معلوم ہوتی تفصیل اُس کی یہ ہے کہ ایلچ خان کے مرنے کے بعد نیابت کے باب مین مشورہ ہوا حسن رضا خان تو ناخواندہ تھے جان برسٹو صاحب نے تجویز کیا کہ دوسرا شخص پیش دست ہو چنانچہ تین آدمی تجویز ہوے مرزا ابو طالب خان لندنی۔ اسمعیل بیگ خان شورہ والا۔ مرزا جعفر تقدیر کی کسی کو خبر نہ تھی حیدر بیگ خان اُن دونون تباہی سے پریشان اور بیکار بیٹھے تھے سو پچاس روپے کی نوکری کی امیدواری مین میانے پہ سوار ہو کر جان برسٹو صاحب کے سلام کو جاتے تھے کوٹھی کے باہر ایک بڑا درخت تھا وہ وہان میانہ رکھوا کر بیٹھتے تھے جب رزیڈنٹ ہوا کھا کر آتا تو یہ بھی سلام کر لیتے اسی طرح ایک مدت گذر گئی ایک دن برسٹو صاحب نے اُنھین اپنے پاس بُلوا کر امتحان جو لیا تو خوب مستعد پایا۔ فرمایا کہ کوٹھی پہ حاضر ہون اور آصف الدولہ کو کہلا بھیجا کہ کل نیابت کا خلعت ہماری کوٹھی پر لیتے آوین کہ ایک شخص کو ہمنے آپکے واسطے تجویز کیا ہے اور حیدر بیگ خان سے کہا کہ تم عمدہ کپڑے پہن کر کل صبح کو حاضر ہونا یہ بیچارے بہت خوش ہوے کہ شاید سو دو سو روپے کی نوکری میرے لیے تجویز ہوئی ہے فجر کے وقت جب اپنے معمول پہ پہونچے اور اُدھر سے آصف الدولہ کی سواری بھی آئی خلعت تو ساتھ ہی تھا جان برسٹو نے وہ خلعت اُنھین پہنایا۔

## حیدر بیگ خان کا حال

یہ حیدر بیگ اور اُنکا بھائی مرزا انور بیگ دونون کابل کی پیدایش تھے اور مذہب حنفی

ایلچ خاں کا میداں اور مسجد مشہور ہے۔

اب آصف الدولہ اور جاں برسٹو کو تقرر نائب کی فکر ہوئی۔ خواجہ حسن رضا خاں شجاع الدولہ کے عہد سے باورچی خانے کی داروغگی اور کسی قدر تقرب رکھتے تھے اور اس عہد میں بھی زیادہ تر صاحب تقرب اور خلوت وجلوت میں حاضر باش تھے نیابت کی تحریک ان کے لیے ہوئی لیکن اس نظر سے کہ نے علم آدمی تھے اور آرام طلب دشت دست اور کم محنت تھے اُنھوں نے اس بار کے قبول کرنے سے انکار کیا اور لوگ بھی حیراں تھے کہ عہدۂ نیابت سے جو بات مقصود ہے وہ ان سے کیسے برآئیگی پس اِس بے چارے کو کیوں تکلیف دی جائے خدا جانے کس مصلحت سے مسٹر جاں برسٹو کی یہی رائے قائم ہوئی کہ آصف الدولہ کی نیابت خواہ مخواہ انھیں پر مقرر ہو اور ان کا نائب دوسرا شخص کارداں اور ہوشیار کر دیا جائے اور اس خدمت کے لیے اول سالارجنگ کے استصواب سے الماس علی خاں خواجہ سرا تجویز ہوا یہ نہایت کم ہمت تھا اندیشہ دور از کار کرکے انکار کر دیا اور کہا کہ حیدر بیگ خاں اس کام کو اچھی طرح کر سکتے ہیں جیسا کہ فرح بخش میں شیخ محمد فیض بخش نے ذکر کیا ہے دوسری کتابوں سے حیدر بیگ خاں کے تقرر کی یہ وجہ معلوم ہوتی ہے کہ اسمعیل بیگ خاں ستورہ والا معل ولایت زاکہ نہایت عیار اور دنیا دار آدمی تھا اس زمانے میں کہ شاہ عالم بادشاہ اور فوج انگریزی الہ آباد میں تھی سرکار کمپنی کی طرف سے ڈاک اور اخبار کا داروغہ تھا اور اس وقت میں بھی ڈاک خانہ اور رزیڈنٹی کے ہرکاروں کا داروغہ تھا یہ شخص حیدر بیگ خاں کابلی سے موافقت اور لالچ رکھتا تھا اور وہ بھی اس کے لیے سبز باغ بویا کرتا تھا ایرج خاں کی بیماری کے وقت سے اسمعیل بیگ خاں جاں برسٹو سے حیدر بیگ خاں کے اس تقرر کے لیے کوشش اور اس کی لیاقت کی تعریف

# ایرج خان کا انتقال کرنا حسن رضا خان و حیدر بیگ خان کا زینۂ عروج پر قدم رکھنا

اکبر آباد سے آکر دو تین مہینے کے عرصے مین ایرج خان کارگزار نے جو کہ دربار آصفی کا مرجع صغار و کبار تھا تھوڑا سا انتظام کیا تھا اور جان بریسٹو سے سوال و جواب کرتا تھا کہ آپ معاملات ملکی و مالی مین دست اندازمہون جو روپیہ اپنا بابت قرض کے آصف الدولہ کے ذمّے عائد کرتے ہو اُس کی قسط مقرر کر کے مجھ سے نقد لیا کیجیے اور موافق عہد شجاع الدولہ کے ملک سے دست برداری کیجیے اور مطابق عہدنامۂ کمپنی کے عمل کریے یہ بات اگر آپ کو نامنظور ہوا ور سوال وجواب کرنا ہو تو بندہ آپ کے ساتھ کونسل مین گفتگو کرنے کو تیار ہے۔ مسٹر جان بریسٹو اُس کے طلب کرنے سے نہایت شرمندہ تھا تدبیر مین تھا کہ کیا کرے۔ ایلچ خان اکبر آباد سے علیل آیا تھا لکھنؤ مین پہونچکر سخت علیل ہو گیا مدت دو ماہ اور ۱۷ دن بیماری کی حالت مین نیابت کا کام اچھا کیا عارضۂ سوء القنیہ اور ضعف و برودت جگر مین پہلے سے مبتلا تھا آخر استسقا ہو گیا ۲۸ رجب ۱۱۹۰ھ ہجری کو راہی ملک آخرت ہوا لیکن فیض بخش نے فرح بخش مین شعبان مین انتقال کرنا لکھا ہے۔ شیخ شفیع اللہ سے پانچ لاکھ روپیے کے مال کی فرد ایلچ خان نے اپنی حیات مین بنوائی تھی وہ اُس نے نواب آصف الدولہ کی نذر گذرانی نواب نے فرد کو ملاحظہ کر کے تمام مال ضبط کر لیا اور چھ چھ پارچے کے خلعت غلام نبی خان اور لال محمد خان پسران متبنائے ایلچ خان کو مرحمت ہوئے[۱]۔ ایلچ خان اور مختار الدولہ دونون کی حویلیون کی ضبطی ایک ساتھ قریب ہوئی لکھنؤ مین آجتک

---

[۱] دیکھو فرح بخش مؤلفۂ شیو پرشاد ۱۲

پرگنہ دلمئو بھی اقبال الدولہ کی جاگیر میں تھا یہ پرگنہ معرکہ ضیافت کے بعد ضبط کر لیا گیا اور اس جاگیر کی عوض چکلہ بہرائچ وغیرہ بارہ لاکھ روپے کا علاقہ صیغۂ مستاجری میں اُن کے حوالے کیا گیا۔ انھوں نے اپنے علاقہ مستاجری میں پہونچکر زمینداراں ٹول سے میدان جنگ گرم کیا اور مختار الدولہ کے دوسرے بھائی نصیر الدولہ اپنے بھتیجے اقبال الدولہ کی جاگیر میں سے کچھ زر نقد لے کر دکن کو چلے گئے گر یہاں تک پہونچکر کچھ دنوں کے بعد لوٹ آئے اور اقبال الدولہ چند سال کے بعد علاقہ داری سے معزول ہو کر جا نشین ہوے مگر چند سال تک پرگنہ اوریا کی جاگیر اقبال الدولہ کے نام پر برقرار رہی ایک بار مقدمات سائر میں عامل الماس علیخان و عامل اقبال الدولہ میں نزاع واقع ہوئی جاریہ بیگم زوجۂ مختار الدولہ اور دولت النسا بیگم زوجۂ اقبال الدولہ نے نواب وزیر سے مستاجری سائر جاگیر کی بھی چاہی مگر نواب نے یہ کیا کہ اوریا کو بھی الماس علیخان کی مستاجری میں ملا دیا اور مصارف سپاہ کے دفع ہو جانے کے بعد سات ہزار روپیہ مہینہ نقد جاگیر کا مقرر ہو گیا اس کے بعد چار ہزار روپیہ ماہوار گھٹا کر تین ہزار روپیہ مہینہ جاگیر کی عوض رہ گیا۔ عرض جس قدر التفات حکام انگریزی کا مختار الدولہ کے لواحقین کی طرف مبذول ہوتا اُس قدر کارپردازان سلطنت اُن سے بدظن ہوتے تھے یہاں تک کہ وہ تین ہزار روپیہ بھی مسدود ہو گیا اور آصف الدولہ مختار الدولہ کے مخالف مشہور تھے حالانکہ یہی جاگیر اور کمی مواجب کی وجہ نائبوں کی بدسلوکی تھی۔

آصف الدولہ لکھنؤ میں رہنے لگے صرف نواب بیگم زوجۂ وزیر الممالک صفدر جنگ بنت برہان الملک والدۂ شجاع الدولہ اور بہو بیگم زوجۂ شجاع الدولہ فیض آباد میں شجاع الدولہ کی تعمیرات کی اُنس کی وجہ سے متوطن تھیں۔

کے پھرے سر پر صورت بلا آپہونچے اور حکم دیا کہ دیوانخانہ سے جانب محلسرا قدم نہ اُٹھائے۔ کچھ دنون وہین
نظر بند رہے پھر از سر نو اُنکے گھر کی ضبطی ہوئی۔ جب یہ کارروائی ہوچکی تو نواب وزیر اقربائے مختار الدولہ
کی تالیف قلوب کی جانب متوجہ ہوے اور اُنکے مکانون پر آنے جانے لگے پیاری بیگم زوجۂ مختار الدولہ
کے گھر اکثر جایا کرتے تھے اور اقبال الدولہ کے حال پر بہت مہربانی کرتے تھے پرگنہ اور پائی جاگیر جسکی جمع
ایک لاکھ روپیہ تھی اور جو اقبال الدولہ کے نامزد تھی بحال رکھی مختار الدولہ کی حیات
اور اقتدار الدولہ کے زمانے مین اقبال الدولہ کی نسبت نواب سالار جنگ کی بیٹی
کے ساتھ قرار پائی تھی اور بناتی بیگم دختر مختار الدولہ کی نسبت جو بطن مختلف سے تھی
مرزا جھجو پسر نواب سالار جنگ کے ساتھ مقرر ہوچکی تھی اور سالار جنگ مختار الدولہ کے
مقتول ہونے کے بعد اپنی بیٹی کی نسبت سے اقبال الدولہ کے ساتھ منکر تھے آصف الدولہ
نے سالار جنگ کو مبالغہ و اصرار سے راضی کیا اور خود مستدعی اس شادی کے ہوے
اور دس ہزار روپیہ مختار الدولہ کی بیگم کو اس صرف کے واسطے دیکر بخوبی سرانجام دیا
آفرین علی خان خواجہ سرا اس بزم شادی مین شریک ہوا اور اُس کے روبرو رسمین
ادا ہوئین۔

مؤلف سیر المتاخرین کہتا ہے کہ آصف الدولہ اس عمل کے نہایت شائق تھے
جہان شادی ہوتی ایک طرف آپ ہوجاتے اور دوسری طرف کسی عملے کو مقرر کرتے۔
ایک مرتبہ مؤلف سیر المتاخرین کے قیام لکھنؤ کے زمانے مین بھی قاسم خان فوجدار فیل خانہ کے
بیاہ مین شریک ہوکر اہتمام کیا تھا۔

نواب وزیر دولت النسا بیگم زوجۂ اقبال الدولہ کو ہمشیرہ صاحب کہا کرتے تھے کیونکہ
دولت النسا نواب سالار جنگ کی بیٹی تھی اور سالار جنگ نواب وزیر کے ماموں تھے

کی قائم مقام تھی لاکھوں بڑے بڑے آدمی اور ساہو کار زمیندار اور راجے اس ملک مین بسر کرتے تھے اور اب بجز رذیل اور پوچ مصاحبون کے آصف الدولہ کے دربار مین اُن میں سے کسی کا نشان بھی نہیں چند روز کے بعد اُمراؤ گرگوشائیں بھی چلا گیا اسی طرح برہان الملک اور صفدر جنگ کے اکثر اقربا محمد خاں کے پاس چلے گئے جہاں پر میں تیس ہزار سوار اور پچاس ساٹھ ہزار پیادہ بجزار رہتے تھے وہ مقام ویسا ہوا جس میں اب بکسر یہ دو دو تین تین روپے کی نوکری میں افتخار سمجھتے ہین اور پڑے ہیں۔ منشی ذکاءاللہ تاریخ ہند میں لکھتے ہیں کہ آصف الدولہ کا دل دماغ افیون اور شراب نوشی نے خراب کر دیا تھا۔

## مختار الدولہ کے اقربا کا باقی حال

مختار الدولہ کے بھائیون نے اور اُنکے بعض رفیقون نے کڑی تحصیل کر رہائی پائی اُس کا مال واسباب ضبط ہوا دونوں بھائی کبھی کبھی باریاب حضور ہوتے تھے اکثر حالت اور گوشے میں بسر کرتے تھے جبکہ نواب وزیر کا لشکر اٹاوے سے پھر کر لکھنؤ میں آیا تو اقبال الدولہ پسر مختار الدولہ نے نواب کی دعوت کا ساماں کیا اور اس کام میں بڑی دھوم دھام دکھائی ہزاروں روپیوں کا کپڑا فرش پا انداز مین بچھوایا اور سوا لاکھ روپے کا چبوترہ تیار کرایا اور نواب وزیر وہاں تشریف لے گئے ناچ رنگ ہوا خاصہ تناول کیا اور کشتیاں نقد وجنس کی پیش ہوئین جو نواب آصف الدولہ نے قبول کیں وقت رخصت اقبال الدولہ نواب وزیر کو پہونچانے گئے اور وہاں سے رخصت ہو کے ابھی دیوانخانے میں پہونچے تھے کہ اُسی وقت نواب کے حکم سے تلنگوں

پچھ دنون قید رکھے گئے۔ بعدہ اُن کو توپ سے اُڑوا دیا۔ پس تذکرۂ آبحیات مین جو نواب
کو فرشتہ سیرت بتایا ہے اور لکھا ہے کہ اُنکی طبیعت مین عموماً تحمل اور بے پروائی تھی اِس
سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد حسین آزاد کو تاریخ کے ان حالات پر اطلاع نہ تھی یا یہ حال اُن
کا اپنی خاص مرضی والون کے ساتھ ہوگا اور دوسرے نوکرون اور رعایا کے حق مین
سفاک تھے یا یہ کہ نواب کا مزاج اوائل عمر مین سفاک واقع ہوا تھا اور آخر عمر مین طبیعت پر
تحمل اور بے پروائی غالب آئی۔ مؤلف سیر المتاخرین نے محبوب علی خان خواجہ سرا کے
مقہور ہونے کے ضمن مین بیان کیا ہے کہ آصف الدولہ کے اپنی جنگی فوج کے استیصال
کا سبب یہ تھا کہ وہ روز و شب لہو و لعب چوپڑ بازی مرغون کی لڑائی۔ پتنگ بازی وغیرہ
مین مصروف رہتے تھے اِسلیے اُن کو ہر کام سے نفرت تھی۔ نہین چاہتے تھے کہ
ایک گھڑی بھی اُمور مملکت داری مین مصروف ہون اور مملکت داری بدون اِس کے
ناممکن ہے کہ انتظام مُلکی مین غور کیا جائے بڑے بڑے کامون کو انجام دیا جائے لوگون
کے سوال و جواب سُننے کی دردسری گوارا کی جائے حضرت کا وہ مزاج تھا کہ ایسے
اُمور مین ایک گھڑی بھر بھی متوجہ ہونا دم بند کرتا تھا اور انگریزون کی نسبت یقین
تھا کہ یہ میرے ہمہ تن خیر اندیش ہین۔ میرے نقصانات کے ہرگز روادار نہون گے اور
انگریز چونکہ ہوشیار تھے اِسلیے ایسے شخص کو نعمت غیر مترقبہ سمجھتے تھے اور کسی طرح اُس کو
زہیر نہین کرتے تھے انگریزون نے معاملات مُلکی و مالی و انتظام فوج تو اپنے اختیار
مین لے لیا تھا باقی ہر امر مین آصف الدولہ کو مع اُن کے مصاحبون کے مطلق العنان کردیا
تھا۔ کیا حسن اتفاق ہے کہ دونون اپنی اپنی دانست مین فارغ البال ایک دوسرے کو
مغتنم سمجھتے تھے۔ افسوس شجاع الدولہ کی وہ ریاست تھی کہ اس زمانے مین سلاطین ہند

اُس کی عزت ہونے لگی اور اُس نے زباں آوری کی قوت سے لوگوں کا ایک مجمع لیے پاس کر کے سرکار دربار آراستہ کر لیا اس عرصے میں مبارز الملک سعادت علی خاں خلف نواب شجاع الدولہ کلکتے سے بنارس کی طرف لوٹ رہے تھے اُنھوں نے یہ خبر سُن کر عظیم آباد اور مونگیر کی راہ میں امام بخش کو اپنے پاس بلایا وہ اُن کے پاس حاضر ہوا اور اس نے انکار محض کیا کہ میں نے یہ دعوے کیا تھا کہ شجاع الدولہ کا بیٹا ہوں سعادت علی خاں نے اُسکا جرم معاف کر کے چھوڑ دیا جو لوگ اُس کے پاس جمع تھے اُنھوں نے یہ حال دیکھکر سارا ساماں واسباب لُوٹ لیا اور وہ تباہ حال ہو گیا۔ آخر کار مفقود الخبر ہو گیا۔

## آصف الدولہ کی بعض عادات کا تذکرہ

مؤلف سیر المتاخرین کہتا ہے کہ مجھکو مکرر آصف الدولہ کی حضوری خلوت میسر آئی ظاہر اشعور و خرد سے بے نصیب تھے نہایت درجہ صحبت اراذل اور بیراج نوکروں میں مصروف تھے اور بجز لہو و لعب کے کسی طرف راغب نہ تھے کبھی کبھی اپنے اردلی والوں کی ترغیب سے بندوق بازی اور تیر اندازی کرنے لگتے تھے ہر روز صبح سے دوپہر تک ایک باغ سے دوسرے باغ میں یا ایک جنگل سے دوسرے جنگل میں جاتے اور ہاتھیوں کے تماشے میں بسر کرتے بعد دو تین روز کے ہمیشہ ہاتھیوں کی لڑائی دیکھتے ایسے ہی مشاغل میں دن رات گذارتے تھے دوسرا کوئی کام نہ تھا۔ اور نوکروں کی تنخواہ دینے کے باب میں اُنکا یہ حال تھا کہ اُن کی اردلی والوں کے سوا ملازماں لشکر میں سے جو کوئی تنخواہ طلب کرتا تو اُس کے دشمن ہو جاتے اور توپ سے اُڑا دینے میں نہایت بیباک تھے۔ بعض لوگ لڑا کر کے اپنی تنخواہ لے گئے تھے۔ اُن میں سے چند آدمی آصف الدولہ کے ہاتھ لگ گئے اول تو

تھا۔ آصف الدولہ کے عہد طفلی مین اپنے آقا کے پاس سے جا
پاس پہونچا اور مقرب ہوا۔ شجاع الدولہ نے اُس کے شروفسا
رکھا اور عرصہ دراز کے بعد رفقاے عزیز کی سفارش سے
تھا وہ مخفی پرگنہ ٹانڈہ کے نواح مین رہتا تھا اور اپنی اقام
کرتا تھا فیض بخش فرح بخش مین لکھتا ہے کہ شجاع الدولہ نے اسکو
مین رکھا تھا آصف الدولہ نے شجاع الدولہ کے مرتے ہی طلبی
صادر فرمایا مختار الدولہ اور بسنت علی خان کے مقتول ہونے
تمام فوج ملازم سرکار آصف الدولہ کا جس مین قریب تیس چال
چار پانچ ہزار ترک سوار تھے جنرل ہوا۔ مؤلف سیر المتاخرین کہتا ہے
کر ملاقات ہوئی اور مین نے اُسکی بات چیت سُنی خدا جانتا ہے
صورت و سیرت مین جملہ مخلوق سے بد تر تھا۔ دو روپیہ ماہوار نو
اپنے فسادات ذاتی کی وجہ سے نرکھتا تھا وہ تو اس لائق بھی نہ
کی دوکان کرتا حسن رضا خان نائب باوجود تمام اقتدار کے اس ملع
فیض بخش نے بھی اسکو شوریدہ پشت بدمزاج اور مغرور بتایا ہے۔ مگر تھو
آصف الدولہ کی طبیعت اُس کی مصاحبت سے سیر ہو گئی نہایت ذل
اپنے ملک سے خارج کیا اور حکم دیا کہ اگر کوئی اُسے جگہ یا سواری کو جا
اسباب ضبط کیا جائے گا وہ بد انجام برہنہ پا ملک و شہر سے بدر ہوا
ذکر کیا ہے کہ وہ عظیم آباد کو چلا گیا چونکہ آدمیون نے اُس کو شان و
دیکھا تھا اُس نے لوگون پر یہ بات ظاہر کی کہ شجاع الدولہ کا بیٹا ہے

ناگ کر آصف الدولہ کے
تھا وپر مطلع ہوکر دلون قید
رہا کر کے اخراج کا حکم دیا
ت کی خبر آصف الدولہ کو دیا
دوائم الحبس کر کے قصبہ ٹانڈہ
کا پروانہ اُس کے نام
کے بعد وہی غلام بچہ
تیس ہزار تلنگے اور
کہ اُس غلام بچے کی جیجہ
کہ نہایت پاجی اور
کری کی بھی لیاقت
تھا کہ لشکر مین بھنگ فروشی
ون سے ڈرتا رہتا تھا۔
ڑے دنون کے بعد
ت اور خواری کے ساتھ
نوردے گا تو اُسکا مال و
تاریخ مظفری مین
شوکت کے ساتھ
ن اس وجہ سے

بھائیوں کو محمد ایلچ خان نے علیحدہ کرنا چاہا تو خان رسٹو صاحب نے اُس کی طرفداری کر کے کہا کہ خاں مقتول کے بھائیوں کو اپنی اپنی جگہ بدستور سابق بحال رکھو۔ ایلچ خان نے جواب دیا کہ عزل و نصب عمال میں دخل دینا صلاح دولت نہیں۔ ایلچ خان نے برادران مختار الدولہ کے ساتھ صرف معزولی ہی تک بس نہین کیا بلکہ اُنکے ساتھ بلاقصور نہایت سخت برتاؤ کیا یہانتک کہ اقتدار الدولہ کو دھوپ مین بٹھایا۔ اور کانوں میں زیور لٹکا کر طالب محاسبہ ہوا اور آب و دانہ اور بول و براز مسدود کیا اور سپاہ سلطنت کی بہت تخفیف کی۔

## شیدی بشیر کا باقی حال

ایلچ خاں نے آصف الدولہ کے پاس پہنچ کر ظاہر مین تو شیدی بشیر خاں کے عفو قصور کی درخواست کی اور در پردہ نواب کے مزاج کو اُس کی طرف سے اور مکدر کر دیا اور آصف الدولہ سے اس مضمون کا ایک رقعہ لکھا کر کہ ہمارے پاس حاضر ہونے کا ارادہ موقوف کر کے جہاں دل ہو چلا جائے بشیر خاں کے پاس بھوا دیا مشارٌالیہ آصف الدولہ کی عنایات اور ایلچ خاں کی شوم طبعی سے مایوس ہو کر کس پور سے کوٹا اٹاوہ گیا وہاں ٹھہرنا مناسب نہ جانکر فیروزآباد کو راہ ہمت گڑ کے پاس چلا گیا جس سے پہلے سے دوستی رکھتا تھا اور وہیں قیام اختیار کر لیا۔ گیان پرکاس مین لکھا ہے کہ آخر کار بشیر خاں نابینا ہو گیا تھا۔

## امام بخش غلام بچہ اور اُس کا اقتدار

سیر المتاخرین مین لکھا ہے کہ کسی کا ایک غلام بچہ امام بخش نام نہایت مردار و دار حام

محمد ایلچ خان اور مرتضے خان بڑیچ نے آصف الدولہ کی تحریر اور جنرل صاحب کے ایما سے زیادہ سپاہ کو برطرف کرکے پانسو جوانون کے ساتھ ۱۱ ربیع الثانی کو گنگا کے گھاٹ نانامئو پرنگینہ کے پاس عبور کیا اور وہان سے موہان پہونچکر متواتر عرضیان ارادت اور عقیدت کی متضمن وزیر کے حضور مین کھیجین نواب نے فرط کرم اور نوازش سے مرزا حسن رضا خان داروغۂ دیوانخانہ کو استقبال کے لیے بھیجا مرزا نے بموجب ارشاد کے استقبال کیا اور ایلچ خان کی تسلی وتشفی کرکے ۲۰ ربیع الثانی ۱۱۹۰ ہجری کو سہ شنبہ کے دن نواب آصف الدولہ کی ملازمت کرائی۔ نواب نے بڑی قدر دانی کی اور خلعت ہفت پارچہ اور پالکی جھالردار اور ہاتھی اور گھوڑا ایلچ خان کو عطا کیا۔ اور خلعت پنج پارچہ اور پالکی سادہ اُسکے پسر متبنے غلام نبی خان کو دی اور ۲۲ ماہ مذکور کو خلعت نیابت ومختاری امورات جز وکل کا ایلچ خان کو عنایت کیا۔ اور اسکی پیش دستی مین مرزا حسن رضا خان مامور ہوے نواب نے تمام رسالہ دارون اور حاکمون اور سردارون پر تاکید کردی کہ ایلچ خان کو نائب کل تصور کرکے کاغذات مالی وملکی اُس کے پاس بھیجتے رہین جو کوئی اُس کے حکم سے خلاف ورزی کریگا اُس کے حق مین بہتر نہوگا۔ ایلچ خان نے اپنی کمان چڑھی ہوئی دیکھ کر الہ آباد سے سید معز خان کو علیحدہ کرکے حبیب رلے کو وہان مقرر کیا اور بہرائچ واعظم گڑھ کی حکومت سید محمد خان سے نکالکر بسنتی رام کو دی یہ دونون مختار الدولہ کے بھائی تھے اور ملیسی وغیرہ کے محالات پر سیتارام کو مقرر کیا اور سانڈی پالی کا علاقہ غلام نبی خان کے تفویض کیا اور اودھ کے تعلقے پر الماس علی خان کو قائم کیا اور کوٹے کی خدمت سلیمان کو جو نواب قاسم علیخان عالیجاہ والی بنگالہ کا خانسامان تھا دی۔ جبکہ مختار الدولہ کے

نہ ہوسکا تھا کہ آصف الدولہ نے دلچوئی کے مضامین کے خطوط ایلچ خاں کے پاس بھیجے اگرچہ یہ شخص اکبرآباد سے چلا جانا چاہتا تھا کیونکہ نجف خاں کے روپیہ طلب کرنے سے کہ وہ ہمیشہ اُس سے مانگتا رہتا تھا تنگ آگیا تھا مگر اُس کو آصف الدولہ کی تحریر پر اعتماد نہ تھا۔ مسٹر جان برسٹو سے حفظ آبرو کا وعدہ چاہا جب اُن کی تحریر پہونچی تو غنیمت جانکر ۲۹ ربیع الاول ۱۱۹۰ہجری کو مع عیال و اطفال اور سامان اور مرتضیٰ خاں بڑیچ اور محمد بشیر خاں کے اکبرآباد سے بے اطلاع اور مشورۂ ذوالفقار الدولہ محمد نجف خاں کے نکل کرات کو شاہدرے میں ٹھہرا صبح کو وہاں سے کوچ کرکے لمبی لمبی منزلیں طے کرتا ہوا بیر ور آباد اور شکوہ آباد کی راہ سے سی گنج کے پاس پہونچکر نواب مظفر جنگ والی فرخ آباد کو پیام دیا کہ دریاے گنگا کا پل بلاتوقف تیار کردیں نواب نے جواب میں لکھا کہ گھاٹوں اور کشتیوں پر انگریزوں کا اختیار ہے یہاں سے متعلق نہیں اس لیے ایلچ خاں قنوج کے پاس سرائے میران پور کے نزدیک مقیم ہوا اور گنگا کو عبور کرنے کے لیے جنرل اسٹرٹ رستم جنگ کو لکھا اُس نے جواب دیا کہ اجتماع اور انبوہ لشکر کی ضرورت نہیں سپاہ کو دور کرکے جریدہ اُترکر چلے آئیں۔ ایلچ خاں کے ساتھ جمعیت زیادہ تھی اُس نے آصف الدولہ کو لکھا کہ غلام بموجب طلبی حضور کے دس ہزار پیادہ و سوار کے ساتھ قنوج میں پہونچ گیا ہے جنرل صاحب نہیں اُترنے دیتے اُترنے کا اُمیدوار ہے نواب آصف الدولہ نے ایلچ خاں کی استدعا کے بموجب ایک خط جنرل صاحب کو لکھا کہ محمد ایلچ خان اور مرتضیٰ خان بڑیچ میری طلبی سے آتے ہیں ان کو عبور کی اجازت دیدی جائے اور محمد بشیر خان کو نہ اُترنے دیا جائے آخر الامر

ف ۱؎ دیکھو سیر المتاخرین ۱۲

کہ میری تمام سپاہ کی چڑھی ہوئی تنخواہ کوڑی کوڑی جب تک یہان نہ آجائے گی کبھی رہا
نہ کرون گا ہر چند نے جب دیکھا کہ سب روپے ہونچائے اہل و عیال کی رہائی
ناممکن ہے تو اُسکے رسالے کی تمام و کمال تنخواہ بھجوائی اور ہزارون بار خوشامد کی
تب اُسکے متعلقین گوشائین کے ہاتھ سے رہا ہوے۔ یہ تمام واقعات چکلہ کوڑہ کے مقام
پر ظہور مین آئے تھے۔

## ایلچ خان کا آصف الدولہ کے پاس آجانا اور مختار الدولہ کی جگہ مُقرّر ہونا

مختار الدولہ کے مارے جانے کے بعد نواب وزیر نے چاہا کہ مُہر نیابت اقتدار الدولہ
سید محمد خان برادر کلان مختار الدولہ یا سید معز خان اُن کے منجھلے بھائی کے تفویض
کرین مگر اُنھون نے قبول نہ کیا اِس عرصے مین انور علی خان خواجہ سرا جسکا اخبار الدولہ
خطاب تھا اُمور نیابت کو سرانجام دیتا تھا کچھ دنون کے بعد مہر نیابت سرفراز الدولہ
مرزا حسن رضا خان کے سپرد ہوئی لیکن یہ حرف ناآشنا تھے معاملہ فہمی کی قوت نہ تھی اِس لیے
انگریزون نے اِس بھاری عہدہ پر انکا تقرر تسلیم کرنے مین تامل کیا جبکہ کوئی نیابت
کے لائق نہ پایا گیا تو ایرچ خان کا ذکر ہوا جو شجاع الدولہ کے مرنے کے بعد مختار الدولہ
کی معاندت کی وجہ سے خلعت وزارت لانے کے بہانے سے نکل گیا تھا اور برس دن سے
اکبر آباد مین تھا مرزا نجف خان کی طرف سے یہان کا صوبہ دار تھا اُس زمانے مین نجف خان
اِس خیال سے کہ ایرچ خان کے پاس پچاس لاکھ روپیہ ہے اُس سے لے لیا جائے ڈیگ
سے اکبر آباد کی طرف آرہا تھا۔ سعادت علی خان اُس کے ساتھ تھے ابھی منزل مقصود تک

انتظام افواج و آراستگی اسباب حرب و معزولی و بحالی سپاہ و کمی و بیشی محاصل معاملات میں اُن کو پورا اختیار حاصل ہو گیا آئے تو تھے رزیڈنٹ بنکر یہاں تمام کاموں کے مالک بن گئے۔

جو فوج نواب شجاع الدولہ نے انگریزی فوج کی تقلید پر بڑی کوشش اور صرف کثیر سے تیار کی تھی وہ تمام فوج جان برسٹو نے آصف الدولہ کو دو تنخواہی کے پردے میں سمجھا کر انگریزوں کے ہاتھ میں دیدی اس میں کرنیل اور میجر اور کپتان سب انگریز مقرر ہوئے اور تمام تو پخانہ جو قواعد داں فرانسیسوں اور ارمنیوں سے شجاع الدولہ نے تیار کرایا تھا وہ انگریزی افسروں کے ہاتھ میں آگیا تمام فرانسیس اور ارمنی افسروں کو نکال باہر کیا بلکہ ملک سے بھی خارج کر دیا۔

امراؤ گر نے نواب کو بدگمانی تھی اُس سے صاف نہ تھے اس لیے اُسکو تمام سپاہ ہمراہی کے موقوف کرنے کا حکم دیا اُس نے خود دیکھا کہ نواب کسی طرح اُس کے حال پر متوجہ نہیں ہوتے نئے نئے آدمی پیش ہو کر خود نواب کے ہاتھ سے اُس کی سلطنت کی چولیں ڈھیلی کرائے دیتے ہیں اور وہ اس فعل سے بڑے خوش ہیں اور ایسے صلاح کاروں کو اپنا دوست صادق جانتے ہیں تو مجبور ہو کر اُس نے نواب کی رفاقت سے پہلو تہی کی اور اپنی تمام سپاہ ساتھ لے کر اکبر آباد کا عزم کیا اتفاقاً اثنائے راہ میں اُسکا گذر وہاں ہوا جہاں بیر سید کے عیال و اطفال مقیم تھے امراؤ گر نے ان تمام لوگوں کو اور اُسکے مختار کار دائم چند کو قید کر کے ساتھ لیا جب یہ خبر بیر سید کو پہونچی تو بہت پریشان ہوا نواب کے قدموں پر سر رکھ کر زار زار رونے لگا اور مدت تک حضور میں اظہار دردمندی کرتا رہا اور بہت سی سفارشیں امراؤ گر کے پاس پہونچائیں اُس نے بھی جواب دیا

کاموں کے مرتکب ہونے نے اُن کو اُن کے حوصلوں سے زیادہ نواب کے ہاتھ سے رتبوں پہ پہونچا دیا۔ نواب شجاع الدولہ کے رشتہ دار جو صاحب غیرت و حمایت تھے ان اراذل و اوباش کے پیش ہو جانے سے اپنے منصبوں سے گر کر حاضر باشی سے بھی محروم تھے۔ مختار الدولہ کے رشتہ دار جو اُن کی زندگی مین کسی کو اپنا ہم پلّہ نہین جانتے تھے اِس کبر و نخوت کے مکافات مین اِس وقت اتنے درجہ اعتبار سے گرے کہ بعضے معزول ہوے بعضے قید ہوے بعضے جلا وطن ہو کر دربدر پھرنے لگے اُن کے دوسرے متوسلوں کی بھی بے حد ناقدری تھی یا تو وہ عروج تھا یا یہ حال ہوا کہ نہایت درماندہ و عاجز ہو کر سر نہین اُٹھاتے تھے۔

جُوق جُوق سپاہی و سردار جماعت جماعت رسالہ دار و جماعہ دار مرزا نجف خان کی ترقی اقبال کا حال سُن کر اُن کے لشکر کی طرف روانہ ہونے لگے ان مین مرتضیٰ خان بڑھیچ بھی تھا اور وہ بھی علی قدر مراتب قدر دانی کرنے لگے نواب کے باپ کے نوکرون کو اِنسے بہت نفاق پیدا ہو گیا نواب کو بھی یہ باتین معلوم تھین اِس لیے کسی پر اعتبار نہ رہا۔ خود آرام طلب تھے کام کرنے سے گھبراتے تھے اِسلیے تمام کام سلطنت کا جان برسٹو صاحب رزیڈنٹ کے ہاتھ مین دیدیا تمام مُلک کے حل و عقد کا رزیڈنٹ کو اختیار ہو گیا اُنھون نے بھی سرکار کمپنی کی خیر خواہی کے کام کرنے کو ایسے بڑے وسیع مُلک کے معاملات مین اپنا دخل پیدا ہونا غنیمت جانا اور اُس کو لطیفۂ غیبی سمجھا برسٹو صاحب عقل کے پُتلے تھے اُنھون نے آصف الدولہ کو ایسا شیشے مین اُتارا اور اُن کے مزاج مین وہ دخل پیدا کیا کہ نواب علانیہ کہا کرتے تھے کہ مسٹر جان برسٹو میری جان ہے میرا بھائی ہے میرا مالک و مختار ہے جو کچھ وہ کہے کرو۔ کُل معاملات مالی و مُلکی و

آدمیون کو موقوف کر دیا اور شجاع الدولہ کے وقت کے لشکر کے پُرانے نوکر دیم
سے بھی بہت سے لوگوں کو برطرف کر دیا اور اکثروں کے لیے یہ مقرر کیا کہ سال مین
بارہ مہینوں کی جگہ آٹھ ماہ کی تنخواہ اُن کو ملا کرے اور بعض کی تنخواہ سال بھر میں
دس ماہ کی رکھی باقی سرکار مین بحیثت قرار دی چنانچہ مرتضیٰ خاں بریچ کے رسالے
کے نصف آدمیوں کو الگ کر کے بڑی کوشش سے نصف کو باقی رکھا۔ شاگرد پیشہ
مثلاً فراش۔ خدمتگار۔ چوبدار وغیرہ بھی ایک چوتھائی موقوف ہوے اور جس قدر
باقی رہے تھے اُنکی تنخواہ بھی عالم بالا پر تھی بھوکوں مرتے تھے۔ ہر ایک شخص تنخواہ
کے لیے داد بیداد کرتا پھرتا تھا اور کوئی کسی کا پُرساں حال نہ تھا۔ بلکہ جو لوگ
کہ سرداری کے مرتبوں کو پہونچے تھے وہ طعن و تشنیع سے رحموں پر نمک چھڑکتے تھے
جو رسالہ دار ایسے تھے کہ انگریزوں کی حمایت اُن کو حاصل تھی تو اُن کی تنخواہ مل جاتی
تھی مگر یہاں یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ زر نقد کے توڑے اُن کو رکھائے جاتے تھے بلکہ
وہ اس طرح ملتی تھی کہ سرکاری کپڑے اور پُرانے دُھرانے تانبے کے برتن اور
دوسری قابل نیلام چیزیں اُن کو تنخواہ کے عوض میں دی جاتی تھیں اور یہ مال سو
کا ہوتا تو ہزار میں کوت کر دیا جاتا۔ اس وقت نواب کی سپاہ کی حیثیت بے حد جرل
تھی اور جس کسی کو بھی ذرا سا تعلق ملازمت سے تھا اُسکی حالت روز محشر کے محرم
سے کم نہ تھی کوئی کسی کی دردمندی کی فکر نہیں کرتا تھا اور نہ کسی مستمند کی فریاد
سُنتا تھا جاگیرداراں قدیم کی جاگیریں ضبط کر لیں یہاں تک کہ بیگمات کی جاگیروں پر
بھی ہاتھ صاف کیا اس زمانے میں مرنے مین وہ تلنگے تھے جو ایک زمانے میں مال روٹی
کو بھی ترستے تھے صاحبزادگی کی حالت میں نواب کی اردلی میں رہے اور ناگفتہ بہ

رندگی سے اُنکے ساتھ منسوب تھی نکاح کیا اور اسکے بعد ذوالفقار الدولہ کے پاس چلے گئے۔ سیر المتاخرین مین لکھا ہے کہ ذوالفقار الدولہ نے مرزا کے قریب پہونچنے کی خبر سُن کر استقبال کیا اور کمال عزت کی کپڑوں اور جواہر کے خوان اور گھوڑے ہاتھی دیے اور دلجوئی کرنے لگا اور آمد و رفت میں بہت سا پاس ادب کرتا اگرچہ خود جاکر ملاقات کرتا سعادت علی خان کے تکلیف کھینچنے کا روادار نہ تھا۔ اگر اتفاقاً مرزا سعادت علی خاں اُس کے قیام گاہ پر چلے جاتے تو دروازے تک استقبال کرکے اپنی مسند پر بٹھاتا اور خود مودب نیچے بیٹھتا۔

ستیو پرشاد نے فرح بخش میں بیان کیا ہے کہ نجف خاں نے یہ تجویز کی کہ وزارت کی نیابت سعادت علی خاں کے لیے اور غسل خانے کی داروغگی مدارالدولہ کے لیے اور خانسامانی کی خدمت کرم قلی خان بن نصیرالدولہ کے لیے مقرر ہو۔ ایک دن سعادت علی خاں اکبرآباد مین اپنی ناکامیابی سے خفا ہو کر دریائے جمنا سے عبور کرکے شاہ درے مین جا اُترے اور ارادہ کیا کہ فوج جمع کرکے ریلی وغیرہ اقطاع روہیلکھنڈ پر قبضہ کریں ذوالفقار الدولہ نے اُنکے مزاج کی ناخوشی پر مطلع ہو کر کرم قلی خاں کو بھیج کر سعادت علی خان کو سمجھا کر لوٹایا اور راضی و خوش دل کر لیا اور ریاست وغیرہ تین محال انکی جاگیر مین مقرر کر دیے اور دو پلٹنیں کہ مقابلہ کرنیل مارکس کو رٹے اور آبادے کی طرف سے بھاگ آئی تھیں وہ سعادت علی خان کے سپرد کردین اور آصف الدولہ کو تحریر کیا کہ شجاع الدولہ کے عہد سے اقطاع روہیلکھنڈ سعادت علیخاں کے تحت حکومت ہیں مناسب یہ ہے کہ آپ بدستور وہ ملک مرزا کے سپرد کر دیں اگر آپ تعویق و اغماض کرینگے تو مرزا با ارادہ ناصواب کوئی حرکت کرینگے آصف الدولہ

کی طرف چلے گئے اُنکے ساتھ علامہ تفضل حسین خان اور انکا بھائی رحمت اللہ خان
اور دو تین پُرانے نواب کے نوکر جنھون نے ایسے وقت مین بھی ساتھ نہین چھوڑا تھا
اور مختار الدولہ کے چند قاتل تھے۔ بڑی کوشش کے ساتھ کڑی کڑی منزلین طے کرینگے
راستہ بھُول گئے گنوارون نے فتحپور کے پاس اُن کا مال و اسباب لوٹ لیا راہ بھولکر
مرزا سعادت علی خان گوہد کے علاقے مین پہونچے تفضل حسین خان کو میر مظہر علی خان
سے رابطۂ اتحاد تھا اور یہ شخص رانا چتر سنگھ کی سرکار مین بڑا اقتدار رکھتا تھا اس وجہ
سے گوہد کے علاقے مین تھوڑی دیر آرام کیا اور تفضل حسین خان نے میر مظہر علیخان کو
مرزا کے آنے سے خبر دی اُس نے فتوت کے اقتضا سے رانا کو خاطر داری و مہمانی پر
آمادہ کیا رانا اندھیری رات مین چند رفیقون کو ساتھ لے کر وہان آیا اور مراسم دلجوئی
و خاطر و مدارات کے ادا کیے اور قلعہ گوہد مین لے گیا اور مناسب وقت پیشکش گذرانا
نواب سعادت علیخان کو رانا کے حُسن سلوک سے بہت تسلّی حاصل ہوئی اور چند روز
یہان رہ کر کلفت سفر مٹا کر امیر الامرا ذوالفقار الدولہ نجف خان کے مُلک کو
جانے کا ارادہ کیا رانا نے اعزاز و اکرام کے ساتھ رخصت کیا اور اپنی کچھ فوج
حفاظت و رہبری کے لیے ہمراہ کر دی جس نے ان کو امیر الامرا کی سرحد تک پہونچا
دیا۔ جب کہ ایلچ خان کو سعادت علی خان کے اکبر آباد کے قریب پہونچنے کی خبر
ہوئی تو گھوڑے ہاتھی پالکی اور دوسرے سامان امارت ایک دو منزل پر بھیج کر
باوجود علالت کے استقبال کر کے کپڑون کے خوان اور گھوڑے ہاتھی اور اشرفیان
اور روپے نذر کیے اور بہت سامان مرزا کے پاس مقرر کر دیا اور بڑی خاطرداری
کی۔ چند روز مرزا اکبر آباد مین رہے اور مدار الدولہ کی بیٹی سے جو شجاع الدولہ کی

نوکر ہو اگر دونوں نمک حرام مارے گئے تو اپنے اپنے اعمال کا بدلا پایا تم کس واسطے بغاوت پر آمادہ ہوتے ہو بدستور اطاعت و فرمانبرداری پر ثابت قدم رہو میں ہر ایک شخص پر مہربانی رکھونگا اور بسنت علی خان سے زیادہ تمھارا خیال کروں گا جب ان لوگوں نے اپنے ولی نعمت کی زبان سے کلمات تسلی آمیز سُنے تو دل کو صبر و تسکین حاصل ہوا اور کمریں کھولدیں پھر نواب وزیر مختار الدولہ کی سپاہ میں گئے اور وہاں بھی افسروں کو بُلا کر دلدہی کی اور خار کلفت و ملالت اُن کے سینوں سے نکالکر اُن کی تسکین کی لیکن چشم زدن میں دونوں سرکاروں کے کارخانے اور سامان امارت لٹ کر برباد ہوگئے اور تمام قیمتی اشیا مفسد ہاتھوں ہاتھ اُڑالے گئے۔

نوارش علی خاں خواجہ سرائے مختار الدولہ کی لاش کو تجہیز و تکفین کے بعد آغوش لحد مین سونپا اور وہیں اٹاوے سے دو کوس نکل کر اُن کا مقبرہ بنوایا۔ اور بسنت علی خاں کی فوج کے آدمیوں نے اُسکی لاش کو ٹکڑے ٹکڑے کر دوسرے اُٹھایا اور خاک مین ملایا۔ اور کھانے تقسیم کیے۔ مختار الدولہ نے لکھنؤ میں دریائے گومتی کے پاس جہاں حسن باغ اور سیدوں کا احاطہ تعمیر ہے لاکھوں روپے کے مصارف سے مظفر حسین خاں کے اہتمام میں عالی شان عمارات بنوائی تھیں اور سیدوں کا احاطہ اُس زمانے میں مختار الدولہ کا احاطہ مشہور تھا۔ اُن عمارات میں سے اکثر منہدم ہوگئیں اور کچھ ضبط ہو گئیں۔

سیر شاہ فرح بخش مین لکھاہے کہ نواب آصف الدولہ نے بسنت علی خاں کا علاقہ مرزا حسن رضا خاں اور راجہ جگنّاتھ داماد راجہ صورت سنگھ کے سپرد کردیا

فرمایا کہ ہمنے اس کو پناہ دی ہے۔ تاریخ مظفری مین ہے کہ جب بڑے مرزا نے سُنا کہ
بسنت علی خان مارا گیا تو ڈھال تلوار لے کر آصف الدولہ کے ہان پہونچا اور بسنت
کی لاش کو دیکھ کر کہا کہ اِس کو کس نے مارا ہے حاضرین مین سے ایک شخص غصے کے ساتھ
بولا کہ مین نے مارا ہے بڑے مرزا نے اُس کو وہین مُلک عدم کو پہونچایا نواب نے
یہ حال دیکھ کر کہا کہ ہمارے سامنے سے چلا جا اُس نے عرض کیا کہ اگر کوئی مجھ سے
متعرض نکرے گا تو مجھے بھی کسی سے پرخاش نہین وزیر نے کہا کہ جا تجھ سے کسی کو
کام نہین وہ وہان سے چلا گیا۔ اور شیو پرشاد کی فرح بخش سے معلوم ہوتا ہے
کہ بڑے مرزا نے نواز سنگھ کو زخمی کیا اور صحیح و سلامت دربار سے نکل کر اپنے خیمے
مین آیا اور گھوڑے پر سوار ہو کر اپنی جان و مال کی سلامتی سے اکبر آباد کو ایلچ خان
کے پاس چلا گیا اس عرصے مین بسنت علی خان کی پلٹنین جو نواب وزیر کے مقتول ہونے
کی منتظر تھین سراپردے تک آپہونچین۔ اور مختار الدولہ کی فوج بھی انتقام کیلیے
تیار ہوگئی اور قریب تھا کہ ان دونون فوجون مین تصادم ہو کر لشکر لٹ جائے
اس وقت لشکر مین ایک تلاطم برپا تھا بازاری اور دوکاندار اور سپاہی سردار
اپنی اپنی اشیاے نفیس اُٹھا اُٹھا کر اُفتان وخیزان چارون طرف بھاگنے لگے
سردارون کی عورتین ضیق فرصت کی وجہ سے سواری کی تیاری کی راہ ندیکھ کر
برہنہ پا خیمون سے نکل کھڑی ہوئین قریب تھا کہ بدمعاش لوٹ مار شروع کردین مگر
نواب وزیر ہمت کر کے سب کی تسلی کے لیے ہاتھی پر سوار ہو کر سراپردے سے باہر نکلے
الور خان خواجہ سرا جو مختار الدولہ کا نائب تھا خواصی مین تھا اول بسنت علی خان
کی سپاہ مین گئے اور افسرون کو بُلا کر اُنپر بہت مہربانی کی اور فرمایا کہ تم سرکار کے

اشارہ کیا کہ اس کو قتل کر ڈالیں اور خود بھی اپنے ہاتھ کا نتیجہ اُس پر حالی کیا
نواز سنگھ اور ہولاس سنگھ اور موتی سنگھ وغیرہ مردم حضوری نے جو نسبت سے
دشمنی رکھتے تھے فوراً تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور سر تن سے اُڑا دیا اور قتل کرنے
کے بعد گالیاں دے کر پاپوش کاری بھی کی اور نواب وزیر فوراً اُٹھ کر جیسے کے
بالاخانے پر جس پر کبوتر خانہ تھا پہونچے۔ خواجہ غلام محمد خاں عرف بڑے مرزا جو
نسبت علی خاں کا بھانجا مشہور تھا اور بعض نے چچا یا خالو بتایا ہے اکثر دربار
میں آیا کرتا تھا قضارا اُس وقت بھی آن پہونچا اور نسبت علی خاں کو مقتول دیکھ کر
متحیر اور غضبناک ہوا اور پیچ جو کمر میں تھا میان سے نکالکر نواز سنگھ کی کمر میں مارا
اگر ٹپکا نہ بندھا ہوتا تو دو ٹکڑے ہو جاتے غلام علی خاں جو مچاچ کے نام سے
مشہور تھا اور اُس زمانے میں نواب کا مورد کرم تھا تلوار میان سے نکالکر خواجہ غلام محمد
کے سامنے آیا خواجہ نے اُسکے تلوار ماری وہ بھاگ نکلا نواب کے سب آدمی بھاگنے
لگے وہ بالاخانے پر پہونچا۔ خانی خان بھی تلوار اور ڈھال لے کر سامنے آیا اور
کہا کہ ارادہ کیا ہے جس راستے سے آیا ہے اُدھر ہی چلا جا اور نواب مطلق اپنی جگہ
سے حرکت نکر کے خواجہ سے بولے کہ کیوں کھڑا ہے اُسنے عرض کیا کہ پاس نمک کرتا
ہوں ورنہ ہندوستان کو بے چراغ کر دیتا فرمایا کہ چلا جا عرض کیا کہ اس شرط سے
جاؤں گا کہ کوئی مجھسے متعرض ہو یہاں سے آبرو کے ساتھ نکل جاؤں فرمایا کہ
نواب مرحوم کی روح کی قسم کوئی تجھسے متعرض نکرے گا وہ آداب بجا لاکر باہر نکلا
جوتے بھول گیا تھا لوٹا اور جوتے پہنکر چلا گیا۔ جب بڑے مرزا کبالا خانے سے
تلے اُترا تو جوکی کے خاص برداروں نے چاہا کہ بندوقوں پر دھرلیں نواب نے

قتل کرکے سعادت علی خان کو اُن کا قائم مقام کردے محافظون نے کمپنیون کو روک لیا اُسے تنہا جانے دیا جاسوسون نے پہلے سے نواب کو خبر کردی تھی کہ یہ واقعہ گذرا ہے اور بسنت علی خان ادھر آرہا ہے وہ نہایت پریشان ہوے دربانون نے اُسے روک کر نواب کو اطلاع کی تو اُنھون نے تنہا بلایا بسنت علی خان اُس وقت نشے مین اپنے آپ سے بھی بے خبر تھا اور تدبیر کار سے غافل۔ شمشیر برہنہ در دست عین نشے مین آکر تسلیم مبارکباد عرض کی کہ حضور کے دشمن[۱] کو حسب الحکم قتل کیا۔ آصف الدولہ بے حد مسرور ہوئے[۲]۔ مگر ظاہرداری کے واسطے تاکہ مخلوق مین مطعون ہون غضب آلودہ ہوکر کہا کہ اے نمک حرام ابتو نے یہ کیا غضب کیا تجھکو کس نے اجازت دی تھی بسنت علی خان نے نواب کا مزاج برہم دیکھ کر عرض کیا کہ راجہ جھاؤلال کے فلان ہمراہی نے اُس بے گنہ کو مار ڈالا ہے اور تاریخ مظفری مین لکھا ہے کہ بسنت علی خان نے یہ جواب دیا کہ کسی کے حکم پر کیا موقوف تھا جبکہ اُس کو آقا کا دشمن پایا مار ڈالا۔ سیرالمتاخرین سے معلوم ہوتا ہے کہ بسنت علی خان کو شمشیر بکف دیکھ کر آصف الدولہ نے اپنی جان کے خوف سے کہا کہ شمشیر برہنہ کیون آتا ہے کیا میرا ارادہ رکھتا ہے وہ بغلین جھانکنے لگا اور دیکھا کہ راجہ نوازسنگھ اور خانی خان اور چند اشخاص نواب کے پاس مسلح کھڑے ہین وقت ہاتھ سے جاچکا تھا عرض کیا کہ کیا مجال کہ نمک حرامی کرون آصف الدولہ نے فرمایا کہ تلوار پھینکدے اُسنے دور ڈالدی جب نہتا ہوگیا تو آصف الدولہ نے لوگون کو

---

[۱] دیکھو سیرالمتاخرین ۱۲

[۲] دیکھو فرح بخش مؤلفہ شیو پرشاد ۱۲

اُنکے بے طاب اور مُسلح آنے سے کسی قدر مستی سے ہوش مین آگئے اور زور سے کہا کہ ہاں پکڑو یہ ہے، وہان کون تھا کہ اُنکی مدد کو پہونچتا یا ایسی سختی مین اُن کا سر ملتا اور تاریخ شاہیہ مین پانچ آدمیوں کا قتل کے لیے آنا لکھا ہے اسمین سے میر فضل علی اور میر طلب علی اندر آگئے تھے اور باقی تین آدمی باہر کھڑے رہے تھے مختار الدولہ سمجھ گئے کہ یہ مجھے قتل کرنے کو آئے ہین ایسی جگہ سے دروازے کی طرف لپکے میر فضل علی نے دوڑکر پہلو مین کٹار ماری مختار الدولہ نے دونون ہاتھ اُس کی کمر مین ڈالکر پکڑ لیا اور ایسے کودے کہ دونون حوض مین جا پڑے لیکن اُن کا کام کٹار سے تمام ہو چکا تھا پھر میر طلب علی نے پہونچکر چند پیش قبض مارے اُنکی جان نکل گئی سر کاٹ کر زمین پر ڈالدیا یہ واقعہ ۲۷ صفر ۱۱۸۹ھ ہجری یوم چہارشنبے کو مقام اٹاوہ مین ظہور میں آیا تھا ایک سال ۲ ماہ ۸ دن کاریاست انجام دیا میر محمد یعقوب نے اس سانحہ کی تاریخ کیا مزہ دار موزون کی ہے ؎

قتل مردے بود نامردے

کسی اور شخص نے اُن کے مقتول ہونے کی تاریخ تعمیہ کے ساتھ یون نظم کی ہے۔

مرتضےٰ خان شہید اکبر ستد ۔۔۔ از جفائے سپہر گردش شوم
سر قاتل گرفتہ ہاتف گفت ۔۔۔ سر تاریخ سید مظلوم

بعض خدمتگار جو حاضر تھے قتل کے خوف سے جان بچاکر نکل گئے اور خیمے مین خبر پہونچائی بسنت علی خان خواجہ سرا دو تین کیبی کے تیار و مسلح آصف الدولہ کے پاس آیا اور اپنی فوج کو مع توپخانہ تیار کرآیا تھا منشا اُسکی یہ تھی کہ نواب کو

بھرا ہوا تھا مختار الدولہ سفید باریک کرتا پہنے تھے دونون پانون حوض مین ڈالدیے یوسف خواجہ سرا کہ نہایت حسین تھا اور شجاع الدولہ کا منظور نظر تھا پانون ملنے کے لیے بلا لیا گیا۔ ایک گھڑی نگذری تھی کہ ایک چوبدار آیا اور بسنت علی خان سے کہنے لگا کہ خوان تیار ہین مختار الدولہ کو اُس کا یون بے حجابانہ چلے آنا ناگوار گذرا ناراض ہوے اور کہا کہ یہ کونسا وقت دسترخوان لگانے کا ہے بسنت علی خان نے عذر کیا جب دوپہر ہوئی مختار الدولہ نے خدمتگارون کو بھی رخصت کرکے ارادۂ خواب آخرت فرمایا یہان تک کہ کوئی پاس نرہا شراب کی زیادتی کی وجہ سے مدہوش تھے اور بعض روایتون سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض خدمتگارون کو رخصت کردیا تھا اور بعض موجود تھے یا یہ ہو کہ تہ خانے کے دروازے پر بعض خدمتگار حاضر رہے ہون اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ روایت صحیح ہے کہ تہ خانے مین آنے سے پہلے کھانے سے فارغ ہوچکے تھے۔ بعض اقربائے مختار الدولہ مؤلف سیر المتاخرین سے کہتے تھے کہ شراب مین زہر ملایا تھا اگر نہ مارتے تو بھی زہر سے مرجاتے۔ شیو پرشاد نے فرح بخش مین لکھا ہے کہ جب وہ سو گئے تو راجہ جھاؤلال کے مغلون نے بسنت علی خان کے ایما سے چھری سے کام تمام کردیا اور سیر المتاخرین مین ہے کہ میر مراد علی اور اُسکے بھائی نے مع دوتین اور ہمراہیون کے منکر ونکیر کی صورت تہ خانے مین آنکر ٹکڑے ٹکڑے کرڈالا تاریخ تیموریہ اور تاریخ شاہیہ مین ذرا اس کو تفصیل سے لکھا ہے کہ مختار الدولہ کے قتل سے پہلے بسنت علی خان نے بناوٹ سے اپنے آپکو بدمست قرار دیا اور انگڑائیان لیتا اور قے کرتا باہر نکل گیا اُس وقت سات آدمی جو تہ خانے کے دروازے پر منتظر کھڑے تھے اندر آنے لگے مختار الدولہ

دوست صادق نظر آتا تھا سنت علی خان نے اُس وقت بعض اپنے مخلصون کو کہ اُن
مین سے میر قدرت اللہ کے دونون بھانجے مراد علی اور لطف علی تھے مطلع کیا کہ
قتل مختار الدولہ کا عزم ہے جب مختار الدولہ لسنت علی خان کے خیمے پر پہونچے
تو اُس نے سر دروازہ تک استقبال کیا اور نہایت تواضع کے ساتھ سواری سے
اُتار کر مسند پر لا بٹھایا اور نذر دکھائی جس قدر جمعیت جلو اور سواری کی ہمراہ تھی
مختار الدولہ نے اُس کو رخصت کر دیا وہان پر سوائے چند طوائفوں کے اور کوئی نہ تھا
اور جلا لو طوائف بھی جو مختار الدولہ کی مرغوب تھی وہان موجود تھی اور سونا ود
مُن قوال جو نہایت خوش گلو تھے حاضر ہوئے مختار الدولہ کے ساتھ کئی آدمی
ایسے بھی تھے کہ وہ بوجہ تقرب کے خیمے کے اندر چلے آئے تھے اُنکو بھی مبالغہ و تاکید
کے ساتھ واپسی کی اجازت دی یہ سب اندر سے چلے آئے اور باوجود مختار الدولہ
کے تقید کے اپنے اپنے مقاموں پر حیرت زدہ سے بیٹھ گئے اس زمانے مین گرمی شدت
سے پڑتی تھی اور لو چلتی تھی لشکر مین اکثر امیرون نے تہ خانے بنوائے تھے لسنت علی خان
نے بھی ایک تہ خانہ بنوا کر فرش و اسباب وغیرہ سے آراستہ کیا تھا جب دھوپ
تیز ہوئی تو مختار الدولہ کو تہ خانے میں چلنے کی تکلیف دی اُن کا جام حیات لبریز
ہو چکا تھا اُنھیں لسنت کی خبر تو تھی نہین اپنے پیرون سے قبر مین اُترے عرض کہ
درباری کپڑے اُتار کر آرام تمام استراحت فرمائی اُن کی محبوبہ دلنواز بھی حاضر تھی
اور لسنت علی خان بھی وہاں موجود تھا مختار الدولہ کی منشا ایسی پائی گئی تھی
کہ کوئی اور یہاں نہ رہے اسلیے صرف یہ تین شخص اور کچھ خدمتگار اُس جلسے میں رہے
دور ساغر کا رنگ جما اس تہ خانے مین دوا سے جاری تھے اور ایک حوض پانی سے

صادر ہوتے تھے نواب اُنکی حرکات وسکنات سے تنگ آگئے تھے اسلیے اُنکی گرفتاری وقتل کے درپے تھے بسنت علی خان جو نواب آصف الدولہ کا رازدار تھا اُن کے ارادے اور منشا پر مطلع ہو کر مختار الدولہ کے قتل پر آمادہ ہو گیا بلکہ خاص آصف الدولہ کی اجازت سے اس کام پر مستعد ہوا اور مختار الدولہ کی دعوت پر عداوت مقرر کی۔

القصہ بسنت علی خان نے مختار الدولہ سے نہایت عجز ونیاز کے ساتھ عرض کیا کہ بندہ بسبب نحوست ایام کے چند روز تک آپکی نظرون مین مردود رہا گو بعد اسکے نصیب کی یاوری سے مورد عنایت ہوا لیکن ابتک ہمچشمون مین حرمت وعزت نہین ہے اور تمام لشکر مین انگشت نما ہے آپکی عنایت سے مرتبہ غلامی کو پہونچا اس لیے آرزومند ہون کہ غریب خانے پر تشریف لے جاکر ہمسرون مین سربلند فرمایئے مختار الدولہ اس وقت کسی کو دنیا مین اپنی برابر نہین جانتے تھے اور موت کا وقت قریب آپہونچا تھا اسلیے بلا تامل منظور کر لیا اور کہا کہ کل ماہ صفر کا آخری چہارشنبہ ہے ہم سیر کے لیے سوار ہونگے واپسی کے وقت تمھارے ڈیرے مین اُترکر ایک دن اور ایک رات وہان تفریح وتماشے مین بسر کرینگے۔

بسنت علی خان نے سامان دعوت کی تیاری کی اور عُمدہ عُمدہ کھانے پکوائے۔ مختار الدولہ دوسرے دن دربار مین آکر آصف الدولہ سے رُخصت ہوے اور نواب کی تمام فوج کو جلو مین لے کر سیر وتفریح کے لیے سوار ہوے مُراجعت کے وقت بسنت علیخان کے ڈیرون کی طرف آئے مختار الدولہ کے بعض ہوا خواہون نے منع کیا کہ وہان نجانا چاہیے لیکن قضا نے اُنکی آنکھون پر غفلت کے پردے ڈالدیے تھے کچھ سماعت نہ کی دشمن جانی

کا مورد عنایت ہو اور باطنا مرزا سعادت علی خان سے سازش کی کہ جب بندہ
مختار الدولہ کو مار کر آئے تو تم مع چند ہمراہیوں کے سوار ہو کر پہونچ جانا بندہ
آصف الدولہ کے پاس پہونچکر اُن کا کام بھی تمام کر دے گا اور آپ کو مسند ریاست
ملجائے گی جب یہ مشورہ طے پا گیا تو بسنت علی خان نے از سر نو مختار الدولہ سے
براہ مکر و فریب ملاپ کیا۔

فرح بخش میں میتھو پرشاد نے ذکر کیا ہے کہ مختار الدولہ کو نیابت حاصل ہوے
عرصہ نہ گذرا تھا کہ اعیان سلطنت کے استیصال پر کمر باندھی اور بتدریج ہر ایک کو برباد
کر دیا اور جو جو ہاتھ لگا اُس کو قید کر کے بڑی سختی اور عذاب کے ساتھ ہلاک کیا اول جو
اُنکے پنجے سے جان بچاکے گیا وہ ایلچ خان ہے کہ رنگ صحبت بدلا ہوا دیکھکر حصول خلعت
وزارت کے بہانے سے دہلی کو چلا گیا اور مختار الدولہ کی درانداری کی وجہ سے
بادشاہ کے ہان سے بدون حصول خلعت اکبر آباد کو نواب ذوالفقار الدولہ کی حمایت
مین چلا گیا۔ دوسرا محمد بشیر ہے کہ جب اُس نے دیکھا کہ مختار الدولہ میری بربادی
کے درپے ہیں تو بہتر گڈھ علاقہ نجیب آباد سے کنارہ کشی کر کے اکبر آباد کو چلا گیا
تیسرا انوپ گر گوسائیں ہے کہ وہ اٹاوے سے بھنڈ کے انتظام کا بہانہ کر کے آصف الدولہ
سے رخصت حاصل کر کے چلا گیا اور بھنڈ کو تاراج اور لوٹ کر ذوالفقار الدولہ کے پاس
پہونچا۔ رگنہ فتح آباد اور سعد آباد اسکی جاگیر مین ذوالفقار الدولہ نے مقرر کیا۔

انقلاب روزگار دیکھیے کہ تھوڑے دنون سے نواب آصف الدولہ کے مزاج مین مختار الدولہ
کی طرف سے کدورت آگئی تھی اور مختار الدولہ کی طرف سے بھی روز بروز وہ حرکات
جو آصف الدولہ کی رنجش اور خفگی کا باعث ہوتین ظہور مین آتیں اور آزار نا فرمانی

بٹھا کر اپنے خیمے مین لائے - ابھی ان کی سواری خیمے مین نہ پہونچی تھی کہ بسنت علیخان
وغیرہ نے یہ خبر سُن لی اور اُن پر پریشانی نے ہجوم کیا بسنت علی خان تو سلامی دیکر
بھاگ کر اپنی فوج مین جا چھپا اسی طرح اور بھی روپوش ہوگئے فقط راجہ جھاؤلال
کی شامت سر پر سوار تھی حاضر رہا اُس کو نواب نے بلا کر مختار الدولہ کے حوالے کیا
اور فرمایا کہ اس کو قید رکھو - مختار الدولہ نے جھاؤلال کو ایک خیمے مین قید کر دیا
فقط اسی قدر ممانعت کی کہ قلمدان اور ہتھیار اس کے پاس نہ جانے پائین اور
پہرہ سر پر رہے اسکے سوا عمدہ کھانون اور کپڑون اور ناچ گانے مین کوئی فتور نہ تھا
مختار الدولہ کا نائب انور علی خان خواجہ سرا خود جھاؤلال کے ڈیرے پر پہونچا اور
تمام مال و اسباب اُس کا ضبط کر لیا اور رڈوا[1] باولی طوائف جو اُسکی محبوبہ تھی اُسے پابزنجیر
کرکے اپنے کیمپ مین لے آیا اور ایک چھوٹے خیمے مین قید کر دیا - چند روز کے بعد مختار الدولہ
نے نواب وزیر الممالک کو اپنے اوپر متوجہ دیکھ کر عرض کیا کہ حضور کے چند نوکر میری جان
لینے کے درپے ہین اگر حضور کو فدوی کی خاطر منظور رہے تو اُن کی جوابدہی کا معاملہ
میرے سپرد کر دین نواب نے اجازت دی کہ جس طرح مناسب سمجھو اپنے حریفون کو
شکنجۂ عذاب مین کھینچو بسنت علی خان کو اب پورا یقین ہوگیا کہ مختار الدولہ مجکو قید
کرینگے اُن کے چنگل سے رہائی مشکل ہے تو اپنے چند دوستون کے مشورے سے
کلام اللہ ہاتھ مین لے کر مختار الدولہ کے پاس گیا اور قسم کھائی کہ مجکو اطاعت کے سوا
کوئی بات منظور نہین - مختار الدولہ نے اُسکے ہاتھ سے کلام مجید لے لیا اُسنے تلبیس و فریب
کی راہ سے مختار الدولہ کے طشت کا پانی جس مین اُنھون نے پاؤن دھوئے تھے
لے کر پی لیا مختار الدولہ باوجود مخاصمت کے اُسکی ارادت کے ایسے مفتون ہوے

[1] یہ لفظ کتابون مین اکثرین حرف نسخے لکھا ہوا پایا ۱۲

یہ بات غلط نکلے تو امیدوار ہون کہ جناب عالی اُن مفسدہ پردازوں کے نام سے
اطلاع فرمائیں کہ میں اس قدر روپیہ اُن سے لے کر سرکار عالی مین حاضر کروں یہ امر
بھی دولت خواہی سے خالی نہین ۔ نواب نے اُس وقت ہر ایک کا نام بتلا دیا۔
مختار الدولہ نے عرض کیا کہ میری دولت خواہی یہ ہے کہ ایام صاحبزادگی مین
کارخانہ سرکار کا جو نہایت ابتر تھا کچھ انتظام کیا دوسرے نواب شجاع الدولہ
سے حضور کی جاگیر کی سند مستردکی جس سے سرکار کے کارخانے کو خوب رونق ہوئی
تیسرے مسند نشینی کے وقت سب اعیان ریاست یہ کہتے تھے کہ آصف الدولہ عیاش
اور صاحبزادہ مزاج ہیں ریاست کی لیاقت نہیں رکھتے دولت خواہ نے اُس وقت
کرنیل کلیس اور مسٹر کالوسی کو برخلاف مسٹر بھولیر صاحب کے حضور کی مسند نشینی
کے لیے آمادہ کیا جو تھے محمد ایلچ خاں دلی سے خلعت نہ لاسکا میں نے بدون صرف روپے
کے وہان سے خلعت حاصل کر دیا اور بادشاہ قندھار سے بھی خلعت منگا دیا اُس وقت
کسی شخص نے خیر طلبی اور دولت خواہی کا دعوے نہ کیا۔ اب جملہ انتظام پورے
ہو چکے تو ہر ایک خیر خواہی بگھارنے لگا بہرصورت ان باتوں کا انصاف حضور کے ہاتھ
مین ہے اگر ان باتوں پر بھی مزاج عالی مین کدورت ہے تو اس ریاست سے نان جوین
ہزار درجہ بہتر ہے زیادہ ہوس نہین ۔ جب تک جناب عالی محاسبہ لین مجھ دولت خواہ
کو تکلیف نوکری معاف ہو رزیڈنٹ نے بھی اقرار ضمانت کیا ۔ یہ باتیں ہو چکیں
تو نواب وزیر نے مختار الدولہ کو آغوش لطف مین لے کر فرمایا کہ مَیں ہمیشہ تم سے
رضامند رہا اور اب بھی خوش ہوں اور کوئی خلاف خیال نکرو اور اس وقت
میرے ساتھ چل کر اپنے مخالفون کو مجھ سے لو چنانچہ مختار الدولہ کو اپنی خواصی میں

کشتی

مختار الدولہ کو اُن کے منصوبۂ قتل سے اطلاع دی بلکہ مدت تک یہ بار گران پیاری بیگم
اور اقبال الدولہ زوجہ و پسر مختار الدولہ کی گردن پر رکھا کہ مین نے مختار الدولہ
کو قاتلون کے ہاتھ سے بچایا ورنہ اُسی وقت کام تمام ہوچکا تھا۔ غرض یہ کیفیت سُنکر
مختار الدولہ اندیشہ مند ہوے اور صبح کے وقت نواب کے پاس نہ گئے دو مرتبہ
سرکاری عصا بردار بھی بُلانے کے لیے آیا۔ مختار الدولہ نے کسل طبیعت کا عذر
کر دیا جب تیسری بار عصا بردار یہ پیام لایا کہ جو طبیب و علاج تمھارے گھر مین
مہیا ہے وہ یہان بھی موجود ہے۔ مناسب ہے کہ جلد آؤ جناب عالی تمھارے انتظار
مین ابھی تک خوابگاہ سے برآمد نہین ہوے۔ تو مختار الدولہ نے مجبور ہو کر
چھ سات سو سوار کارگذار اور اکثر عزیز و اقارب اپنے ساتھ لیے اور پہلے مسٹر
جان برسٹو رزیڈنٹ کے پاس گئے کہ اُس کو فی الجملہ اپنی کیفیت سے مطلع کرین
یہ معاملہ سفر مقام اٹاوہ مین پیش آیا تھا نواب آصف الدولہ کو جو یہ خبر ہوئی
تو وہ بھی سوار ہو کر فی الفور جان برسٹو کے ڈیرے پر پہونچے۔ نائب اور منیب
کے پس و پیش پہونچنے مین چند منٹ کا تفاوت واقع ہوا ابھی مختار الدولہ
نے باتین شروع کی تھین کہ نواب وزیر کی آمد آمد کی خبر ہوئی۔ مختار الدولہ
اور صاحب رزیڈنٹ نے استقبال کیا۔ نواب نے مختار الدولہ کی طرف مخاطب
ہو کر فرمایا کہ ہمنے کیا بدی کی تھی کہ تمنے ہمارا دو تین کروڑ روپیہ خراب کیا اور
اُس کا حساب نہ سمجھایا۔ مختار الدولہ نے یہ اشارہ سُنکر اپنی مہر جان برسٹو صاحب
کے حوالے کی اور جواب دیا کہ صاحب میرے ضامن ہین ایک کروڑ دو کروڑ روپے
تک جو میرے ذمّے ثابت ہون مین اُن کے ادا کرنے کو حاضر ہون لیکن جس وقت

بعض اہل تحقیق نے اس واقعہ کی اصلیت یون بیان کی ہے اور یہ حال اُن لوگون سے زباں بزبان سُنا ہے جو اُس وقت مین ریاست مین اقتدار رکھتے تھے کہ مختارالدولہ شیرازی نشو ونما کے بعد ایران سے آئے تھے نشہ شراب غرور ونخوت جو لازمہ اہل ایران ہے آنکھوںمیں چڑھا ہوا تھا اہل ہند سے اختلاط کم رکھتے تھے اُمراسے نہایت کج ادائی کے ساتھ مُلاقات کرتے تھے باقی ملازمان نواب وزیراُن کی نظروں میں کب جچتے تھے۔

راجہ جھاؤلال اور بسنت علی خاں نے ایکدن نواب وزیر سے عرض کیا کہ ہم لوگ جو حضور کے ساتھ بزم شراب گرم کرتے ہین تو یقین ہے کہ مختارالدولہ ہمکو آب شمشیر سے سرد کر دینگے جب یہ وار خالی گیا تو مکرر پھر عرض کیا کہ کرور روپے کا محاسبہ مختارالدولہ سے لیا چاہیے اسپر بھی نواب نے التفات نہ کیا جب کسی شمشیر تدبیر نے جوہر نہ دکھائے تو انھوں نے یہ مشورہ قرار دیا کہ جس وقت سرکار عالی بستر خواب سے آنکھ کھولتے ہین تو مختارالدولہ آتے ہین اور نواب انکی صورت دیکھکر آنکھ کھولتے ہین اور کیسیان سلامی کے لیے رونمائے مین آتی ہین بہتر یہ ہے کہ اُس دم مختارالدولہ کے گولی ماردی جائے نواب وزیر کو اس مشورے پر اطلاع نہ تھی۔ مرزاحسن رضاخاں سرفرازالدولہ بھی اس مشورے مین شریک تھے اوران سے اور مختارالدولہ سے قرابت تھی اور صورت اس قرابت کی یہ ہے کہ نواب علی مردان خان شاہجہانی کے پوتے نواب کلب علی خان کی چند لڑکیان تھین انمین سے ایک لڑکی مرزاحسن رضاخاں سے بیاہی تھی ایک لڑکی مینڈو بیگم سید صاحب ابن سید مصطفےٰ المخاطب بہ مصطفوی خان سے معقد تھی اس مینڈو بیگم کی ایک بیٹی پیاری بیگم نامی مختارالدولہ کی زوجیت مین تھی۔ اس قرابت قریبہ کی وجہ سے مرزاحسن رضاخان نے

# مختارالدولہ کے قتل کے لیے سازش ہونا اور اُس کا کھُل جانا

جس زمانے مین کہ مختارالدولہ قتل ہوے تو یہ بات مشہور ہوئی تھی کہ نواب آصف الدولہ کے خاص اشارے سے مختارالدولہ مقتول ہوے۔ تاریخ مظفری اور ملخص التواریخ مؤلفہ فرزند علی اور فرح بخش مؤلفہ شیو پرشاد اور سیر المتاخرین سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آصف الدولہ کی اُن کے قتل پر مرضی تھی۔ مگر بعض صاحب کہتے ہین کہ یہ بات محض افترا ہے۔ مؤلف عماد السعادت بھی لکھتا ہے کہ جس وقت مرزا محمد امین بن مرزا محمد یوسف کور نے آصف الدولہ سے عرض کیا کہ مین مختارالدولہ کو درمیان سے اُٹھاتا ہون تو نواب ممدوح نے اجازت نہ دی اور نواب سالار جنگ نے بھی جنکی بیٹی مختارالدولہ کے فرزند سے منسوب تھی ایک دن امتحاناً نواب وزیر سے پوچھا کہ مختارالدولہ کے قتل کے باب مین کیا حکم ہے اُس وقت بھی آصف الدولہ راضی نہ ہوے اگر آصف الدولہ کو مختارالدولہ کا موقوف کرنا مد نظر ہوتا تو کون روک سکتا تھا پھر قتل کرانے کی کیا وجہ تھی۔ اور تاریخ شاہیہ نیشاپوریہ مین یون ہے کہ مرزا محمد امین کور کو نواب نے یہ جواب دیا تھا کہ اگر تم خود مارنا چاہو تو مار ڈالو تم جانو اور تمھارا کام جانے تم بھی سید ہو اور وہ بھی سید ہین آپس مین خوب نپٹ لوگے اگر میری اجازت سے قتل کرنا چاہتے ہو تو مین ایک سید کے قتل پر راضی نہین بیچارے نے تمھارا کیا لے لیا ہے مرزا امین نے پھر کچھ نہ کہا۔ چونکہ مختارالدولہ کی اجل آچکی تھی نواب آصف الدولہ کو رنجیدہ کر دیا اور بعضے ایسے کام جو نواب کو ناپسند تھے کیے اور ایک بار جان برسٹو کے سامنے نواب سے مباحثہ کیا (انتہیٰ)۔

قیام گاہ کے قریب پہونچا تو مختار الدولہ نے مع خدم وحشم کے استقبال کرکے فرمان بادشاہی برپا کی۔ اور نواب نے بھی استقبال کیا اور خلعت پہن کر باپ دادا کے خطاب سے معزز ہوئے۔ اور اس عطیہ کے شکرانے میں محفل آراستہ کی اُسی دن مختار الدولہ مارے گئے۔ نذر میں ایک لاکھ روپے اور تفریح الاخبار کی روایت کے مطابق دو لاکھ روپے نقد اور دس گھوڑے اور کئی ہاتھی جن پر طلائی اور چاندی کی مطلا عماریاں تھیں اور یورپ کی بہت سی عمدہ چیزیں اور ہر قسم کے تحف دہرا یا اور اسباب وسامان مع چیتر اور تخت رواں کے مرزا خلیل اور نیاز علی خان کی معرفت بادشاہ کو بھیجے اور قطب الدین خان کو خلعت ملبوس اور سرپیچ جواہر اور جیغہ مکلل اور مالائے مروارید اور ایک ہاتھی اور آٹھ ہزار روپے دیے۔ اور راجہ دیا رام کو بھی خلعت دیا اور اُن کے رفقا کو علی قدر مراتب دو شالے عطا کیے اور بادشاہ کے پاس رخصت کیا اور ذوالفقار الدولہ کے لیے اپنی نیابت کا خلعت مع فیل دعماری زر اور سائبان اور زر لفت کی جھول اور اسپ کے بھیجا اور مجد الدولہ کے لیے دو ہاتھی اور ایک گھوڑا روانہ کیا۔

بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ مختار الدولہ نے ایک خلعت آصف الدولہ کے لیے شاہ درانی سے بھی حاصل کیا اور دونوں بادشاہوں کے ہاں سے مختار الدولہ کو بھی خلعت ملے۔

تاریخ مظفری سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ عالم نے آصف الدولہ کو مسند نشینی کے بعد ہزبر جنگ خطاب دیا تھا۔

---

سلہ دیکھو مرآت آفتاب نما ۱۲

نوابی کرتے تھے خزانہ اُن کا خالی تھا سپاہ کی تخفیف کرنا چاہتے تھے عادتین اُن کی بُری تھین گھر مین بھی فساد تھا باہر بھی ملک مین بدنظمی ہو رہی تھی غرض ایسے ہنگامے برپا ہو رہے تھے کہ جس سے نواب کو خود اندیشہ اور رفیق انگریزون کو خوف تھا۔ ۱۷۸۷ء کے موسم سرما مین یہ افواہ اُڑی کہ شاہ عالم اور مرہٹے اور رہیلے اور سکھ مرزا نجف خان کے رفیق بن گئے ہین۔ آصف الدولہ پر حملہ کرنے کو چلے آتے ہین۔ گورنر جنرل نے نواب کو سمجھایا کہ وہ نجف خان سے آشتی کر لین جس سے یہ مصیبت سر سے ٹلے۔ آصف الدولہ کو ابتک وزارت کا خطاب بادشاہ کے ہان سے نہ ملا تھا۔ اگرچہ اُس کا ملنا نہ ملنا برابر تھا مگر وہ اُس خالی خطاب کے لیے بیتاب تھے مختار الدولہ نے مجد الدولہ سے سازش کر کے اپنے خاص ذریعہ سے خطاب و خلعت وزارت منگانے کا بندوبست کیا پیشکش اور پانچہزار سپاہ بادشاہ کے پاس بطور کمک بھیج کر یہ خطاب حاصل کیا چنانچہ خلعت وزارت مع جواہر اور قلمدان طلائی مرصع اور فیل و اسپ خاصہ کے آصف الدولہ کے لیے بادشاہ کے ہان سے روانہ ہوا۔ یہ خلعت ۱۰ صفر ۸۹ سنہ ہجری کو قطب الدین خان (خویش مجد الدولہ) اور راجہ دیارام کے حوالے ہوا تھا بادشاہ نے ان دونون شخصون سے فرمایا کہ اول اس خلعت کو ذو الفقار الدولہ مرزا نجف خان کے پاس لیجاؤ اُسکے صوابدید کے بعد آصف الدولہ کے پاس پہونچاؤ اور یہ بات ذو الفقار الدولہ کی عزت افزائی کے لیے کی گئی تھی چنانچہ قطب الدین خان اور دیارام نیاز علی خان کے ساتھ جو آصف الدولہ کی طرف سے اس سوال و جواب کے لیے آیا تھا اُسکے پاس خلعت لیکر پہونچے جہان دونون ڈیگ کے محاصرے مین مصروف تھا پھر قطب الدولہ اُس سے رخصت ہو کر اودھ کو روانہ ہوا جب آصف الدولہ کی

اپنے رسالون کو تیار کر کے راستے میں جا دو اگر مختار الدولہ اپنے ارادۂ دلی کے وقوع
مین لانے کے لیے میدان جنگ سے بھاگیں اور ادھر کا قصد کریں تو ایسے گولے اور
گولیاں مارو کہ قدم اُٹھانے کی تاب نہ رہے دمین اُن کا کام تمام ہو جائے القصہ ان
دونوں سرداروں نے اپنی اپنی سپاہ کو تیار کر کے اور توپخانہ و آلات حرب سے لیکے
لشکر وزیر الممالک اور فوج مختار الدولہ کے درمیان مین جاکر مورچہ بندی کی اور
توپیں کھڑی کر کے زنجیروں سے کس دین اور سپاہیون کو آمادۂ کارزار کر کے
انکی صفیں باندھ دیں اور خدا سے دم بدم مختار الدولہ کے بھاگنے کی دعا کرتے تھے
چونکہ مشیت الٰہی اور تقدیر ابھی چند دن اُن کو عیش و حکمرانی دکھنی مقدر تھی عروج
کے کچھ دن باقی تھے فتح و نصرت حاصل کر کے لوٹے۔ راجہ جھاؤلال و بسنت علی خان
اس واقعہ سے بہت شرمندہ ہوے اور ڈرے اور مبارکباد کہتے ہوے سامنے گئے
مختار الدولہ کو مخبرون کے ذریعہ سے تمام حال معلوم ہو چکا تھا مگر اس وقت اغماض کرنا
مناسب جانا۔

## نواب آصف الدولہ کو شاہ عالم بادشاہ کے ہان سے خلعت وزارت حاصل ہونا نواب کا بادشاہ کے حضور مین زر نقد اور اسباب اور چیترا اور تخت بھیجنا

مولوی ذکاءاللہ تاریخ ہندوستان میں لکھتے ہین کہ آصف الدولہ اودھ مین

ساتھ ساتھ بارگاہ باز پرس مین جائینگے۔

یہ واقعۂ ہائلہ ۷ محرم ۱۱۸۹ھ ہجری کو مقام اٹاوہ مین ظہور مین آیا۔ آصف الدولہ کے اکثر نوکر جو سلطنت کا زور بازو تھے اس لڑائی مین کام آئے اور وہ اس فتح سے نہایت خوش ہوے۔

الغرض گور سہاے کہتا ہے کہ مختار الدولہ نے میر افضل علی کو کہلا بھیجا کہ تمنے کس لیے بے سبب ہمت بہادر سے پرخاش کی تھی جواب دیا کہ راجہ جھاؤلال کے خط سے معلوم ہوا تھا کہ بے سبب ہمت بہادر نے میری شکایت حضور مین بھیجی ہے جب یہ جواب مختار الدولہ کے پاس پہونچا تو اُس خط کو میر مذکور سے منگا کر حضور مین پیش کر دیا تو۔ جھاؤلال کو قید کر دیا اُس کی گرفتاری کے بعد دیوانخانے کی داروغگی میان لبسنت کو ملی۔ لیکن اور تاریخون مین جھاؤلال کے معتوب ہونیکی دوسری وجہ لکھی ہے جو آگے معلوم ہوگی۔

تاریخ تیمور یہ مین بیان کیا ہے کہ جب مختار الدولہ تمام سپاہ لے کر بائیسی سے لڑنے کے لیے حربگاہ کو چلے گئے تو جھاؤلال اور لبسنت علی خان وغیرہ یاران قابو طلب نے وقت کو غنیمت جانکر نواب وزیر سے عرض کیا کہ مختار الدولہ جو اس قدر فوج لیکر اُس جماعت پر حملہ آور ہوے ہین تو اس سے مقصود اسکی تباہی نہین بلکہ اس خیال مین ہین کہ اُنکے مقابلے سے بھاگ کر لشکر مین آدین تو وہ دلاور تعاقب کرتے ہوے حضور کے کیمپ مین گھس پڑین اور لشکریون کو کہ بے دل وبے حواس ہین لوٹ لین اسکے بعد مختار الدولہ کے دل مین جو خیالات فاسد سماے ہوے ہین اُن کی مدد سے ظہور مین لائین نواب وزیر مختار الدولہ کی امارت ونخوت اور کبر وخودسری وزد دیکھتے تھے اُنھون نے اس بعید العقل بات کو قریب الوقوع سمجھ لیا اور فوراً حکم دیا کہ تم دونون

بعد اسکے کہا کہ اے یار اب میری ایک وصیت سُن لے طعن وتشنیع کا محل باقی
نہین جہان فانی میں اب ایک ساعت کا مہمان ہوں ایک وصیت کرتا ہون اگر فتوت
وجوان مردی کو کام فرما کر قبول کروگے تو دنیا وعقبے مین مشکور وماجور رہوگے"
اُس سوار نے کہا کہ کیا حاجت ہے بیان کرو مین اُس کو بسر وچشم بجالاؤنگا زخمی
نے کہا کہ چند چھوٹے اور بیکس بچے میرے فلان شہر میں ہین اُنکی روزی کا سہارا
سوائے میرے کوئی نہین اور مین یہان اس طرح زخمی ہوکر گھرا ہے ملک آخرت
ہونے والا ہون ایک سو کئی اشرفیان اور کئی جواہر جو پٹھانون کی لڑائی میں ہاتھ
آئے تھے میری کمر مین بندھے ہین عنقریب لٹیرے آکر کپڑے اتار کر اُنھیں بھی لوٹ لینگے
تم اُنھین کھول لو آدھے خود لے لیجیو اور آدھے میرے یتیم بچّوں کو پہونچا دیجیو" وہ نادان
لالچ میں آکر بے القور گھوڑے سے اُترا اور ڈھال تلوار ہاتھ سے زمین پر رکھدی
اور زخمی کے پاس پہونچکر اُسکی کمر کا پٹکا کھولنا چاہا اُس دلاور کی کمر مین تلوار چھپی ہوئی
تھی ایک ہاتھ ایسا مارا کہ دونوں ٹانگین لکڑی کی طرح کٹ گئیں اور اس حیلے سے
اپنے ہم چشم کو اپنے پہلو میں بٹھا کر ہنسا اور کہا کہ اس جگہ میں تنہا پڑا ہوا انفاس شماری
کرہا تھا نہ کوئی انیس تھا کہ تھوڑی دیر اُس سے بات کرتا اور نہ کوئی جلیس تھا جس کو
درد دل سُناتا چونکہ ہم مین تم مین مُدت سے خصومت اور لاف وگزاف شجاعت
قائم تھی اور دونون مین ہمچشمی کے دعوے زبانون پر آتے رہتے تھے الحمدللہ کہ اسوقت
بھی میں نے ایسا ہمدرد بنالیا اور اس مصیبت کے مقام میں تم کو دل کا حال کہنے
کے لیے اپنا ہمنشین کرلیا جب تک دونون زندہ ہین ایک دوسرے کا انیس رہیگا
اور اس جہان سے سفر کے بعد دونوں یہان کی خاک میں مل جائینگے اور روز محشر مین

جس سے اب کسی کو لڑائی کی تاب نہ رہی میر افضل علی اپنے دو تین بھائیون کے ساتھ
آمادۂ مرگ کھڑا رہا اُس وقت مختار الدولہ نے عبد الرحمن خان قندھاری کے سامنے
قسم کھا کر اُسے بھیجا کہ میر افضل علی کو کسی طرح اذیت نہ پہونچے گی وہ حاضر ہو جائے
خان مذکور میر موصوف کا اطمینان کر کے لایا لڑائی ختم ہو گئی فتحمندی کے شادیانے
مختار الدولہ کی طرف بجنے لگے مختار الدولہ شام کے وقت سردارون کے سر نیزون پر
لٹکوا کر لشکر وزیر مین داخل ہوے۔

**حکایت** مختار الدولہ کے لشکر کا ایک آدمی جو شجاعت کا نہایت مدعی تھا اس
شہادت کے کھیت مین ایک زخمی کی طرف سے گذرا جس کے ہر زخم سے خون فوارے
کی طرح جاری تھا علاوہ دوسرے زخمون کے دونون پاؤن بھی توپ کے گولے سے
اُڑے ہوے تھے لیکن نہایت استقلال اور ہوش وحواس کے ساتھ یا حسین یا حسین
کہہ رہا تھا ان دونون مین پہلے سے نوک جھوک رہتی تھی اُس سپاہی نے نہایت جوشیلے آواز
سے زخمی کو کہا کہ "اے فلان اپنے ولی نعمت سے ساتھ لڑنے کا مزہ پا لیا۔ اس مین
کیا مضائقہ تھا کہ تم لوگ اوّل ہتھیار دیدیتے اور پھر اصلاح کی کوشش کرتے
اُس زخمی نے کہا کہ "اے دوست جو کوئی شیوۂ انصاف رکھتا ہو گا اس غیرت و
حمیت پر تحسین و آفرین کہے گا اگر کوئی ناجوان مرد بے حمیتی و بے حیائی سے برا کہے
تو مضائقہ نہین موت تو کبھی نہ کبھی آتی ہی مگر یہ سعادت کیسے حاصل ہوتی کہ ایام
شہادت و مصیبت مولائے حسین مین حق طلبی کی راہ مین ثابت قدم رہ کر ظالمان امت
کے ہاتھ سے مرتبۂ شہادت کو پہونچے البتہ ہمارا اور تمھارا کارنامہ دلاورون کی
مجالس مین ضرب المثل رہے گا"

تو نہایت خوف زدہ ہوے اور بندوق بھرنے اور تلوار چلانے کی ہمت نہ ہی بھاگنے لگے اور پاس کے ایک گاؤں میں یہ معرور جا چھپے مگر تین ہزار کے قریب بہادر جوان ایک دوسرے کی شرم حضوری سے فرار کو ننگ و عار سمجھ کر مخالفوں پر حملہ آور ہوے اور اس سختی سے چوٹ کی کہ مختار الدولہ کے لشکری تاب مقاومت نہ لاکر ہٹنے لگے انھوں نے تعاقب کیا۔ آگے ایک نشیب میں بخشیوں کی دو پلٹنیں گھات لگائے بیٹھی ہوئی تھیں جب یہ سردار تعاقب کناں اُس نشیب پر پہونچے تو یکایک وہ لوگ اُٹھے یہ دلاور اُنکی طرف متوجہ ہوے وہ فریب کی راہ سے زور زور سے کہنے لگے کہ ہم تمھاری وردی اور وضع میں شریک ہیں یہاں تمھیں مدد پہونچانے کے لیے چھپ کر بیٹھ گئے تھے بلکہ تم سے لڑنے کا ارادہ نہ تھا ہم پر فریب کھیو یہ اجل رسیدہ اُنکے داؤں میں آگئے اور اُنکے قرب وجوار سے احتراز نہ کیا بلکہ اُن کو رفیق سمجھ کر اپنے پاس بلالیا وہ سب دو ہزار جوان تھے اور بندوقیں بھری ہوئی ہاتھوں میں تھیں ایکبارگی سر کیں ڈیڑھ ہزار کے قریب دلاوراں نامجو کھیت رہے اس صدمے سے انکی صفوں کا انتظام بگڑ گیا جس قدر باقی رہے تھے اُنھوں نے بندوقیں ہاتھوں سے ڈالکر تلواروں پر ان دغا بازوں کو رکھ لیا۔ اور علی خاں خواجہ سرا کہ ان جاں بازوں کے حملے سے مع اپنے رفیقوں کے جو رستم ثانی ہونے کے مدعی تھے یا تو میدان جنگ سے منھ پھیر کر بھاگا جارہا تھا یا یہ حال سُنکر لوٹا اور کوشش کر کے ان سرفروشوں کے مورچے میں گھسکر توپوں پر قابض ہوگیا اور گولہ ماری کرانے لگا جب یہ لوگ اپنی توپوں کی طرف جھپٹے تو اُس وقت گولوں کے صدموں سے خزاں رسیدہ پتوں کی طرح اُڑنے لگے۔ اور حریفوں نے میدان جنگ میں اُن کے افسروں کے سر کاٹ کر نیزوں پر لٹکا دیے

سیدالشہدا کا تابوت ہاتھی پر کسکر اُسکے آس پاس تمام سادات اور شیوخ اور اُن کی
متابعت سے وہ دوسرے مسلمان سروپابرہنہ لباس ماتم پہنے گریبان چاک تعزیہ خانے
کی خاک چہرون پر ملے شمشیر و سپر دوش پر لٹکائے بندوقین ہاتھون مین لیے ماتم کرتے
سینہ کوٹتے اور یا حسین یا حسین کہتے میدان جنگ کی طرف چلے ان کی سوگواری و زاری دیکھکر
حریفان سنگدل کی آنکھون سے بھی آنسو جاری ہوگئے اور زبانون پر واحسرتا کے الفاظ
آئے وہ ماتم دار لوگ باآواز بلند کہتے تھے کہ ہم اپنا حق طلب کرتے ہین ہم کو اپنے خداوند
سے کوئی منازعت منظور نہین ہے یہان تک کہ مختار الدولہ کی سپاہ مین سے ایک گولہ آکر
اُدھر گرا اُس وقت اُنھون نے نعرۂ یا حسین مار کر آواز دی کہ اب ہم حلقۂ بندگی و اطاعت
سے نکل گئے پس صفین جما کر اور دونون توپین سامنے کرکے اتنے گولے مارے کہ نواب وزیر
کے لشکر سے صدہا آدمی خاک وخون مین لوٹنے لگے اور جو زندہ تھے وہ پسپا ہونے لگے
مختار الدولہ نے جو دیکھا کہ کام ہاتھ سے جاتا ہے اور لشکر بھاگنا چاہتا ہے تو خود توپخانے
کے قریب پہونچے اور ایک گولہ انداز کو جو گولہ زنی مین نہایت مشاق تھا اپنے بازو سے
بازو بند مرصع کھولکر بخشا اور کہا کہ ان لوگون پر تاک تاک کر گولے لگائے اتفاق سے
اُس سنگدل کا پہلا گولہ اُس ہاتھی کے لگا جس پر تابوت کسا ہوا تھا ہاتھی اس صدمے
سے گر پڑا جوانون نے تابوت کو کھولکر تابوت سکینہ کی طرح ہاتھون ہاتھ سرون پر اُٹھا لیا
اور چلنے لگے دوسرا گولہ خود اس تابوت مین لگا اور وہ ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا تیسرا گولہ
باروت پر پڑا اُسکے اُڑنے سے صدہا آدمی ضائع ہوے اس عرصے مین مختار الدولہ کے سوار
حملہ آور ہوے اور تلوارون سے نامورون کو قتل کرنا شروع کیا سپاہیان میر افضل علی
نے دیکھا کہ ڈیڑھ لاکھ کے قریب پیادہ و سوار اور توپخانہ ہمکو گھیرے ہوے ہے

حاصل ہو جائے گا۔

(۴) اگر یہ بھی ناگوار خاطر عالی ہو تو خدا اور رسول اور روح سید الشہدا کے واسطے ہم پر اتنا رحم کیجیے اور ننگ بدنامی کا دھبہ ہم پر نہ آنے دیجیے کہ اپنے خدا و ولی نعمت سے مقابلہ کیا آپ خود دور سے ایک ٹیلے پر کھڑے ہو کر ہمارے دست و بازو کا تماشا دیکھتے رہیے کہ ہم کیسا لڑتے ہیں۔ نواب شجاع الدولہ نے لاکھوں روپے صرف کر کے ہمکو تیار کیا قواعد حرب و ضرب سے ماہر بنایا قضائے آسمانی سے ہمارے ہاتھ سے کوئی کارنمایاں اُنکے سامنے ظہور میں نہ آیا حیف آتا ہے کہ ایسا ہیا نہ ہُنر دکھائے بغیر دل پُرحسرت کے ساتھ گولوں کا نشانہ بن جائیں تو ہمیں ہمارے مقابلے سے ہٹاکر سیاہ وردی کی پلٹیوں کو جو ہماری طرح قواعد داں اور فنون جنگ سے آگاہ ہیں اور شیوۂ شجاعت اور تعلیم آداب رزم سے ہمارے ساتھ ہمچشمی رکھتی ہیں حملے ساتھ کرنے کے لیے حکم دیا جائے اوّل بندوقوں سے میدان جنگ کو گرم کریں بعدہ تلواریں میانوں سے نکالکر باہم لڑیں اور ایک دوسرے کے دست و بازو سے ملک عدم کا رستہ لیں اُسوقت ہمارا جوہر آپ پر کھل جائیگا اور آپ کو تماشائے عجیب نظر آئے گا اور اس قدر کثیر فوج مور و ملخ کی طرح ہم سکیوں پر حملہ کرنے کو لانا اور ہماری شاہی کیلیے یہ زبردست توپخانہ بھجانا جناب عالی کی بدنامی کا باعث ہے یہ داغ قیامت تک نہ دُھل سکیگا۔

مختارالدولہ اگرچہ سید عالی نژاد تھے لیکن اسوقت تامیوں کی سی عادت اختیار کر کے یہی جواب دیا کہ مجکو ان برگشتہ بختوں کی ہلاکت کے سوا کوئی چیز منظور نہیں ؛ اس جواب کے بعد گولہ اندازوں کو حکم دیا کہ گولہ باری کریں ان بے چاروں نے جب دیکھا کہ نائب کا دل کسی طرح رحم پر آمادہ نہیں ہوتا تو مجبوراً تعزیہ خانے میں آکر

کی پاسداری کرکے آمادۂ مرگ ہوے اور اپنے قول پر قائم رہے۔

مختار الدولہ ۷ ماہ محرم کو تمام فوج اور سارا توپخانہ مسلح کرکے اُس جماعت کے محاربے کو سوار ہوے۔ اُن لوگون نے جو اپنی قلّت اور مخالفون کی کثرت دیکھی تو مقتضاے بشریت سے ہراسان ہوکر اپنے وکلا کی معرفت مختار الدولہ سے عرض کرایا کہ ہم مین سے اکثر مسلمان اور اہل بیت کے محب اور آپ کے جد بزرگوار کے تعزیہ دار ہین اُمیدوار ہین کہ اِن چند ملتمسات مین سے جو بھی پسند خاطر مبارک ہو قبول فرمایا جائے۔

(۱) ہمارے گناہ وجرائم کو معاف کرکے ہماری تنخواہ مین سے اس قدر خرچ ہمکو مرحمت ہوجائے کہ ہم بندوقین داخل سرکار کرکے اپنے وطن کو لوٹ جائین اور وہان دُعاے عمر و دولت بندگانِ عالی مین مصروف رہین۔

(۲) اگر ہمارا قتل و غارت ہی مدّ نظر عالی ہے تو ہمکو بھی عذر نہین اور بجز جان دینے کے کوئی چارہ نہین رکھتے لیکن ان دنون تعزیہ دار ہین اور آج محرم کی ساتوین تاریخ ہے عاشورے کے دن تک ہمکو امان جان بخشکر ماتم کرلینے کی مُہلت دی جائے بعد اسکے جیسا راے جہان آراے خواہش کرے اُسپر عمل کیا جائے۔

(۳) اگر یہ بھی منظور خاطر عالی نہو تو جس قدر ہماری تنخواہ چڑھی ہوئی ہے اُس کی تھیلیان گاڑیون مین بھرواکر اِس سپاہ کے مجمع مین جو مور و ملخ سے کم نہین اور ہمارا خون پینے کو آمادہ ہے کھڑی کرادی جائین اور اُن کی حفاظت کے لیے تاکید کردی جائے اگر ہم اُن پر غالب آکر روپے چھین کر زندہ وسلامت بچ رہین تو اپنے حق کو پہونچ جائینگے اور لائق تحسین و آفرین قرار پائینگے اگر مارے گئے تو آپ کا مطلب

تنخواہیں مل جائیں اپنا حق پاکر تمام سہ دقیمن کارخانہ سرکاری میں جمع کرادینگے اور
ہم چلے جائینگے یہاں کئی روایتین ہین فرزند علی کی ملخص التواریخ تاریخ مظفری اور
سیر المتاخرین کی تو یہ روایت ہے کہ آصف الدولہ نے آشفتہ ہوکر مختار الدولہ سے کہا
کہ انکی سرتابی کی سزا دو انھوں نے عرض کیا کہ یہ لوگ اپنی تنخواہ مانگتے ہیں اور کچھ عرض
نہین کرتے آصف الدولہ نے فرمایا کہ اگر تمھیں یہ تکلیف گوارا نہیں تو ہم خود جاتے
ہیں جب انھوں نے دیکھا کہ خود بدولت سوار ہوتے ہیں تو مجبور ہوکر فوج متعینہ کو لیکر
انکی سرکوبی کو گئے اور گورسہائے کی تاریخ اودھ کی روایت یہی ہے کہ نواب نے
صرف یہ جواب دیا تھا کہ تم جاؤ اور میر افضل علی جانے مختار الدولہ نے موجب حکم
کے پچھلی رات سے میر افضل علی کی سپاہ کے چاروں طرف نواب کی ساری فوج اور
توپخانہ جما دیا اور تاریخ تیموریہ کی روایت یہ ہے کہ مختار الدولہ سپاہیوں کی تنخواہ کا
التماس سنکر ناراض ہوے انکے وکلا کو نکلوا دیا اور لیپے رسالہ داروں کو اُن سے لڑنے
کے لیے حکم دیا اور توپخانے کے افسر کو فرمایا کہ اس جماعت کے آس پاس توپین لگادے
تاکہ نکلنے نہ پائیں غرضکہ عزہ محرم سنہ شرفاء بیچارے جو اپنا حق مانگتے تھے دار و گیر کا آغاز
ہوا اور نواب کی سپاہ سنگدل نے اُن کو نقطے کی طرح لپیے دائرے میں گھیر لیا اور رسد غیرہ
جو دریا پار سے اُنکو پہونچتی تھی اُس کی آمد و رفت مسدود کر دی اُن کے بہشتی اگر پانی بھرنے
کے لیے کوؤں یا ندی پر جمع ہوتے تو گولوں کا نشانہ بنا کر اُن کا کام تمام کر دیتے اسطرح
اُن غریبوں پر ستور محشر برپا ہو گیا بلکہ یوں کہا جائے کہ دوسرا واقعہ کربلا نمودار ہوا تو بیجا
نہوگا اُسی رات اکثر ناجوانمرد کھیس مل بدل کر اس مہلکے سے نکل گئے لیکن حریفوں کے ہاتھ
آگئے اور جان و مال دونوں کا نقصان اُٹھایا تھوڑے سے بہادران باہمت حرمت و عزت

عرض کیا کہ میر مذکور خود بخود ہمت بہادر کے ساتھ لڑنے کو تیار ہوا ہے اور چاہتا ہے
کہ نئے ملک کو اپنے تصرف مین لائے الغرض شقہ اُسکی طلبی مین روانہ کیا نواب ان دنون
اٹاوہ مین مقیم تھے وہ یہ حکم پہونچتے ہی روانہ ہوا جبکہ لشکر کے متصل پہونچا تو بسبب اسکے
کہ شام ہو گئی تھی قریب دو یا چار کوس کے لشکر سے اپنی سپاہ کو لیکر اُترا اور چاہا کہ صبح کو
حضور مین حاضر ہو مختار الدولہ نے موقع پاکر حضور مین عرض کیا کہ میر افضل بوجہ
اُس کاوش کے جو مجھ سے رکھتا ہے لشکر سے علیحدہ اُترا ہے اور چاہتا ہے کہ وہان سے
تنخواہ کا سوال وجواب کرے جواب ملا کہ تم جانو اور وہ جانے اور بعض کہتے ہین کہ خود
نواب نے حکم دیا تھا کہ ہمارے لشکر سے فاصلے پر قیام کرے اور فرمایا کہ توپین توپخانے مین
داخل کردی جائین اس پلٹن کے پاس تیس چالیس توپین تھین اور انکے متعلق بہت سا
گولہ بارود تھا سپاہی وافسر میر افضل علی کی خاطر خواہ اطاعت مین نہ تھے اور اس کو
شمار وحساب مین نہ لاتے تھے انھون نے فوراً تمام توپین اور ان کا جملہ سامان سرکار مین
بھیجدیا مگر بڑی دو توپین کہ میر احمد نے اپنے روپے سے بنوا کر ایک کا نام باندہ مقصاب
اور دوسری کا نام صف شکن رکھا تھا اور ساخت اُنکی عجیب وغریب تھی میر افضل علی کی وراثت
کے دعوے سے اپنے پاس رہنے دین اس کے بعد سپاہ نے عرض کرایا کہ ہماری چڑھی ہوئی تنخواہ
دیدی جائے کئی ماہ سے سرکار سے کچھ نہین ملا ہے بڑی تکلیف سے گذرتی ہے اور آیندہ
اگر رکھنا منظور ہو تو ماہ بماہ تنخواہ ملتی رہے مختار الدولہ نے اس بات کا تو کچھ جواب
نہ دیا یہی کہا کہ وہ دونون توپین اور تمام بندوقین بھی داخل سرکار کرو اور جہان چاہو
چلے جاؤ فوج نے سمجھ لیا کہ ہماری تباہی اور حق تلفی منظور ہے ایسا عرض کرایا کہ اگر ہمکو
جُدا کرنا منظور ہے تو ہمارا کیا زور ہے سوا فرمان برداری کے کوئی چارہ نہین ہماری

تم انکے اتفاق سے کام کیجیو اور میں جانتا ہوں کہ وہ ملک سرکار سے علاقہ نہیں رکھتا ہے
اور جو کچھ تمھارے سپاہیوں کے لیے مقرر ہے ہم اُس سے ڈیوڑھا دینگے اور سوائے فوج
موجودہ کے جو کچھ فوج اور نوکر رکھوگے اسکی تنخواہ بھی ملک سے محسوب ہوگی اور
دو لاکھ روپے کی جاگیر تمھارے واسطے مقرر ہوگی لیکن کسی کو اسپر اطلاع ہو۔ افضل علی
نے بپاس حق نمک مختار الدولہ کے مشورے پر عمل نہ کیا بلکہ اپنے ایک دوست کے پاس
جو جھاؤلال کے ساتھ رہتا تھا اُس کا شقہ بھیجدیا تاکہ راجہ کی معرفت نواب آصف الدولہ
کو دکھا دیا جائے شخص مذکور نے لالچ کی توقع سے میر مذکور کا خط اور مختار الدولہ کا شقہ
مختار الدولہ کے دیوانخانے کے داروغہ مرزا اُلو کے پاس بھیجدیا مختار الدولہ نے اُن
ملعون کو چالاک کرکے شخص متوسط کو عنایت کا امیدوار کیا اور راجہ جھاؤلال کو خلوت
مین طلب کرکے کہا کہ ایک خط اس مضمون کا میر افضل علی کو لکھ بھیجیں کہ سرمو ہمت بہادر
کے حکم سے تخلف نکرے اور یکدلی کے ساتھ کام کرے راجہ نے مختار الدولہ کے ایما
سے لکھا کہ تمنے راجہ ہمت بہادر کے ساتھ کس لیے عداوت اختیار کر رکھی ہے کہ اُس نے
عرضی تمھاری شکایت میں حضور میں بھیجی ہے بہتر یہ ہے کہ باہم شیر و شکر ہو کر رہو
میر مذکور اصل کار سے غافل تھا یہ خط پہونچتے ہی راجہ کے ساتھ آمادہ جنگ ہوا راجہ بھی
مقابلے کو تیار ہوا مگر چونکہ راجہ دوراندیش آدمی تھا چند معقول آدمیوں کو درمیان
میں واسطہ کرکے تصفیہ کر لیا اور پھر ایک خط مختار الدولہ کو لکھا اور ایک عرضی حضور میں
ارسال کی کہ افضل علی بے وجہ مجھ سے لڑنے کو آمادہ ہوا مگر فدوی نے پاس ادب کیا اور
تحمل کیا امیدوار ہوں کہ حضور کا شقہ میر مذکور کے نام صادر ہو جائے کہ وہ فساد
پیدا نکرے۔ نواب نے مختار الدولہ سے فرمایا کہ میر افضل علی کو یہاں بلا لیا جائے اُس نے

زین العابدین خان کو اُس جگہ مقرر کردیا ہے وہ اپنے متعلقہ ملک کا انتظام کرکے زر تحصیل اقساط کے بموجب خزانے مین بھیجتا ہے بالفعل آصف الدولہ کی سرکار مین مختار الدولہ کا طوطی بولتا ہے اور اُن کا تمام ساختہ و پرداختہ مقبول ہے اور مختار الدولہ مآل اندیشی کی وجہ سے جان برسٹو سے ملے ہوے ہین۔ دونون تمام ریاست پر حاوی ہین۔

## بائیسی پلٹن کی بربادی

شجاع الدولہ کی سپاہ کی سیاہ وردی والی پلٹنون مین سے ۲۲ پلٹنون کا ایک گروہ تھا جس کا سرگروہ سید احمد بائیسی والا مشہور تھا کیونکہ ان پلٹنون کے پورے گروہ کو بائیسی کہتے تھے ان مین سے چار پانچ ہزار آدمی شریف مغل دہلی کے رہنے والے تھے یہ فی کس پندرہ روپے ماہوار کے حساب سے تنخواہ پاتے تھے انکی چھ پلٹنین تھین اور انمین تعلیم قواعد انگریزی کا اہتمام تھا گو اُنکے پاس بندوقین توڑہ دار تھین مگر وہ انھین نہایت پھرتی سے آگ بناتے تھے چونکہ یہ لوگ شریف و نجیب تھے اسلیے انکی خاطرداری زیادہ تھی میر احمد کے مرنے کے بعد اُس کا بھتیجا میر افضل علی اُسکی جگہ بائیسی کا افسر اعلیٰ مقرر ہوا تھا۔ نواب شجاع الدولہ نے جبکہ جنگ افاغنہ کے عزم سے گنگا کو عبور کیا تو ملک دوآبہ کو راجہ ہمت بہادر کے تفویض کردیا راجہ کے ساتھ میر افضل علی بھی تھا اور اپنی فوج کے ساتھ کالپی مین رہتا تھا نواب کی وفات کے بعد بھی آٹھ ماہ تک یہ دونون متصرف رہے گو رسھلے نے تاریخ اودھ مین لکھا ہے کہ مختار الدولہ نے میر افضل علی کو لکھا ہمت بہادر سے مخالفت کرو اور اُسکے لشکر کو تباہ کرو مین کسی شخص کو یہان سے بھیجونگا

عرصے میں اس سرزمین کو مرہٹون کے شر و فساد سے صاف کردونگا مختارالدولہ کو ہمت بہادر سے دلی نفرت تھی اور یہ مشورہ عین اُن کی مرضی کے موافق تھا پسند کیا اور رانا کو اُس ضلع کے مہمات کے انتظام کی مختاری کا خلعت دلاکر رخصت کیا رانا اپنے بخت و اقبال کی یاوری پر ناز کرتا اپنے ملک کو چلا گیا۔ اور مختارالدولہ نے بلا تامل و اندیشہ راجہ ہمت بہادر کو حکم دیا کہ نئی فوج موقوف کردے اور افواج متعینہ کو یہاں بھیجدے۔

فرح بخش میں تیویریشاد نے لکھا ہے کہ نواب آصف الدولہ اگرچہ گوشائیون کے حال پر مہربان تھے لیکن وہ مطمئن نہ تھے اور مختارالدولہ کی بیلسوبی سے خائف تھے ہمت گر بھنڈ اور بھداور کے انتظام کا بہانہ کرکے آصف الدولہ سے رخصت حاصل کرکے چلا گیا کچھ دنون وہان مقیم رہا پھر جب نواب وزیر کے ارکان ریاست میں اختلال پیدا ہو گیا اور سپاہ بلوے پر بلوے کرنے لگی توان واقعات سے اُسکے دل میں نواب وزیر کی ملازمت سے کراہیت آگئی اور اُس ضلع کو ویران کرکے اور بھنڈ کی آبادی جلاکے اکبرآباد کو ایلچ خان کے پاس چلا گیا کیون کہ دونون مین مدت سے عہد و پیمان ہو رہا تھا وہان سے ایلچ خان کی تحریر کے ذریعہ سے نواب ذوالفقارالدولہ کے پاس جو ڈیگ کے محاصرے مین مصروف تھا چلا گیا اُس نے اُسپر بڑی مہربانی کی نواب نے ڈیگ کو فتح کرکے محالات سکھانہ وغیرہ بارہ لاکھ کی آمدنی کا ملک ہمت گر کو جاگیر اور رسالے کی تنخواہ مین دیدیا تیویریشاد اس بیان کے بعد کہتا ہے کہ امراؤ گر ابھی آصف الدولہ کے پاس موجود ہے لیکن مختارالدولہ کی چالساری سے بیدل ہے انھون نے اٹاوہ وغیرہ میان دوآب کا ملک گوسائیون کی حکومت سے نکالکر

بیتارہا اور آخر کار کام کے وقت دغا کرکے وہان کے مقدمات مین خلل ڈالدیا اب جو خود
نواب وزیر الممالک یہان تشریف لے آئے تو وہ مکار دغاباز اس وقت تک سلام کو
حاضر نہوا اور دور سے حیلہ سازی و دراندازی کررہا ہے میرے قول کی صدقت
اس سے معلوم ہو جائے گی کہ آپ اُس کو اپنے پاس بلائین آپ دیکھ لینگے کہ وہ نہ آئیگا
مختار الدولہ نے ہمت بہادر کے استصواب سے رانا کو حاضر ہو کر وزیر الممالک کی
سعادت ملازمت حاصل کرنے کے لیے لکھا رانا نہایت عیار و دوراندیش تھا
ہمت بہادر کی تذویر سے متوحش ہوا اور حاضر ہونے مین عذر کرنے لگا اُس وقت
مختار الدولہ کو رانا کی سرکشی کا حال کھلا اُسکی بیخ کنی کی فکر سے اکثر رسالہ دارون کو
حکم دیا کہ جمنا کو عبور کرکے رانا کے ملک کو تاراج کرین اور ہمت بہادر نے بھی اپنی سپاہ
کو ضلع جھانسی و کالپی سے طلب کرکے رانا کے ملک کی سرحد مین پڑاؤ ڈالا اب رانا سمجھا
کہ اس لشکر جرار کا مقابلہ طاقت سے باہر ہے اپنے وکلاے معتمد جان بر سلوڈ کے پاس بھیجکر
اُنسے کہلایا کہ اگر آپ حمایت و کفالت میری کرین تو حاضر ہونے کو تیار ہون رزیڈنٹ
نے مختار الدولہ کو دبایا اور کپتان لادکو لانے کے لیے رانا کے پاس بھیجا کپتان نے گوہد
مین پہونچکر رانا کو تسلی و دلاسا دیا اور عہد و پیمان کرکے وزیر الممالک کے پاس لایا۔
مختار الدولہ نے چند کوس سے اُس کا استقبال کیا اور کمال اعزاز و اکرام کے ساتھ وزیر
کے سلام کو لے گئے وزیر نے بھی رانا کے ساتھ برادرانہ سلوک کیا رانا نے مشورے
کے وقت عرض کیا کہ اس جماعت قلیل کی سرکوبی کے لیے اس قدر لاؤ لشکر یہان رکھنا
اور جس شخص پر اعتماد نہو اُسکو مطلق العنان کردینا شیوۂ دانش و احتیاط اور
دوراندیشی و کفایت سے بعید ہے اس مُہم کو میرے ذمے کردیا جائے کہ تھوڑے سے

نے کام بگاڑ دیا اور خود ہی دخلت دنادانی سے خود سری کے خیالات اسکے دماغ میں سما گئے ہیں ناعاقبت اندیشی سے مرہٹوں سے خط و کتابت کر کے انکی رفاقت اختیار کرنا چاہتا ہے اسلیے جناب وزیر الممالک کی رائے یہ ہے کہ تم اُسکی تادیب کو فوراً جاؤ اگر وہ راہ راست پر آکر ندامت و شرمساری ظاہر کر کے معافی چاہے تو امان دے کر دار السلطنت کو بھیجدو ورنہ اُسپر حملہ کر کے استیصال کردو۔ راناچھتر سنگھ کی یہی آرزو تھی اُسنے جواب مین لکھا کہ اگر جناب وزیر الممالک انتظام مہمات کے حیلے سے حملے کنارے تک تشریف لے آئین تو فدوی اُن کے اقبال سے ہمت بہادر کو زندہ گرفتار کر کے حاضر حضور کرے گا مختار الدولہ کو یہ رائے پسند آئی اور نواب وزیر کو اٹاوے کی طرف لے چلے ہمت گر کو جب یہ حال معلوم ہوا کہ وزیر الممالک ایک بھاری لشکر لیکر ادھر آرہے ہیں تو رانا کی دراندازی سے ڈر کر چند معتمدون کو ساتھ لے کر وزیر الممالک کے لشکر میں چلا گیا اور وسائط و وسائل کھڑے کر کے مختار الدولہ سے صفائی کرلی اور قول و قسم کے ساتھ انکو اپنی طرف سے مطمئن کیا جب وہ صاف ہوگئے تو کہا کہ رانا قدیم سے اس سرکار سے عناد و نفاق رکھتا ہے اور ہمیشہ فتنہ انگیزی کرتا رہتا ہے جس زمانے میں کہ شجاع الدولہ اس طرف رونق افزور تھے تو اُن کی فوج کے ہاتھ سے تباہی سے ڈر کر مکارانہ اُنکے حضور مین آیا اور میر نعیم خان کے ساتھ مرہٹوں کو نکالنے کے لیے مامور ہوا اور آخر کار مرہٹون سے سازش کر کے نعیم خان سے دغا کی نواب شجاع الدولہ کے دل میں اس بے ادائی کا خار کھٹکتا رہا لیکن اُن کو اجل نے اتنی مہلت نہ دی کہ رانا کو سزا دیکر انتقام لیتے اب مین نے اُس کو اپنی رفاقت کے لیے بلایا تو لیت ولعل کرتا رہا آخر کار چار ہزار روپیے روزانہ مقرر کر اسکے مدت تک یہ رقم

ہین۔ راجہ ہمت بہادر اس کنائے کو سمجھ کر بہت شرمندہ ہوا اور کچھ جواب ندیا ایسی ایسی باتین سُن کر اطراف کے راجون نے چلا جانا چاہا اور رانا چتر سنگھ سے صلاح پوچھی اُس نے جواب دیا کہ یہ شخص نہایت متکبر و مغرور ہے اپنی پندار غلط کے بدلے مین عنقریب نقصان کے گڑھے مین اوندھا گرنے والا ہے بہتر یہی ہے کہ یار لوگ اسکی رفاقت ترک کرکے اپنے اپنے ملکون کو چلے جائین اور واردات غیبی کے منتظر رہین القصہ رانا چتر سنگھ سب سے اول چلا گیا اور اُسکے جاتے ہی ہمت بہادر کی ہوا بگڑ گئی اطراف کے تمام باج گذار راجون نے شورش و فساد برپا کر دیا اور اکثر محالات ہمت بہادر کے عاملون کے ہاتھ سے چھین لیئے ہمت بہادر بہت گھبرایا اور کچھ تدارک نکر سکا اور اب علاقے کا فتح ہونا مشکل ہوگیا۔ اس عرصے مین پیشوا کے ارکان سلطنت نے ہمت بہادر کو خط لکھے جس مین اُس کو اس ملک سے مرہٹون کے نکالدینے کی وجہ سے دھمکی دی گئی تھی اور یہ بھی تحریر کیا تھا کہ اگر وہ ہماری اطاعت و رفاقت اختیار کرے گا تو اُسپر عنایت کی جائے گی اور اُس کو صاحب رتبہ بنا دیا جائے گا ہمت بہادر راجون کی نافرمانی اور سرداران لشکر کی بیدلی کی وجہ سے پریشان تھا اور سمجھتا تھا کہ اب اس ملک کا فتح ہونا قدرت سے باہر ہے جواب مین کئی عرضیان نہایت اطاعت و انقیاد کے مضامین کی بھیجین۔

رانا چتر سنگھ نے یہ حال معلوم کرکے اُسکو خراب کرنے کے لیے نواب وزیر کو اُسکی شکایت لکھی اور کہا کہ وہ مرہٹون سے مل گیا ہے۔

مختار الدولہ نے ایلچ خان اور بشیر خان کے اخراج کے بعد یہ ارادہ پختہ کر لیا تھا کہ ہمت بہادر کو بھی بگاڑ دین اُنھون نے رانا کو جواب لکھا کہ فی الحقیقہ راجہ ہمت بہادر

پیدا کی اور نامناسب گفتگو درمیاں مین آنے لگی۔ ایک دن ہمت بہادر اپنے مشیروں
سے بطور مشورے کے کہنے لگا کہ میں چاہتا ہوں کہ راجہ شیر جنگ سنگھ کو کسی طرح قید کرکے
اُس کا علاقہ دبا لون۔ باوجودیکہ شیر جنگ سنگھ اور رانا مین صفائی نہ تھی لیکن ہمت بہادر
کی بات رانا کے دلکو ناگوار گذری اور شیوہ مروت سے بعید سمجھا اور ناراض ہوکر کہا
کہ یہ امر آئین مروت سے بعید ہے کہ ایک شخص کے ساتھ قول و قسم کرکے اُسے اطمینان دلا
اور اپنے پاس بلاکر دغا و فریب سے پیش آنا اگر اُسکے ملک کو دبانا منظور ہے تو اُس کو
خبر کرکے اجازت دو کہ وہ اپنے ملک کو چلا جائے اور مقابلے کی تیاری کرے اور پھر اُس
سے لڑکر بزور شمشیر اُسپر قبضہ کرو تاکہ فتح و فیروزی کی داستان دفتروں مین لکھی جائے
اور برسوں تک زمانے میں یہ کارنامۂ شجاعت یادگار رہے۔ ہمت بہادر اس جواب سے
نہایت شرمندہ ہوا۔ اسی طرح ایک دن فضول گوئی کے طور پر اپنے رفیقوں سے بولا
کہ راجہ بخت سنگھ عورتوں کی طرح رہتا ہے اور اکثر مکان مین بیٹھا ہوا اپنی عورتوں
کے لیے ستار بجاتا ہے میدان کارزار میں وہ دلاوروں کے سامنے شمشیر زنی کیسے کرےگا
راناجی سنگھ کی پاس خاطر سے اُسکے حالات میں نے چھوڑ رکھے ہین نہ کہ اُسکی شجاعت
کی توقع سے رانا کو یہ یاوہ گوئی اُسکی پسند نہ آئی جواب دیا کہ گو راجہ بخت سنگھ
جوان بازمین دعیاش دتماشبین ہے لیکن یقین رکھنا چاہیے کہ میدان جنگ مین
وہ شیر خشمگین سے کم نہین ہوگا تم نے سُنا ہوگا کہ نواب امیر خان مرحوم کی کیا وضع تھی
اور کیا لباس تھا لیکن میدان جنگ میں کوئی اُسکے مقابلے کی تاب نہ لاتا تھا اسی
مجلس میں بہت سے ایسے آدمی موجود ہیں کہ وہ مدت تک نواب شجاع الدولہ کے
پاس عورتوں کی طرح حاضر ہوتے تھے اور اب شجاعت و دلاوری کی لاف زنی کرتے

لے پالک تھے اول نجف خان کے انتقال کے بعد افراسیاب خان دلی کا امیر الامرا بنا بعد اسکے مرزا شفیع نے اُس کو نکالکر بزور بادشاہ سے یہ منصب لے لیا اور نجف خان کی بیٹی سے نکاح بھی کر لیا ۱۱۹۶ ہجری مین اسمعیل بیگ خان ہمدانی کے ہاتھ سے ڈیگ مین مارا گیا تو دوبارہ افراسیاب خان امیر الامرائی کے رتبے کو پہونچا پھر افراسیاب خان ۱۸ ذی حجہ ۱۱۹۸ ہجری کو زین العابدین برادر مرزا شفیع کی رائے سے مارا گیا۔

## مختار الدولہ کا انوپ گر گوشائین کی خرابی کا سامان پیدا کرنا

راجہ اندر گر گوشائین نواب صفدر جنگ کے پُرانے متوسلین سے تھا انوپ گر اُس کا چیلہ جسکا خطاب ہمت گر بہادر ہے اور ہمت بہادر کے نام سے مشہور ہے مختار الدولہ کی طرف سے تیس چالیس ہزار سپاہ کے ساتھ کالپی و جھانسی کی طرف متعین تھا اُس کے ساتھ بائیسی پلٹن بھی تھی اور بھدوریہ والا راجہ بخت سنگھ اور دیناوالا راجہ شیر جیت سنگھ اور سمتھر والا راجہ بشن سنگھ بھی اسکے لشکر مین آگئے تھے ہمت گر کو یہ منظور تھا کہ کالپی و جھانسی کی طرف مرہٹون کا بیج نہ چھوڑے اسلیے رانا چتر سنگھ کو جو اِس طرف کے ملک سے خوب واقف تھا گوہد سے بُلایا اور اپنے ساتھ رکھنا چاہا اُسنے روپیہ نہونے کا عذر کرکے پہلو تہی کی ہمت بہادر نے چار ہزار روپے روز اُسکی روانگی کی تاریخ سے جب تک ساتھ رہے مقرر کردیے رانا چار ہزار پیادہ و سوار ساتھ لے کر بہمت کرکے لشکر مین آگیا اور شریک صحبت ہوکر انیس خلوت خاص بنگیا لیکن ہمت گر کی تلون مزاجی نے ہر روز ناچاقی

---

لـه تاریخ تیموریہ مین ایسے ہی لکھا ہے مگر اسوقت گوہد مین رانا لوکیندر سنگھ حکمران تھا ۱۲

اسکی گذر اوقات کے لیے مقرر کردی وہ اُسکی آمدنی سے مصارف چلاتا تھا صاحب امیر الدولہ حیدر بیگ خاں کا دور رہوا اور اُنھوں نے انگریزوں کا قرضہ چکانے کے بہانے سے نواب کی ماں اور دوسرے سرداروں کی جاگیریں ضبط کیں تو محبوب علی خاں کی جاگیر بھی ضبطی میں آگئی وہ غیور آدمی تھا لکھنؤ مین رہنا مناسب نہ سمجھا نواسۂ اماکن مقدسہ کی زیارت کی اجازت حاصل کرکے روانہ ہوا دہلی پہونچا یہاں مرزا نجف خان تھے اُنھوں نے سید محمد خان اور قاسم خاں رسالہ دارون کو استقبال کے لیے بھیجا اور کمال اعزاز کے ساتھ ملاقات کی اور کمند محبت میں گرفتار کرکے بالفعل اس عزیمت سے باز رکھا۔

## لطافت علی خان کی سرگذشت

لطافت علی خان خواجہ سرا ایک برگیڈ کا مالک تھا وہ اس حال کو دیکھکر باہر نکل جانے کی راہ ڈھونڈھنے لگا چونکہ ہمیشہ سے یہ مقرر تھا کہ کچھ فوج شجاع الدولہ کی سرکار سے بادشاہ کی خدمت میں حاضر رہتی تھی اور ایک شخص سوال وجواب کے لیے بادشاہ کے پاس رہا کرتا تھا اُسے اُسکو غنیمت جانا اور کارسازی کرکے بادشاہ کے پاس مع پانچ پلٹنوں کے چلا گیا۔ اور مرزا نجف خان وغیرہ سے موافق ہوکر ۱۱۹۵ہجری تک وہاں بسر کرتا رہا عالم شاہی مین ہے کہ ۱۱۹۷ہجری مین ذوالفقار الدولہ کے بھائی مرزا شفیع خاں کے حکم سے اسکی آنکھیں چھری کی نوک سے نکلوائی گئی تھیں کیونکہ اُس سے دغا کرنا چاہتا تھا بعض کہتے ہیں کہ مرزا شفیع خاں اور افراسیاب خاں دونوں نجف خاں کے

---

[۱] دیکھو مرآت آفتاب نما ۱۲

کے لیے یہ انگریزی سپاہ بھیجی ہے اب کیا ضرور ہے کہ ہم اپنی جان تباہ کرین جس قدر لازمۂ غیرت و شجاعت تھا وہ ایک بار ادا کر دیا اور حریفون کو مقابلے سے ہٹا دیا انگریزون کی لڑائی سے عہدہ برآ ہونا مشکل ہے اور ہمارا کوئی اس وقت یار و یاور نہین یہ بہتر ہے کہ فرصت کو غنیمت جانکر اپنا اپنا اسباب لیکر یہان سے جدھر موقع ہو چلے جائین ایسی بات کو دلون مین پوری تاثیر ہوتی ہے اور طبیعت ایسی خوشنما باتون کو پسند کرتی ہے اس پر رائے قرار پائی اور دلاوران نامجو پر نامردی غالب آئی یاران بے ننگ و عار کی چرب زبانی نے ایسی تاثیر کی کہ فوراً بار برداری اور سواری مین سے جو کچھ ہاتھ لگا لیکر اور جنکے پاس یہ چیزین نہ تھین انھون نے اپنے سرون پر اٹھا اٹھا کر اور لشکریون اور دکانداروں کا سامان لوٹ لوٹ کر اور بندوقین ہاتھون مین لے لے کر گروہ گروہ جدھر سینگ سمائے اُدھر چلے گئے اور تھوڑی سی دیر مین باوجود ظہور غلبے کے قدرت کاملۂ الٰہی نے نامردون کو مرد اور مردون کو نامرد بنا دیا۔ اور اس قدر فوج کثیر بے سبب مغلوب و بے حواس ہو کر مردی و مردانگی کو خیرباد کہہ گئی اُسی دن سپاہ انگریزی نے مفرورین کے کیمپ پر قبضہ کر لیا اور تمام توپخانہ اور محبوب علیخان کا جسقدر سامان لوٹ سے بچا تھا لے لیا محبوب علی خان کو یہ حال اُس وقت معلوم ہوا کہ آب نامرادی اُسکے سر سے بھی چڑھ گیا اُسکو کوئی تدبیر ایسی نہ سوجھتی تھی کہ اس ورطۂ بلا سے نجات پاتا آخر بجز الحاح و زاری کے رستگاری کی کوئی صورت نہ دیکھی اور معتمدون کے ذریعہ سے کرنیل سے عہد و پیمان لے کر ملاقات کی اور اُسکے ساتھ لکھنؤ کو چلا گیا اور نواب وزیر سے بار بار پر مجرا ہوا کچھ دنون بدگمانی کی وجہ سے اسیر عتاب رہا آخرکار نواب کی ماں کی سفارش سے قصور معاف ہو کر خلعت پایا نواب نے ایک لاکھ روپے کی جاگیر

اور غفلت و ادبار میں مدہوش تھے ان حریفوں کے قریب پہونچ جانے سے
کچھ اندیشہ نہ کیا مسافر سمجھ کر چپ رہے یہاں تک کہ جس باغ میں محبوب علی خاں کی
فوج مقیم تھی انگریزی فوج وہاں آکر جم گئی اور اب پیام دیا کہ تم لوگ اپنے مالک سے
انحراف کرکے آئے ہو اسلیے نواب وزیر نے حکم دیا ہے کہ اگر تم کو اپنی نجات و رستگاری
منظور ہے تو اپنی توپیں اور بندوقیں دیدو اور جدھر چاہو چلے جاؤ تمھاری جان
و مال سے کسی کو تعرض نہیں اتفاق تو دیکھیے کہ تمام عمدہ سردار اور ذمہ دار فہر محبوب علیخاں
کے ساتھ تھے اس موقع پر کوئی ایسا افسر نہ تھا کہ سپاہ اُسکے زیر حکم ہوتی یہ لوگ بالکل
بے خبر تھے کوئی قضاے حاجت کو گیا تھا کوئی کہیں کسی کام میں مصروف تھا کوئی
سوتا تھا کوئی جاگتا تھا مگر اُن لوگوں نے بھاگنے کو عار سمجھکر اُسی وقت سنبھل کر
بندوقیں ہاتھوں میں لے کر صفیں قائم کرلیں اور لڑنے کو تیار ہوے انگریزی توپوں
کی پہلی باڑھ نے صدہا بہادروں کو بچھا دیا بقیۃ السیف نے بندوقوں کی باڑھ مار کر
وہ توڑ ڈالدیں اور تلواریں لے کر مردانہ حملہ کیا اور اس بے جگری کے ساتھ
انگریزی لشکر پر ٹوٹے کہ اُسکی دھجیاں اُڑادیں انکی بندوقوں کے پیرسے چند انگریز
مارے گئے اکثر سپاہی زخمی ہوے اور کچھ سپاہی ہلاک ہوے تھے اب انکی تلواروں
کی روشنی سے انگریزی سپاہیوں کی آنکھوں میں تاریکی چھاگئی اور ایسا دلیرانہ معرکہ
ہوا کہ اُس فوج کے پاؤں اُکھڑ گئے اور نہایت اضطراب کی حالت میں پسپا ہونے
لگی محبوب علی خاں کے سپاہی کسی کے زیر حکم تو تھے نہیں اپنی شجاعت ذاتی سے
اُنھوں نے لڑنا شروع کیا تھا کہ اس عرصے میں بعض ناخدا ترسوں نے یہ خبر مشہور
کردی کہ محبوب علی خاں اپنی فوج کے تقاضے سے ڈر کر چلا گیا اور فوج کی ڈاڑھی

یہ کہا کہ تم اطمینان سے یہان ہی رہو مین تمھارے کمیدانون کو ساتھ لیکر واپس دارالحکومت کو جاتا ہون۔ چکلہ کوڑہ کے مہاجنون سے روپیہ قرض لیکر تمھارے پاس لاتا ہون تنخواہ تمھاری چکا کر اور عملہ کو راضی و خوش کرکے بندیلکھنڈ پر حملہ کرون گا اور اُس ملک کو فتح کرکے وزیرالممالک کے ملک مین شامل کردونگا۔

لکھنؤ مین چغلخورون نے وقت پاکر نواب آصف الدولہ سے ایسا عرض کیا محبوب علی خان اس فکر مین ہے کہ تمام سپاہ آراستہ اور توپخانہ شائستہ تیار کرکے جمنا کو اُتر کر نجف خان ذوالفقار الدولہ کے پاس چلا جائے نواب یہ حال سُن کر بہت ناراض ہوے اور بغیر تحقیق و تامل کے مخفی مسٹر جان برسٹو سے اُسکے استیصال کے باب مین مشورہ کیا رزیڈنٹ نے گذارش کیا کہ اگر محبوب علیخان کو یہ حال معلوم ہو گیا تو اُسپر غالب آنا دشوار ہے اسلیے یہ بہتر ہے کہ انگریزی پلٹنون کو باندے والے راجہ کو مدد دینے کے بہانے سے یہان سے روانہ کیا جائے اور غفلت کی حالت مین اُس فوج بے سردار پر یورش کرکے اُس کا توپخانہ چھین لین اگر بخوبی اُنپر قابو حاصل ہو جائے تو بندوقین بھی ڈلوا لین اور اُن کو پریشان کرین۔ القصہ کرنیل بالکر دو پلٹنین اور چند توپین لیکر کڑی کڑی منزلین کرکے اُس طرف پہونچ گیا۔ قبل سے یہ بات مشہور کردی تھی کہ یہ انگریزی سپاہ باندے والے راجہ کی امداد کو جا رہی ہے اسلیے محبوب علی خان کے لشکری غفلت مین رہے کرنیل اپنی تمام فوج کے ساتھ محبوب علی خان کے لشکر سے چند کوس کے فاصلے پر جا پہونچا اور وہان مقام کرکے اور اپنے مخبر بھیج کر اُس کا تمام حال معلوم کرلیا جب آدھی رات باقی رہی تو فوج لڑائی کے لیے تیار کرکے اور توپین آگے کرکے اُس جماعت کی طرف کوچ

محبوب علی خاں کو بھی معلوم ہو گیا اُسنے یہ ارادہ کر لیا کہ جب آصف الدولہ ظاہر طور
کوئی بات اُسکے خلاف کرین تو وہ بھی نمکحرامی کا داغ لگا کر حیف خان سے جا ملے اتفاقاً
اِس عرصے مین راجہ کمال سنگھ باندھو والا اور رگھمان سنگھ مرکھری والا میں مناقشہ
پیدا ہو گیا اسمیں سے ایکنے اپنی مدد کے لیے محبوب علی خان کو مع تمام سپاہ کے
بلایا اور یہ وعدہ کیا کہ جب لشکر جمنا کے کنارے پہونچے گا تو ایک لاکھ روپے
دیے جائینگے اور ایک لاکھ روپے اُس وقت پہونچینگے جب لشکر جمنا کو عبور کر لیگا اور
اور تین لاکھ روپے فتح کے بعد پیش کیے جائینگے محبوب علی خاں نے یہ سمجھا کہ جب
میں اُس ملک میں پہونچون گا تو میری سطوت سے وہ ملک نے متعلقہ وزیر الممالک
کے ملک کا ضمیمہ ہو جائے گا اور یہ روپیہ مزید ہو گا اس کو حاصل کر کے سپاہ
کی تنخواہ چکاؤں گا جو کہ اِس سے پہلے اُس کو مختار الدولہ سے ملک بُندیلکھنڈ
کی تسخیر کی اجازت حاصل ہو چکی تھی اور نواب وزیر نے بھی بندیلون کے نکالنے
کا حکم دیدیا تھا اِس وجہ سے اب بادۂ غفلت اور خیال بیجا نے اُسے دوبارہ
حاکم وقت سے استمزاج کرنے کی اجازت نہ دی اور بغیر پوچھے جمنا کے کنارے تک
یلغار کر کے جا پہونچا۔ ایسا اتفاق ہوا کہ اس فوج کے لیے ملکون میں آنے سے
دونون راجہ ڈرے اِسلیے لاکھ روپے دینے میں دریغ کیا۔ محبوب علی خان کی سپاہ
کو کئی ماہ سے تنخواہ نہ ملی تھی روپے کی وصولی کی امید سے وہ یہان تک آئی تھی
جب یہ حال سپاہ نے دیکھا تو اپنی چڑھی ہوئی تنخواہ مانگی اور افسر کی فرمانبرداری
سے انحراف کر کے سرکشی کرنے لگی۔ محبوب علی خاں نے خیال کیا کہ کام ہاتھ سے
نکلا جاتا ہے اور اپنی سپاہ کے ہاتھ سے آپ برباد ہوا جاتا ہوں اُس نے وہ جو ہے

میر بہادر علی نے دشمنوں سے مقابلہ شروع کیا سد راہ ہو کر آخر دم تک مردانگی کے ساتھ
مدافعت کرتا رہا کہ آدھ گھڑی تک کسی کی جرأت نہوئی کہ بشیر کے خیمے میں داخل ہو کر
حقیقت حال سے مطلع ہوا اس عرصے میں سیدی بشیر گنگا سے پار ہو کر آصف الدولہ
کی حد سے سلامت نکل گیا یہاں جب میر بہادر علی مارا گیا تو بلوائیوں نے بشیر کے
خیمے مین گھسکر اُس کو ڈھونڈا اور نہ پایا مختار الدولہ نے جب بشیر کے نکل جانے
کا حال سُنا تو بہت افسوس کیا اور اس غفلت کے جرم میں سپاہ کو برطرف کر دیا
فرح بخش مولفہ سٹیور یٹ ادا اور سیر المتاخرین میں سیدی کی برباد ی خود آصف الدولہ
کے اشارے سے بتائی ہے۔ بشیر اکبر آباد مین ایلچ خاں کے پاس چلا گیا نجف خاں نے
اسکے آنے کو بھی نعمت غیر مترقبہ تصور کیا اور تھوڑے دنوں کے بعد اپنے لشکر مین
جو ڈیگ کو محاصرہ کیے ہوے تھا طلب کر کے معانقہ اور مصافحہ کیا اور بہت مہربانی
فرمائی اور محالات لالپورا اور رہتک دہاسی و حصار وغیرہ اُسکے سپرد کر کے کہا کہ
وہاں کی آمدنی سے اپنے رسالے کی تنخواہ ادا کرے اور اپنے مصارف چلائے اور
سپاہ جمع کرے۔ بشیر نے وہان پہونچکر مخالفوں اور سرکشوں کو مغلوب کیا اور
موسےٰ خاں بلوچ کو موافق کر کے لالپور علاقہ رہتک مین مقام کیا ملا رحمداد خاں روہیلہ
نے محمد الدولہ کے ایما سے ۳ کوس کی مسافت کا دھاوا کر کے بشیر کے لشکر پر شبخون
مارا۔ بشیر اور موسےٰ خاں دونوں گھوڑوں پر سوار ہو کر میدان جنگ سے فرخ آباد
کو بھاگ گئے یہ مقام بلوچ مذکور تھا اور غیر ہے اُس فرخ آباد سے جو نواب بنگش
کی حکومت میں تھا۔ ملا رحمداد خاں نے گھوڑوں ہاتھیوں خیموں پالکیوں اور دوسرے
تمام سامان پر قبضہ کر لیا۔ تھوڑے دنوں بشیر موسےٰ خاں بلوچ کے علاقے میں رہ کر

ہو رہے تھے اُنھون نے مختار الدولہ کو اس راز سے آگاہ کر دیا مختار الدولہ نے مصلحۃً
اس بات کو تغافل مین ڈالدیا اور جب بشیر کے افسرون کو اپنا طرفدار کر لیا تو چند روز
کے بعد مخفی اشارہ کیا کہ بشیر کو قید کر لین اتفاقاً اُسنے بھی اس منصوبے کی خبر پائی بیچارہ
مع رفقا کے متحیر ہوا ایک دن اُس کے آدمی اُسکی اذیت و گرفتاری کے لیے تیار ہوے اور
طلب تنخواہ کے حیلے سے ہجوم کر کے اُسکے یہان آپہونچے اور ارادہ کیا کہ اُسکے زنانے مین گھسکر
اُسکو گرفتار کر کے بے حرمت کرین میر بہادر علی کہ سادات بارہہ سے ایک شریف آدمی تھا
اور حبشی مذکور کا پُرانا رفیق تھا اور مرہون احسان تھا اور شجاع الدولہ کی طرف سے
اُسکی نیابت کا کام انجام دیتا تھا اُسنے اہل فوج کو اس ارادے سے روکا اور کہا کہ محل
کے اندر نہ گھُسنا چاہیئے لشکریون نے اُس سیّد کو قتل کر ڈالا اور بشیر کو پکڑ کر پہرے مین
بٹھا دیا اور کوئی دقیقہ اُسکی بے حرمتی مین باقی نہ چھوڑا بشیر دو شبانہ رُوز نجابیون کے
طویلے مین سیُسون کے زمرے مین چھپا پڑا رہا آخر کار اُسنے پہرے کے آدمیون کو رشوت دیکر
اپنا مال و اسباب جو قارون کے خزانے سے کم نہ تھا لے کر کشتیون کے ذریعہ سے دریائے گنگا
کو عبور کیا شیو پرشاد کی فرح بخش مین یون ہی مذکور ہے اور سیر المتاخرین کے مؤلف نے
کہا ہے کہ میر بہادر علی نے شیدی سے دشمنون کے ہنگامے سے پیشتر یہ کہا کہ بندہ ان لوگون
کو باتون مین لگاتا ہے آپ جس طرح سے ممکن سمجھین اپنی راہ لین اور چند اشخاص معتبر
کو کہا کہ دریا یہان سے قریب ہے آپ لوگ شیدی کے ہمراہ ہو کر اُس کو دریا پار کر کے
نجف خان کے مُلک مین پہونچا دین یہ کہکر بشیر کو گھوڑے پر سوار کیا اور چند معتبر آدمی
ہمراہ کیے اور کہا کہ آپ حتے الامکان یہان سے فرار ہو جیے اس عرصے مین لوگ بشیر کے
خیمے پر آپہونچے طرفہ شور و شر پیدا ہو گیا حبشی مذکور نے اس معرکے مین اپنی راہ لی اور

## سیدی بشیر کی سپاہ کا بلوا کرنا۔ اور اُسکا بھاگ کر ذوالفقار الدولہ نجف خان کے پاس چلا جانا

محمد بشیر شجاع الدولہ کا غلام زر خرید تھا اور نواب ممدوح کی خدمت مین نہایت تقرب رکھتا تھا شجاع الدولہ نے اُسکو محبت آباد کے انتظام پر مقرر کردیا تھا جس کا تعلق نواب سعادت علی خان ناظم بریلی سے تھا اُسنے جو دیکھا کہ مختار الدولہ انگریزون سے مل گیا ہے اور چاہتا ہے کہ وزیر الممالک کی سرکار کو بگاڑ کر اپنا کام بنالے تو اُس نے دولت خواہی کی راہ سے نواب کو اس راز سے آگاہ کیا اور ایک عرضداشت بھیجی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مختار الدولہ کی حرکات ناشائستہ کا انجام سلطنت کے حق مین بہتر نہ ہوگا ارکان دولت جن سے سلطنت کو مضبوطی تھی بعض کو اُنمین سے بے جرم نکالدیا بعض کو قید کردیا بعض کو نان شبینہ کا محتاج بنادیا۔ اور نئے آدمی اپنی مرضی کے موافق نوکر رکھکر سب کام اُنکے ہاتھوں میں دیدیے ہین۔ یہ لوگ رات دن مختار الدولہ کی سرسبزی اور سلطنت کے خواہوں کی ذلت و خواری کی فکر مین مصروف رہتے ہیں خدانخواستہ عنقریب کوئی ایسی خرابی پیدا کردینگے جس کا تدارک مشکل ہوگا ابھی عنان اختیار بندگان عالی کے ہاتھ مین ہے اگر بدولت اقبال اور تعلیم سروش دانش سے حضور والا سپاہ کی خبرگیری کی مشقت اور دوست و دشمن کے پہچان لینے کی تکلیف گوارا کرین اور لگے کارپردازون کو جنھون نے اپنی درِ دولت کو نہین چھوڑا ہے اپنے پاس بلاکر حقیقت حال استفسار فرمائیں تو اُمید ہے کہ حریف جو اندیشے کہ جن سے سلطنت کی اندرونی بدخواہی کا خیال چھوڑکر خیرخواہی کے راستے پر آجائین۔ نواب وزیر مختار الدولہ کی محبت مین محو

اور اُنکی سولہ دن کی چڑھی ہوئی تنخواہ بیباق کرا کے بندوقین لے لین اور لشکر سے نکالدیا جب ان کمپوؤن کے دوسرے آدمیون نے یہ کیفیت دیکھی تو دوسرے دن صبح کے وقت کوچ کا نقارہ بجا کر سب نے مرتب ہوکر توپین اور بندوقین لے کر امیر الامرا مرزا نجف خان کے لشکر کی طرف کوچ کیا۔

آصف الدولہ گنگا کو عبور کر کے فرخ آباد کے نواح مین پہونچے اور وہان کئی مقام کیے اور ریاست مین سے کئی توپین اور دو تین ہاتھی اور کچھ گھوڑے پسند کر کے لے لیے کہتے ہین کہ پانچ لاکھ روپے خراج کے ریاست فرخ آباد سے مقرر ہوے ایک روز ایسے بڑے بڑے اولے پڑے کہ ایک ایک اولہ پانچ پانچ سیر کا تھا اسکے صدمے سے بہت سے آدمی اور جانور ہلاک ہوے پھر یہان سے اٹاوے کی طرف کوچ کیا[1]۔

سیر المتاخرین مین لکھا ہے کہ آصف الدولہ نے اٹاوے پہونچکر یہان قیام کیا یہ مقام صوبہ اودھ اور انتربید کی حدود مین واقع ہے جہان سے اپنے بھائی سعادت علیخان کو جو روہیلکھنڈ کی حکومت پر متعین تھے اور رشیدی بشیر کو طلب کیا۔

تاریخ تیموریہ سے اٹاوے جانے کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ راناچتر سنگھ نے اُن کو ہمت بہادر کے استیصال کے لیے مختار الدولہ سے عرض کر کے بلایا تھا جس کا حال آگے آتا ہے۔

فائدہ۔ انتربید اُس ملک کا نام ہے جو گنگا اور جمنا کے درمیان مین ہے یہ دونون دریا کوہ کمایون سے نکلکر الہ آباد کے پاس مل گئے ہین تو انتربید کا مبدء دامن کوہ کمایون ہے اور منتہے نواح الہ آباد۔

---

[1] دیکھو گیان پرکاش ۱۲

واردات کے دیکھی اسلیے مختار الدولہ کی طرف رجوع کی اور قول وقسم کرکے اپنی طرف سے مطمئن کر لیا اور پھر اپنے منصب و مرتبے پر برقرار ہو گیا بلکہ بسبب مواخمت ظاہری مختار الدولہ کے ہر روز اُسکا کام ترقی پر تھا۔

مختار الدولہ کے ساتھ مہدی گھاٹ پر فوج نے جو سختی کی تھی اُن کا دل اس وقت سے بے حد مکدر رہتا۔ اُنھوں نے دیکھا کہ بسنت علی خاں کے پاس زبردست کمپو ہے اُسکے برباد کر دینے کی فکر کی اور جھاؤلال کی سپاہ کو بھی اور کم کرنا چاہا غرض اُن کی یہ تھی کہ سپاہ اُنکی یاری پر نہ رہے گی تو ہمیشہ ہمارے دست نگر رہینگے۔ اس کام کے پورا کرنے کو اُنھوں نے چکلا اٹاوہ کے بندوبست کے لیے روانگی کی خبر مشہور کی اور اواخر ماہ شعبان ١١٨٩ ہجری کو بڑے لاؤ لشکر کے ساتھ نواب کو لے کر کوچ کیا اور مہدی گھاٹ کے مقام پر کشتیوں کا پل بندھوا کر جھاؤلال کی چند پلٹنیں اور چند پلٹنیں بسنت علی خاں کے کمپو کی اور کچھ فوج اُس پل کے ذریعہ سے دریا پار کرا دی۔ اس کے بعد حکم دیا کہ پل توڑ کر کشتیاں ہٹالی جائیں اور دریا کے کنارے توپیں لگوا دیں اور انگریزی فوج کا ایک کمپو جو بلگرام میں مقیم تھا اُسے بلا کر حکم دیا کہ ان سپاہیوں کو یہاں سے بھگا دو اب مختار الدولہ نے انکو برطرفی کا حکم بھیجا۔ جب اُنھوں نے یہ فریب پایا تو لڑنے مرنے کو آمادہ ہو گئے بڑا فتنہ پیدا ہوا قریب تھا کہ تمام لشکر لٹ جائے کہ جان بسٹو صاحب ہاتھی پر سوار ہو کر تھوڑے سے لوگ ساتھ لیکر دریا کو عبور کرکے اُن سپاہیوں کے پاس پہونچے اور کہا کہ جبکہ نواب نے تمکو موقوف کر دیا تو تمکو لڑنے کا کیا حق ہے اُنھوں نے تنخواہ کا عذر کیا ریذیڈنٹ نے اُسی وقت اپنے کارپردازوں کو حکم دیا کہ ہمارے حوالے سے چند ہزار روپیہ گاڑی میں بھر لائیں

و اسباب لے کر اور وزیر الممالک کے کارخانون کو سمیٹ کر لکھنؤ کو آئے ان کی غیر حاضری
کے زمانے مین جھاؤلال اور راجہ صورت سنگھ اور راجہ ٹیت چند خزانچی نے باہم موافقت
اور میل کر کے خیر خواہی کے قالب مین نواب مختار الدولہ کی ناشائستہ حرکات کو
وزیر الممالک کے ذہن نشین کیا مختار الدولہ ان اخبار خیر اندیشی کو سنکر وزیر کی آنکھ
سے دل مین بے حد خائف تھے جب لکھنؤ کے قریب پہونچے تو تحقیق حال کے لیے بیرون شہر
مقام کرایا وزیر الممالک فرط اشتیاق سے خود مختار الدولہ کے لشکر مین پہونچے
اور ان لوگون کی غمازی کا حال ان سے مشرحًا بیان کر دیا مختار الدولہ اپنے
طالع کی یاوری پر خوش و خرم ہوئے اور نواب کے ہمرکاب شہر مین داخل ہوئے اور
راجہ جھاؤلال کی متعلقہ فوج مین سے چار پلٹنین نجیبون کی اور چند پلٹنین تلنگون کی
جو اپنی چڑھی ہوئی تنخواہ مانگتی تھین اسی دن موقوف کر دین۔ راجہ جھاؤلال
وزیر الممالک کی مصاحبت کے گھمنڈ پر نیرنگی زمانہ سے غافل تھے مختار الدولہ کے حق مین
تحقیر و اہانت کی باتین کرنے لگے۔ چغل خورون نے یہ باتین مختار الدولہ کے کانون تک
پہونچائین۔ انھون نے دربار مین جانا موقوف کیا۔ نواب وزیر انکے شیفتہ سے تھے
بے تکلفانہ انکے مکان پر پہونچے اور بہت دلداری کی۔ مختار الدولہ نے جو دیکھا کہ
وزیر الممالک میرے دام مین گرفتار ہین اور زمانہ رام ہے تو عرض کیا کہ اگر فدوی کی حرمت
منظور ہے تو میرے مخالفون کو اپنے حضور مین حاضر ہونے سے محروم کر دیا جائے نواب نے
انکی یہ عرض قبول کی اور اپنی خواصی مین ہاتھی پر بٹھا کر دولتخانے مین لائے مختار الدولہ
نے اپنے معاندون کو نہایت زجر و تہدید کے ساتھ سامنے بلا کر انکے تمام کام اور مناصب
و مراتب چھین کر معزول و مردود کر دیا راجہ جھاؤلال نے اپنی رہائی بجز اطاعت

وارادت کے مدعی اسلیے مختارالدولہ کی طرف رجوع کی اور قول و قسم کرکے اپنی طرف
سے مطمئن کرلیا اور پھر اپنے منصب و مرتبے پر برقرار ہوگیا بلکہ بسبب مواقفت ظاہری
مختارالدولہ کے ہر روز اُسکا کام ترقی پر تھا۔

مختارالدولہ کے ساتھ مہدی گھاٹ پر فوج نے جو سختی کی تھی اُس کا دل اس وقت
سے بے حد مکدر تھا۔ اُنھوں نے دیکھا کہ بسنت علی خان کے پاس زبردست کمپو ہے
اُسکے برباد کردینے کی فکر کی اور جھاؤلال کی سپاہ کو بھی اور کم کرنا چاہا غرض اُن کی
یہ تھی کہ سپاہ اگر یاری پر نہ رہے گی تو ہمیشہ میرے دست نگر رہینگے۔ اس کام کے
پورا کرنے کو اُنھوں نے ضلع اٹاوہ کے بندوبست کیلیے روانگی کی خبر مشہور کی اور
اواخر ماہ شعبان ۱۲۰۹ھ ہجری کو بڑے لاؤلشکر کے ساتھ نواب کو لے کر کوچ کیا اور
مہدی گھاٹ کے مقام پر کشتیوں کا پل بندھوا کر جھاؤلال کی چند پلٹنیں اور چند پلٹنیں
بسنت علی خاں کے کمپو کی اور کچھ فوج اُس پل کے ذریعہ سے دریا پار کرادی۔
اس کے بعد حکم دیا کہ پل توڑ کر کشتیاں ہٹالی جائیں اور دریا کے کنارے توپیں
لگوادیں اور انگریزی فوج کا ایک کمپو جو بلگرام میں مقیم تھا اُسے بلاکر حکم دیا کہ
ان سپاہیوں کو یہاں سے بھگا دو اب مختارالدولہ نے انکو برطرفی کا حکم بھیجا۔
جب اُنھوں نے یہ فریب پایا تو لڑنے مرنے کو آمادہ ہوگئے بڑا فتنہ پیدا ہوا قریب تھا
کہ تمام لشکر لٹ جائے کہ جان بیسو صاحب ہاتھی پر سوار ہوکر تھوڑے سے نوکر ساتھ لیکر
دریا کو عبور کرکے اُن سپاہیوں کے پاس پہونچے اور کہا کہ جبکہ نواب نے تمکو موقوف
کردیا تو تمکو لڑنے کا کیا حق ہے اُنھوں نے تنخواہ کا عذر کیا رزیڈنٹ نے اُسی وقت
اپنے کارپردازوں کو حکم دیا کہ ہمارے حوالے سے چند ہزار روپیہ گاڑی میں بھرلائیں

و اسباب لے کر اور وزیر الممالک کے کارخانون کو سمیٹ کر لکھنؤ کو آئے ان کی غیر حاضری
کے زمانے مین جھاؤلال اور راجہ صورت سنگھ اور راجہ بیٹر چند خزانچی نے باہم موافقت
اور میل کرکے خیر خواہی کے قالب مین نواب مختار الدولہ کی ناشائستہ حرکات کو
وزیر الممالک کے ذہن نشین کیا مختار الدولہ ان اخبار خیر اندیشی کو سُنکر وزیر کی طرف
سے دل مین بے حد خائف تھے جب لکھنؤ کے قریب پہونچے تو تحقیق حال کے لیے بیرون شہر
مقام کرایا وزیر الممالک فرط اشتیاق سے خود مختار الدولہ کے لشکر مین پہونچے
اوران لوگون کی غمازی کا حال اُن سے مشرحاً بیان کر دیا مختار الدولہ اپنے
طالع کی یاوری پر خوش وخرم ہوے اور نواب کے ہمرکاب شہر مین داخل ہوے اور
راجہ جھاؤلال کی متعلقہ فوج مین سے چار پلٹنین نجیبون کی اور چند پلٹنین تلنگون کی
جو اپنی چڑہی ہوئی تنخواہ مانگتی تھین اُسی دن موقوف کر دین۔ راجہ جھاؤلال
وزیر الممالک کی مصاحبت کے گھمنڈ پر نیرنگی زمانہ سے غافل تھے مختار الدولہ کے حق مین
تحقیر واہانت کی باتین کرنے لگے۔ چغل خورون نے یہ باتین مختار الدولہ کے کانون تک
پہونچائین۔ اُنھون نے دربار مین جانا موقوف کیا۔ نواب وزیر اُنکے شیفتہ تھے
بے تکلفانہ اُنکے مکان پر پہونچے اور بہت دلداری کی۔ مختار الدولہ نے جو دیکھا کہ
وزیر الممالک میرے دام مین گرفتار ہین اور زمانہ رام ہے تو عرض کیا کہ اگر فدوی کی حرمت
منظور ہے تو میرے مخالفون کو اپنے حضور مین حاضر ہونے سے محروم کر دیا جائے نواب نے
اُنکی یہ عرض قبول کی اور اپنی خواصی مین ہاتھی پر بٹھاکر دولتخانے مین لائے مختار الدولہ
نے اپنے معاندون کو نہایت زجر و تہدید کے ساتھ سامنے بلاکر اُنکے تمام کام اور مناصب
ومراتب چھین کر معزول ومردود کردیا راجہ جھاؤلال نے اپنی رہائی بجز اطاعت

دوازدہ امام اور چہاردہ معصوم اور سرداران انگریزی کو گواہ دیتا ہوں سرداران انگریزی
اس قولنامے میں شریک میرے ہیں دوسرے یہ کہ میں زر قرضہ اپنی ماں سے طلب
نہ کروں گا میرا کچھ دعوے اس امر نہیں ہے اور میں ہرگز اس عہدنامے سے انحراف
نہ کروں گا۔ اگر میں احیاناً خلاف ورزی اس عہدنامے کی کروں تو یہ تصور کرنا چاہیے
کہ میں سرداران انگریزی کمپنی سے منحرف ہو گیا۔ سرکار انگریزی طرفین کی ضامن
ہوئی۔

اسکے بعد بیگم صاحبہ کو بیٹے سے ایسی نفرت پیدا ہوگئی کہ اُس کا نام زبان پر نہیں
لاتی تھیں اگر کوئی دوسرا بیٹے کا ماں کے سامنے ذکر کر بیٹھتا تو اُسکو منع کر دیتیں اور
اگر کسی ضرورت سے خط لکھنے کا اتفاق ہوتا تو لفافے پر برخوردار نورچشم کی جگہ صرف
آصف الدولہ لکھتیں سات برس تک یہی وتیرہ رہا اگر سال بھر کے بعد نواب شکار کی
تقریب سے کبھی دار السلطنت سے روانہ ہوتے اور فیض آباد کی طرف اُن کا گذر ہوتا
تو ایک یا دو رات مقام کرتے اور ماں کے سلام کو محلسرا میں جاتے تو چند ساعت
روبرو بیٹھکر اُٹھ کھڑے ہوتے ماں بیٹے دونوں کو انقباض رہتا کوئی بات پیار و
انبساط کی ظہور میں نہ آتی۔ بیگم صاحبہ کا میلان خاطر بیٹے کی ضد سے بی لطف کی طرف
ہوگیا اور آصف الدولہ کے بیچ سے اُسکے بیٹے کو عروج دیا اور چونکہ یہ منظور تھا کہ بیٹے
کو ترکہ نہ ہو سکے دریغ لاکھوں روپیے کا مال بیجا صرف کرتیں۔

## بھاؤلال وغیرہ کی مذلت اور بعض پلٹنوں کی برطرفی

مختار الدولہ چند ماہ تک فیض آباد میں رہے اور بیگمات سے بقدر روپیہ ادا کرنا

اُن کو دیدین اور نواب نے یہ اقرار کیا کہ مین نے اپنی والدہ سے تیس لاکھ روپیہ
بابت قرضۂ حال اور چھبیس لاکھ روپیہ بابت قرضۂ سابق کے کچھ نقد اور کچھ اسباب
اور جواہرات اور ہاتھی اور اونٹ وغیرہ ورثہ پدری لیا اور اب کچھ دعوے
میرا اُنپر باقی نہین رہا یہ سب مین نے افسران انگریزی کے ذریعہ سے لیا اور اب
مطالبہ زیادہ اس سے ترک کیا اور مین یہ بھی وعدہ کرتا ہون کہ اپنی والدہ سے
مزاحمت بہ نسبت جاگیر اور گنجیات اور بارہ دری اور باغات اور ٹکسال اودھ فیض آباد
کے جو اُن کو نواب مرحوم نے دیا نہ کرون گا اور اُنکے حین حیات اُن کو قابض ان
سب پر رہنے دون گا اور جب تک میری والدہ زندہ رہینگی اُس وقت تک
مین اُن کو ان سب کی نسبت دق نکرون گا وہ اپنی جاگیر مین اپنے ملازمین کی
معرفت تحصیل زر کرین مین اُنکو نہ روکونگا اگر میری والدہ حج کرنے جائین تو اُنکو اختیار
ہے جسے چاہین اپنی جاگیر وغیرہ مین بطور مہتمم چھوڑ جائین یہ کلیتہً اُن کے اختیار
مین ہے۔ مین اس مین مزاحم نہونگا خواہ وہ یہان رہین یا حج کو جائین سب جاگیر
وغیرہ اُنکے قبضے مین متصور ہوگی اور کوئی شخص اُس سے مزاحم نہوگا جس کسی کو
میری والدہ مہتمم جاگیر وغیرہ قرار دینگی اُس کی مین مدد اور حفاظت کرون گا اور
جب وہ حج کو جائین تو اُن کو اختیار ہے جس ملازم مرد و عورت کو چاہین اور
جو اسباب چاہین اپنے ہمراہ لے جائین مین مزاحم اُس کا نہونگا اور مین کچھ وقت کسی قسم
کا مطالبہ کر کے جواہر علی خان اور بہار علی خان اور نشاط علی خان اور شکوہ علیخان
اور تحویلدارنیون کو نہ دون گا میری والدہ کو اختیار ہے اپنی جاگیر وغیرہ مین جو چاہین
کرین وہ مالک ہین ان شرائط کے لحاظ رکھنے کے باب مین خدا اور اُس کے رسول اور

اور باقی ۲۶ لاکھ روپوں کے عوض سامان دیدیا۔

اسّی ہاتھیوں میں سے ستر ہاتھی جن میں سے ہر ایک کی قیمت دو دو تین ہزار روپے مقرر کی تھی سواری کے نو سو گھوڑوں میں سے آٹھ سو ساٹھ رتھ جن کے بیل ناگوری تھے ستر ستر ہزار روپے کے مُتّے جنکے پیچھے بیدار تھے۔ گھوڑے کا ایک طلائی زین ۷۰ ہزار روپے کا مُتّے کے چالیس چھپر جنکی زنجیروں میں قیمتی جواہر جڑے ہوے تھے اور نہایت نفیس تھے کہ دیکھنے والوں کی عقل اُن کو دیکھ کر دنگ ہوتی تھی۔ موتیوں کے ہار۔ جواہرات بانات اور کاشانی مخمل کے تھان اور مخملی و باناتی خیمے ان تمام چیزوں کو ایک جگہ جمع کیے قیمت کوتی گئی اور آٹھ دن میں تمام کام ختم ہو گیا۔

یہ تفصیل فیض بخش نے اپنی کتاب فرح بخش میں لکھی ہے۔ مولوی ذکاء اللہ تاریخ ہندوستان میں یوں لکھتے ہیں کہ شجاع الدولہ کو مرے ہوے بہت دن نہیں گذرے تھے کہ نواب آصف الدولہ نے اپنی ماں کو بہت تنگ کر کے ۲۶ لاکھ روپیہ لے کر اُڑا دیا اور تیس لاکھ روپے اور مانگنے لگے بلکہ اُنھوں نے یہاں تک ارادہ کیا کہ جو مال انکی ماں اور دادی کے پاس ہے وہ بھی چھین لیں ۱۷۷۵ء میں بیگم نے گورنر جنرل کے یہاں نالش کی کہ اُس کا ۲۶ لاکھ روپیہ تو نواب نے اپنی بہانے سے چھین لیا ہے کہ سرکار کمپنی کا روپیہ دینا نہایت ضروری ہے اب دوبارہ تیس لاکھ روپیہ وہ اور مانگتے ہیں کہ سرکار کمپنی کو عہد وپیمان کے موافق دینا ناگزیر ہے اگر وہ نادا کیا جائیگا تو میں تباہ ہو جاؤں گا۔ بیگم نے لکھا کہ میں اپنے بیٹے کے ہاتھ سے بہت تنگ ہوں اس پر انگریزوں نے بیچ میں پڑ کر ۱۹ شعبان ۱۱۸۹ہجری مطابق ۱۵ اکتوبر ۱۷۷۵ء کو ایک عہد موثق بیگم کے ساتھ کیا کہ بالفعل بیگم یہ تیس لاکھ روپیہ

بیگم صاحبہ کو کہلایا کہ آپ اب اس قدر روپیہ دیدین کہ آگے کو مطالبہ باقی نہ رہے
ورنہ پھر جھگڑا باقی رہے گا نواب آپ سے تقاضا کیا کرینگے اور آپکی عافیت زندگانی
تنگ رہے گی اور آرام مفقود ہوگا اور اس وقت مین اس کام مین واسطہ بنتا ہون
اسلیے پختہ وعدہ لے لونگا اور دین وایمان کی قسم کے ساتھ عہد وپیمان کو مؤکد کرا کر
ایک تحریر اُن سے حاصل کرکے آپ کے حوالے کرونگا پھر عمر بھر کوئی آپ سے
معترض نہوگا۔ نواب مرزا علی خان کہ بیگم کے حقیقی بھائی اور جہان دیدہ آدمی تھے
بیگم کے پاس گئے اور اُن سے کہا کہ آصف الدولہ آپکے بیٹے ہین اور آپ کی تجویز
سے مالک ومسند نشین ہوے ہین نہایت بے مروت اور اصلی طوطا چشم ہین اس
کے علاوہ آج کل شراب کے نشے مین ہر وقت ڈوبے رہتے ہین جو لوگ اُنکی مصاحبت
مین رہتے ہین اُنکے دماغ مین بوے آدمیت نہین پہونچی ہے اور مختار الدولہ جو اُن
کے نائب ہین وہ فرعون سے کم نہین صلاح وقت یہ ہے کہ تھوڑی سی نقدی
باقی وہ سامان جو احتیاج سے زائد ہے اور آج کل کسی کام مین نہین آتا رزیڈنٹ
کی معرفت اُنکو دیدیجیے۔ رزیڈنٹ ممنون ہونگے اور یہ خبر کلکتے اور لندن تک
پہونچے گی اور عہد نامۂ محکم رزیڈنٹ کا مہری آپکے ہاتھ مین آجائے گا اور اُس روزمرہ
کی کشمکش سے جو ایک سال سے چلی آتی ہے اور آپ کا چین وآرام جاتا رہا ہے نجات
حاصل ہوگی بعد اسکے ایسے بیٹے سے درگذریجیے اور اُس سے کسی بہبود کی توقع نہ رکھیے
اور گوشۂ عافیت مین زندگی کے دن گذاریے ایک ہفتے تک قیل وقال اور کشمکش رہا
بیگم نے اپنے بھائی اور رزیڈنٹ کی صلاح کو مان لیا اور ساٹھ لاکھ روپے پر اس طرح
انفصال ہوا کہ پہلے بدفعات ۱۶ لاکھ روپے دیے تھے۔ آٹھ لاکھ روپے نقد اب دیے

کرچ لگا کے دولتسرا میں گھس گیا جونہی بیگم صاحبہ کی نظر اسکی کرچ پر پڑی تو اسکو سخت گالیاں دیں۔

اُس دن نواب مرزا علی خان کی معرفت روپے کی درخواست کی گئی بیگم صاحبہ نے جواب دیا کہ میرے پاس روپیہ ہے لیکن وہ شجاع الدولہ کا دیا ہوا ہے اس جواب کے سننے سے مختار الدولہ سانپ کی طرح بل کھانے لگے اور مرزا علی خان کے سامنے بیگم کو بے ادبانہ باتیں کہیں باوجودیکہ یہ بیگم کے بڑے بھائی تھے ڈاڑھی منھ پر رکھتے تھے مردی و مردانگی کا دعوے تھا لیکن اتنے نہ شرمائے کہ مختار الدولہ کو جواب دیتے اور انکو منع کرتے۔ شام ہوگئی تھی اُٹھ کر جوابگاہ کو چلے گئے دوسرے دن پھر ڈیوڑھی پر پہونچے اور تقاضا شروع کیا اور بہت تنگ پکڑا اُس وقت بیگم کے محل میں تیس خواجہ سرا تھے جن میں دس بارہ جوان تھے اور بیس کے قریب کم عمر بیگم نے انکو حکم دیا کہ تلوار ڈھال لے کر محل میں حاضر رہیں فیض بخش مؤلف فرح بخش اور اخوند احمد علی جواہر علی خاں کے پاس اسکی حویلی میں بیٹھے تھے کہ کرم علی یگانہ محلسرا سے آیا اور جواہر علی خاں کی ڈھال تلوار اُٹھا لی اور تمام سرگذشت ڈیوڑھی کی بیان کی اُن دنوں پر نہایت اندیشہ و وسواس رہا ہولناک خبریں ڈیوڑھی سے پے درپے جواہر علیخان کے پاس پہونچتی تھیں اس دن بھی کوئی فیصلہ نہ ہوا بیگم صاحبہ نے مرزا علی کو کہا کہ تمھاری وجہ سے ہمارا خواب و خور اور چین و آرام یک قلم موقوف ہوگیا ہے ان لوگون کی طرف سے پیام طرح طرح کے لاتے ہو اور خود جواب نہیں دیتے حیف کہ مردون کا یہ حال ہے تو ولے عورتوں پر۔

القصہ خان رسٹو صاحب بیچ میں پڑے اور اصلاح کے دریے ہوئے گھوڑے

مین رہنے لگے نواب سید فیض اللہ خان کی استدعا کے بموجب آصف الدولہ نے عنایت خان کی بی بی کو جو نواب موصوف کی حقیقی بہن تھین اور فتح خان خانساماں کے عیال و اطفال اور عبد الجبار خان کے اہل و عیال کو رام پور بھیجدیا۔ رنہ ہیلکھنڈ گزٹیر مین لکھا ہے کہ دوسرے سال جان برسٹو صاحب نے بڑی تقریر ون کے بعد آصف الدولہ کو ایک لاکھ روپے سال کی پنشن ان لوگون کے واسطے مقرر کرنے پر مجبور کیا شیو پرشاد کہتا ہے کہ ایک سال کی تنخواہ دینے کا حکم میر علی رضا فوجدار خیر آباد کے نام حاصل کر کے جان برسٹو صاحب نے اُنپر تقسیم کردی۔

## نواب آصف الدولہ کا اپنی والدہ کو دباکر روپیہ لینا

لکھنؤ مین پہونچنے کے بعد مختار الدولہ نے ارادہ کیا کہ فیض آباد جا کر بیگمات کے اقبال و شان کو صدمہ پہونچائین عالم مستی و نشۂ شراب مین نواب سے عرض کیا کہ شجاع الدولہ اور صفدر جنگ کا تمام اندوختہ بیگم صاحبہ کے پاس ہے وہ تمام خواجہ سرا اُڑائینگے اور اپنے جاہ و جلال مین صرف کرینگے اگر حکم ہو تو جس طرح ممکن ہو اُن سے وصول کرلاؤن نواب کی عقل گم تھی بے اندیشہ حکم دیا کہ جا کر سامان اور خزانہ وصول کر لاؤ دیوانہ را ہوے بس است مختار الدولہ نے بسنت خواجہ سرا صاحب کمپو کو تلنگون کی چند کمپنیون کے ساتھ اور جان برسٹو اور نواب سالار جنگ کو ہمراہ لیکر فیض آباد کا عزم کیا اور وہان پہونچکر شوکت و نخوت کے ساتھ بیگم کی ڈیوڑھی پر بیٹھ گئے اور نذر جوانو کردن کا معمول تھا نہ بھیجی بسنت علی خان کہ ایک غلام سے زیادہ نہ تھا مگر مین

# اولادِ حافظ رحمت خان اور دوندے خان کی قلعہ الہ آباد سے رہائی

شیو پرشاد نے فرح بخش میں لکھا ہے کہ دوندے خان اور حافظ رحمت خان کی اولاد اور حسن قدر روہیلکھنڈ کے علماء و فضلا و شرفا قلعۂ الہ آباد میں قید تھے انھوں نے متواتر عرضیاں نواب سید فیض اللہ خان بہادر والی رامپور کی خدمت میں بھیجیں اور استدعا کی کہ اس قید سخت سے ہم کو رہا کرا دیجیے۔ نواب موصوف نے رحم کھا کر مسٹر جان برسٹو لکھنؤ کے انگریزی رزیڈنٹ کو اُن کی رہائی میں کوشش کرنے کے لیے لکھا۔ رزیڈنٹ نے آصف الدولہ سے سفارش کی اور اس معاملے میں بہت بار ڈالا۔ آصف الدولہ نے تین لاکھ روپے ان محبوسوں کی رہائی کے عوض میں طلب کیے اور یہ رقم اس طرح سے پوری کی گئی کہ ایک لاکھ اسی ہزار روپے نواب سید فیض اللہ خان نے عطا کیے اور ایک لاکھ بیس ہزار روپے نواب سید سعد اللہ خان کی بیگم نے دیے اس طرح تین لاکھ روپے جمع ہو کر جان برسٹو صاحب کے پاس بھیجے گئے جنھوں نے آصف الدولہ سے قیدیوں کی رہائی کا حکم سید معز خان قلعہ دار الہ آباد کے نام حاصل کر کے بھیجا اُسے ایک مہینے تک ساماں کی تیاری کے بہانے سے تعلل کیا۔ اور آخر کار ۲ اسمعیل ۱۱۸۹ہجری کو جان برسٹو صاحب کے ہرکارون اور اپنے آدمیوں کے ساتھ اُن قیدیوں کا قافلہ لکھنؤ کو روانہ کیا یہ لوگ گڑھا مکتیسر کے راستے سے ۲۹ شعبان ۱۱۸۹ہجری کو لکھنؤ پہونچے۔ کچھ دنوں خواجہ یاقوت کے باغ میں خیموں میں رہے پھر کرائے کی حویلیون

---

[1] دیکھو گل رحمت ۱۲

سیر المتاخرین کا مؤلف کہتا ہے کہ مختار الدولہ نادان نے باوجود اسقدر توقع منفعت کے اپنے حق مین کچھ بھی عہد و پیمان ارباب کونسل کلکتہ سے نہ لیا اس وقت جو کچھ چاہتا فوراً ہو جاتا اور کسی کی مجال نہوتی کہ اُسکی طرف آنکھ اُٹھاکر دیکھتا نہ کہ مارا جاتا۔ اگر احیاناً مارا جاتا تو اُسکے انتقام مین قیامت برپا ہو جاتی بلکہ آصف الدولہ کی ریاست اُسکی اولاد کو مل جاتی۔ لیکن تقدیر یون ہی تھی القصہ بنارس مع توابع کے ضمیمہ بنگالہ ہوا اور معاملات ملکی ومالی صوبۂ اودھ۔ الہ آباد۔ پتھر گڈھ۔ کوڑہ۔ اٹاوہ اور روہیلکھنڈ مین بدون اطلاع جان برسٹو صاحب کے کچھ نہوتا تھا اور مختار الدولہ بغیر اُنکی صلاح کے دم نہین مار سکتے تھے۔

## مہدی گھاٹ سے آصف الدولہ کا لکھنؤ کو چلے جانا

جب گرمی کا موسم آخر ہوا اور برسات کا زمانہ سر پر آیا تو نواب مہدی گھاٹ سے لکھنؤ کو چلے گئے اور وہان حویلی قدیم واقع پنچ محلہ مین قیام کیا۔ شہر فیض آباد کی محافظت کے لیے چند پلٹنین اور بھاری توپخانہ اور ہرکارے رہتے تھے اس شہر مین جس قدر سامان واسباب ثروت تھا آہستہ آہستہ اُٹھاکر لکھنؤ مین بُلا لیا اور جسقدر کارخانے سرکاری تھے وہ بھی وہان چلے گئے یہان اب امارت و ریاست کی شان باقی نرہی لشکر کا بازار بھی لکھنؤ کو اُٹھ گیا افسر دن اور سپاہیون نے بھی اپنے اہل و عیال اور اسباب ومال کو وہین بُلا لیا فیض آباد کی رونق جاتی رہی۔

سیر المتاخرین میں لکھا ہے کہ ہسٹنگز صاحب گورنر اگرچہ اس بات سے کہ ملک بنارس ضمیمہ سرکار کمپنی ہوا خوش ہوے مگر اس وجہ سے کہ شجاع الدولہ کے عہد میں وہ خود بنارس تک آئے تھے اور ملک مذکور کی درخواست کی تھی اور شجاع الدولہ نے بہت سے عذر کرکے ٹلے ملے بتا دیے تھے اور نہ دیا تھا۔ جان برسٹو نے جو اُس کی طرف سے رزیڈنٹ تھا ایسا بڑا کام کرکے ممبران کونسل کے سامنے ناموری حاصل کی کسی قدر ملول ہوے تاریخ تیموریہ میں بھی یہی لکھا ہے کہ جب اس خوبی کے ساتھ جان برسٹو صاحب کی حسن تدبیر سے مملکت کے دینے کی خبر صاحبان کلکتہ کو پہونچی تو جنرل کلیورنگ وغیرہ نہایت خوش ہوے اور گورنر ہسٹنگ اس وجہ سے کہ انگریزون کی یہ تمنا جنرل کلیورنگ کے متوسل کے ہاتھ سے ظہور میں آئی نہایت ملول ہوے۔

بہر صورت گورنر نے ان شرطوں کے منظور کرنے میں یہ عذر کیا کہ وہ بالکل برخلاف اُن عہد و پیمان کے ہیں جو شجاع الدولہ کے ساتھ ہوے تھے اور گورنر نے یہ کہا کہ اس وقت جبر او قہر اُن لوگ سے جو شرطیں چاہو ٹھہرالو وہ اپنی ضرورت کے سبب سے سب کو منظور کرلینگے مگر اُن کا ایفا کر سکینگے جب کورٹ ڈائرکٹرز کو اس نئے عہدنامے کی خبر ہوئی کہ بہت سا ملک ہاتھ آتا ہے اور زیادہ روپیہ دینے کا اقرار ٹھہرا ہے تو انھوں نے مراسلہ ۲۴ دسمبر ۱۷۷۶ء مین یہ لکھا کہ ہمکو کبھی ایسی خوشی خاطر ملازمون کی کارگذاری سے حاصل نہین ہوئی جیسی کہ آصف الدولہ کے ساتھ اُن کے عہد و پیمان کرنے سے ہوئی۔ جو عہد و پیمان آصف الدولہ کے ساتھ کیے گئے ہیں ہم اُن کو بطیب خاطر منظور کرتے ہین۔

جنکی تفصیل یہ ہے۔

سرکار بنارس۔ سرکار چنار گڑھ۔ لکمینس گڑھ۔ اضلاع جونپور۔ بجے پور۔ ملبوس خاص بھدوئی۔ سرکار غازی پور۔ پرگنہ سکندر پور۔ فریدہ شادی آباد۔ ٹپہ سرنج۔ وغیرہ اُنکا خراج ۲۲ لاکھ ۸ ۴ ہزار ۴ سو ۹۴ روپیہ مقرر تھا اور نواب نے یہ بھی اقرار کیا کہ وہ قاسم علی خان صوبہ دار سابق بنگالہ اور شمرو قاتل انگریزان کو اپنے ملک مین آنے نہ دینگے اور نہ اپنے پاس رکھینگے اور اگر وہ اُنکے قابو مین آجائینگے تو اُنکو قید کرکے انگریزی کمپنی کے سپرد کردینگے اور یورپ کی کسی اور قوم کو اپنی ملازمت مین بغیر رضامندی انگریزی کمپنی کے نہ رکھینگے اور جو کوئی انگریزی کمپنی کے پروانے کے بغیر اُنکے ملک مین آئے گا یا اُس مین گذر کرے گا یا رہے گا یا معلوم ہوگا کہ ملک مین ہے تو وہ اُسکو آنے نہ دینگے بلکہ اُسکے آنے مین مانع ہونگے۔ اور اگر آ بھی جائے گا تو اُس کو واپس بھیجدینگے۔ تمام یوروپین کسی قوم کے ہون جو نواب وزیر کے ملازم ہین اِس عہد کی رُو سے برخاست ہوے اور اُنھون نے وعدہ کیا کہ اُنکو نوکر نہ رکھینگے اور جو شخص انگریزی کمپنی سے مفرور ہوکر آیا ہے یا آیندہ آئے گا بشرط گرفتار ہونیکے انگریزی کمپنی کے حوالے کردیا جائے گا۔ اور طرفین نے یہ بھی اقرار کیا کہ اگر بادشاہ کوئی بات ایک کی نسبت دوسرے کو لکھینگے تو وہ اُسکی رضامندی اور ارادے کے موافق کارروائی کرنگا اور بادشاہ کی تحریر و تقریر پر کچھ بھی لحاظ نہ کیا جائے گا۔ اور نواب نے ایک اقرار نامہ مہری علیحدہ اِس مضمون کا بھی لکھدیا کہ زر بقایاے انگریزی کمپنی بابت کوڑہ والہ آباد و روہیلکھنڈ و تنخواہ فوج حسب عہدنامہ نواب شجاع الدولہ بلا عذر و تکرار بروقت واجب ہونے کے ادا ہوگا۔

خوف آمیز وہول انگیز سے ڈرا کر اس امر پر آمادہ کیا کہ کیا ضرور ہے کہ سہل معاملات کے لیے اس قدر تکلیف سفر کی برداشت کی جائے اور انگریزوں کو اپنی طرف سے رنج پہونچایا جائے یہی بہتر ہے کہ تھوڑا سا ملک انکو دے کر دوستی مستحکم کر لیجائے تاریخ تیموریہ سے معلوم ہوتا ہے کہ برسٹو صاحب نے مختار الدولہ کو لطائف الحیل مین راضی کر لیا تھا اور بعض کاموں کی اُن کو امید بھی دلائی تھی سیر المتاخرین میں بھی ذکر کیا ہے کہ برسٹو صاحب نے مختار الدولہ کو اس بات پر آمادہ کیا کہ بنارس وغیرہ کا علاقہ جو راجہ چیت سنگھ بن بلونت سنگھ کی زمینداری میں ہے اور جسکی مالگذاری چبیس لاکھ روپے کی ہے اور ستر لاکھ روپے کے قریب محاصلات ہے سرکار کمپنی کو دلا دے اُس احمق نے آصف الدولہ کو جان بر سٹو صاحب کی طرف سے امید وبیم مین ڈالکر راضی کر دیا۔

رشبرخ صاحب تاریخ ہند میں اس مطلب کو یوں ادا کرتے ہین کہ کونسل کے اُنھین تین ممبروں نے ہسٹنگز کی مرضی کے خلاف نواب وزیر اودھ کو دباکر بنارس قلمرو سرکار انگریزی میں شامل کرا لیا۔ غرضکہ رزیڈنٹ کی تدبیر سے ۲ ربیع الاول ۱۱۸۹ ہجری مطابق ۲۱ مئی ۱۷۷۵ء کو نیا عہد نامہ لکھا گیا کہ کوڑہ اور الہ آباد کے اضلاع جو شجاع الدولہ کے ہاتھ فروخت کیے گئے تھے آصف الدولہ کے قبضے مین اُسی ہیئت سے رہینگے جیسے کہ ملک اودھ اُنکے پاس ہے اور سرداران انگریزی وعدہ کرتے ہیں کہ وہ صوبہ اودھ اور کوڑہ والہ آباد کی حفاظت کرینگے جب تک مرضی کورٹ آف ڈائرکٹرز کی دریافت ہوگی اور نواب نے اپنے ملک کی اس حفاظت کی بابت انگریزی کمپنی کو تمام اضلاع ماتحت راجہ چیت سنگھ کے مع محصول خشکی و دریا دیدیے

یہ مرضی ہے کہ اگر نواب آصف الدولہ کو سرکار کمپنی کے سرداروں سے مودت منظور ہے
تو یہ مقامات سرکار کمپنی کو دیدین اور اپنے دو صوبے پرانے اور نئے ملکون پر بدستور
قابض و متصرف رہین اور انگریزون کو اپنا ممد و معاون سمجھین مختارالدولہ یہ بات سنکر
نہایت پریشان خاطر ہوے اور گذارش کیا کہ ملک کے مالک نواب آصف الدولہ ہین
انکی صلاح اور اجازت کے بغیر مجھے نفی و انکار کا اختیار نہین برسٹو صاحب نے کہا
کہ اب سے شام تک کی فرصت ہے اگر انگریزون سے دوستی رکھنی منظور ہے تو ان علاقون
کے حوالے کر دینے کی سند تیار کر کے بھیجدی جائے اور اگر کچھ اور منظور ہے تو اس کے
سے اطلاع دی جائے۔ مختارالدولہ خاطر آشفتہ آصف الدولہ کی خدمت مین آئے
تمام حال اُن سے عرض کیا نواب کے مشیرون نے بہت سی فکر دوڑائی مگر کوئی بات
سمجھ مین نہ آئی بجز اسکے کہ علاقے دیدیے جائین۔

کپتان کالون نے بعض معتمدون کے ذریعہ سے عرض کرایا کہ کلکتے سے ہرگز
ایسا حکم نہین آیا ہوگا یہ جو کچھ کر رہے ہین برسٹو صاحب اپنی طرف سے کر رہے ہین
اُنکو کمپنی کی طرف سے علاقے مانگنے کی ہدایت نہین حضور انکی بات کی طرف التفات نکرین
اور سوال و جواب مین قاصر نہ ہین اور اس دلیری و جسارت کی شکایت کلکتے کو لکھین
اور حضور اپنے پیش خیمے کلکتے کی طرف کھڑے کرائین اور برسٹو صاحب سے کہلا بھیجین
کہ نواب مرحوم اور صاحبان انگریز مین جو عہد نامہ ہوا ہے انکی دفعات دیکھ لو اگر ان
تمام عہد و پیمان کے موجود ہوتے تمھاری طرف سے خلاف ورزی ہوگی تو مین خود
کلکتے جا کر صاحبان کونسل سے مباحثہ کرونگا جو کچھ مقدر ہے وہان مقرر ہو جائے گا
مگر ارکان دولت نے آرام طلب نواب کو ان باتون پر توجہ نکرنے دی اور کلمات

نواب وزیر کے پاس پہونچے اور تمام واقعہ بیان کیا ارکان حضور اتنگ مطلق العنان
اور فارغ البال تھے یہ حال معلوم کرکے بہت گھبرائے۔ تاہم کے قریب مختار الدولہ
تصفیہ خاطر کے لیے گئے اور نرم و شیریں باتیں کرکے رزیڈنٹ کی دلجوئی کی وہ
عقل و دانش کے پہاڑ تھے ان کی چاپلوسی کی باتوں میں نہ آئے اور اسی طرح
تمکنت و وقار کے ساتھ جواب تنابی و شکت دیتے رہے۔

## انگریزوں کے آصف الدولہ کے ساتھ معاملات

کلیورنگ مڈلٹن ایجنٹ تو چلے ہی گئے تھے اور اُن کی جگہ جان برسٹو صاحب بھیجے گئے
تھے شجاع الدولہ کے مرتے ہی گورنر کی کونسل میں فورٹن بسن اور کرنیل مونسن اور
جنرل کلیورنگ کی غلبۂ آرا سے یہ امر فیصل ہوا کہ شجاع الدولہ کے ذمے جو روپیہ
واجب الادا ہے اُسکو بہت جلدی سے وصول کرنا چاہیے اور یہ کہنا چاہیے کہ جو
عہد و پیمان اُنکے باپ کے ساتھ سرکار کمپنی کے ٹھہرے تھے وہ سب اُن کے ساتھ
قبر میں گئے اور کوئی اُن میں سے اب باقی زندہ نہیں اب جو ہم سے نیا سودا امداد
و اعانت کا لوگے تو اُسکی قیمت از سر تو ٹھہرائی جائے گی پُرانے بھاؤ پر نہیں دیجائیگی
برسٹو صاحب سے جس دن مختار الدولہ ملنے آئے تھے اُسکے دوسرے دن اُن کو بلا کر
صاحب مدکور نے یہ کہا کہ بادشاہ ہندوستان نے بنارس اور جونپور اور چنار گڑھ
اور غازیپور اپنی مہربانی سے سرکار کمپنی انگریز بہادر کو ہمیشہ کے لیے آل تمغا کے طور پر
نخت دیے تھے لارڈ کلایو نے جدا جانے کس وجہ اور کس خیال سے نواب شجاع الدولہ
مرحوم کو کمپنی کی طرف سے اور اپنی جانب سے چھوڑ دیے تھے اب صاحبان کلکتہ کی

مین شریک ہوتے۔ تمام حال یہان کا اور کرنیل کلیس و کپتان کانوی اور کرنیل بھولیر کے وزیر کے معاملات مین دخیل ہونے کا قصہ کلکتے کو لکھ بھیجا جب وہان کرنیل بھولیر اور کپتان کانوی کے دخل و تصرف کا حال معلوم ہوا تو گورنر اور ممبران کونسل ناخوش ہوے اور رزیڈنٹ کو لکھ بھیجا کہ اگر یہ دونون اب بھی وزیر کے لشکر مین موجود ہون تو گرفتار کرکے کلکتے کو بھیجدو اس حکم کے یہان پہونچنے سے قبل اتفاقاً یہ حال کپتان کانوی اور کرنیل بھولیر کو معلوم ہوگیا کپتان تو پریشانی کی حالت مین کوئی حیلہ کھڑا کرکے وزیر کے لشکر سے بلگرام کو چلا گیا اور وہان ہپو کی چھاؤنی مین رہنے لگا۔ اور کرنیل کلیس اپنے تمام خیمہ و خرگاہ اور اسباب حشمت و جاہ کرنیل بھولیر کے حوالے کرکے جس قدر اسباب لے جاسکا ساتھ لے کر باقی سامان دوستون کو دیکر کلکتے کو روانہ ہوگیا۔ ان دونون انگریزون کے متوسلون اور رفیقون پر عجب انقلاب اور شورش کا عالم گذرا اور انکی روانگی کے بعد اندیشہ و تردد کے دروازے کھل گئے۔ مختار الدولہ اس وقت خواب غفلت سے بیدار ہوے اور بادہ نخوت سے ہوشیار ہوے اُسی روز راجہ جھاؤلال کو نواب وزیر کی طرف سے استفسار صحت مزاج کے لیے رزیڈنٹ کے پاس بھیجا انھون نے راجہ کی طرف التفات نہ کیا لکھنے مین مشغول رہے تھوڑی دیر تک جھاؤلال سلام کرنے کی آرزو مین کھڑے رہے دیر کے بعد سر اُٹھا کر مہربانی کے ساتھ اُنکی طرف دیکھا جھاؤلال نے جرأت کرکے وزیر کی طرف سے خیریت پوچھی جان برسٹو صاحب نے درشتی کے لہجے مین جواب دیا کہ میری صحت مزاج کی خبر دریافت کرتے ہو مین بیمار نہ تھا مجھے ہندوستانیون کی چاپلوسی پسند نہین" جھاؤلال نے جو یہ عتب و جلال دیکھا اور کلمات ملال سنے تو بدحواس ہوکر فی الحال

# جان برسٹو صاحب کا رزیڈنٹ ہوکر وزیر کے لشکر میں آنا

مسٹر جان برسٹو کلکتے سے نواب آصف الدولہ کے پاس رزیڈنٹ بناکر بھیجے گئے تھے وہ مہدی گھاٹ کے مقام پر وزیر کے لشکر میں پہونچے ان دنوں کرنیل ہینیس کی لوجہ چرب زبانی کے گرم بازاری تھی اور کپتان کا بوی مصاحب کرنیل کلیس کچھ تو کرنیل کی مدد سے اور کچھ اُسکے لشکر کی قوت سے وزیر الممالک اور اُنکے مدار المہام پر غالب آگیا تھا۔ یہ شخص ہر روز اپنی ادا ایش باد رکار پر دازان سلطنت کی ہر ایک کے لیے ایک گل تازہ کھلاتا تھا ان دونوں صاحبوں کو برسٹو صاحب کے رزیڈنٹ ہوکر اودھ کی طرف روانہ ہونے کی خبر تھی لیکن اس خیال سے کہ کساد بازاری ہوجائے اس بات کو ان سی کرکے اپنے کام میں سرگرم تھے اگر کبھی کبھی آصف الدولہ مسٹر جان برسٹو کے حالات اور انکی کلکتے سے روانگی کی وجہ دریافت کر بیٹھتے تو سہل اور سبک طور پر کچھ بیان کر دیتے مطلقاً کسی کو یہ خیال نہ تھا کہ وہ پورے پورے اختیارات کے ساتھ کلکتے سے آرہے ہیں یہانتک کہ لشکر کے قریب پہونچ گئے مختار الدولہ نے ان انگریزوں کی صلاح سے بادل ناخواستہ استقبال کیا اور ملاقات کو نواب کے پاس لائے نواب نے بھی جو کچھ خاطر کی وہ انکے مرتبے سے کم تھی لیکن جان برسٹو باوجود نوجوان ہونے کے ہوشیار اور مدبر آدمی تھے زمانے کی ہوا اور مجلس کا رنگ دیکھ کر سمجھ لیا کہ یہاں کا حال یہ ہے ان لوگوں سے بے التفاتی کی مطلق شکایت نہ کی کرنیل ہینیر کے خیمے میں ٹھہر گئے اور حریفوں کو غفلت میں ڈالکر ہر ایک کے ساتھ گرم اخلاص

بغاوت کی آگ بجھ جائے اور بے عقل لوگ پشیمان ہو کر ندامت و خجالت کو وسیلۂ شفاعت بنا کر عجز و زاری کر کے بندگان عالی کے قدمون پر سر رکھدین اور اپنے سردارون کا حکم ماننے لگین تو اُسوقت آہستگی اور تامل کے ساتھ ہر ایک رسالے مین سے چند ایسے آدمی جو شورہ پشت اور فتنہ انگیز ہون چُن چُن کر جرم مین متہم کر کے توپ سے اُڑوا دیے جائین تاکہ سب پر رُعب چھا جائے اگرچہ آصف الدولہ غیرت شوکت کی وجہ سے سینہ آسا آتش غضب مین بے چین تھے لیکن کیا کر سکتے تھے بجز پذیرا کرنے اس التماس کے کوئی چارہ نہ تھا۔ مجبور ہو کر راجہ ٹکیت رائے کو بُلا کر حکم دیا کہ جس امر مین مُفسدون کی استرضا ہو اُسکے مطابق عہد و پیمان سے اطمینان کر کے اور دست ہست زر تنخواہ چکا کے مختار الدولہ کو اُنکے پنجے سے چھڑا لائے راجہ ٹکیت رائے ۳ ہزار اشرفیان خزانے سے لیکر اُن بلوائیون مین پہونچا اُن لوگون نے اول اُس کو بھی خوب بُرا بھلا کہا لیکن وہ شیرین زبانی اور لطائف الحیل سے پیش آیا جس سے ہر ایک کی گرمی ٹھنڈی ہو گئی اور سب کو تنخواہ دے کر اور اضافہ اپنے ذمے قبول کر کے اُنکے پنجے سے مختار الدولہ کو رہا کرایا اور ہر ایک کو حسن تدبیر سے راضی کیا اور اُن کی تنخواہ مین وہ اشرفیان بچا دین۔

مختار الدولہ ایسے روز سیاہ سے خواب مین بھی واقف نہ تھے اپنے نخوت و غرور کا خوب پھل پایا نواب وزیر کے سامنے آ گئے تو دل مین خجالت آنکھون مین اشک ندامت بھرے ہوے تھے۔ نواب سے داد و بیداد کی اُنھون نے لطف و مہربانی سے گلے سے لگا لیا اور خلعت ملبوس بخشا۔

قہر کا مطلق لحاظ نہ کیا انکی پالکی کو گھیر کر کہاروں کے کندھوں سے زمین پر گرا دی اور مختار الدولہ کو کھینچکر باہر نکال لیا ڈنڈوں اور بندوقوں کے کندوں سے مارا اس حقلیش میں اُن کے سر سے پگڑی گر گئی اور کپڑوں کی دھجیاں اڑگئیں اور قید کر کے دھوپ میں بٹھا دیا اور اُنکے نوکروں اور رفیقوں میں سے جو ہاتھ لگا اُس کی مشکیں باندھ کر توپوں پر کہ گرمی سے جل رہی تھیں بٹھا دیا اور جو رفیق و نوکر مختار الدولہ کے سپاہیوں کے ہاتھ نہ آئے گولیاں اور گولے چلا کر اُن کو بھگا دیا۔ ایک پہر تک مختار الدولہ ایسی مصیبت میں گرفتار رہے کہ خدا کسی پر نہ ڈالے اسکے بعد نشۂ بادۂ غرور و نخوت اُترا اور ہر ایک کی خوشامد کرنے لگے اور سپاہیوں کی دلجوئی میں مصروف ہوئے لیکن وہ لوگ سوائے تنخواہ ملنے اور اضافہ ہونے کے کسی بات پر نہ جمتے تھے نواب آصف الدولہ نے جب مختار الدولہکی اس ذلت و خواری کا حال سنا تو اُن کو نہایت غصہ آیا اور اس حالت کو دیکھنے کے لیے بارگاہ کی چھت پر تشریف لے گئے اور توپخانے کے داروغہ کو حکم دیا کہ توپیں تیار کرکے ان مفسدوں کو اُڑا دے اور تمام رسالہ داروں کو بھی فرمان دیا کہ اپنے بندوقچیوں اور سواروں کو مختار الدولہ کی اعانت کے لیے مقرر کریں ہر ایک افسر نے یہی عذر کیا کہ اس وقت سپاہ کا ارادہ عام ہے کسی سردار و افسر کے اختیار میں کچھ باقی نہیں ہے فوج مطلق قابو میں نہیں جو سپاہی کہ حضور کے پہرے چوکی پر مامور ہیں یہ بھی اُنھیں لوگوں سے رفاقت و ہمدردی رکھتے ہیں یہی بہتر ہے کہ مفسدوں کے قصورات کو نظر انداز فرمایا جائے اس سرتابی کو تغافل میں ڈالکر تنخواہ دلا دیجائے اور اضافہ بھی منظور کرکے خوش کر دیا جائے جب فتنہ بیدار سو جائے اور اس

دلداری کے لیے اُس سے اضافے کا وعدہ کیا تھا یہ فتح خدا ساز اُنکی سپاہ کی کوشش کے بغیر حاصل ہو گئی اُسی زمانے مین نواب نے انتقال کیا تمام سپاہی اس عطیہ سے محروم رہے اس زمانے مین اکثر شوریدہ بختون نے زمانے کا رنگ دیکھ کر طلب تنخواہ و اضافہ کے لیے بلوا کیا مختار الدولہ کو اپنی شوکت و حشمت پر گھمنڈ تھا اس لیے اُنکو کڑے کڑے جواب دیے ان باتون سے سپاہیون کا ہر فرقہ لڑنے مرنے کو مستعد ہوا اُنھون نے اپنے افسرون کو نکالدیا اور توپین تیار کر کے لگا دین اور اُن کے پیچھے اپنی صفین جما دین اور لڑائی کو مستعد ہوئے ابھی تک نواب مہدی گھاٹ پر مُقیم تھے کہ لشکر مین بیچینی پھیل گئی بازاری لوگ جو نہایت ڈرپوک ہوتے ہین اپنی اپنی دوکانین سمیٹ کر بھاگنے لگے اس وقت مختار الدولہ بادۂ نخوت و غرور کی بدمستی سے کسی قدر ہوش مین آئے اور بعض سرداران لشکر کو آتش فساد کی تسکین کے لیے بھیجا لیکن بات بڑھ گئی تھی کسی نے نصیحت نہ مانی اور ہر ایک رسالے مین سے جوق جوق سپاہی اپنے اپنے افسرون سے منحرف ہو کر بلوائیون کی جماعت مین شامل ہونے لگے سرداران لشکر نے جو دیکھا کہ یہان ہم تنہا کیا کر سکتے ہین جو کچھ زور ہے سپاہ سے ہے اور سپاہ منحرف ہو گئی کہین ایسا نہو کہ چشم زدن مین تمام لشکر لُٹ جائے اسلیے وہ سب متفق ہو کر مختار الدولہ کے پاس گئے اور اُن کی منت و سماجت کی مختار الدولہ کے دماغ مین وہ نخوت بھرا ہوا تھا کسی کو اپنا حریف و ہم چشم نہ جانتے تھے اپنی جگہ سے تو تدارک نہ کیا بلکہ پالکی مین بیٹھ کر بعض معتمد رفیقون کو ساتھ لے کر اُن باغیون کے مجمع مین تشریف لے گئے یہ لوگ اُس وقت نہ کسی کے فرمانبردار تھے اور نہ جو ابدہی سے ڈرتے تھے مختار الدولہ کے سطوت و

کہ پواح لوگ اور بازاری آدمی بھی مات ہوگئے وہ بھی ایسے کاموں کو سن سن کر شرمندہ ہوتے تھے آصف الدولہ کی ایسی بد وضعی شہرت پذیر ہوئی کہ دور دور اور نزدیک کے لاکھوں آدمی ہر وقت یہی چرچے کرتے اور کہتے کہ خداوندا عہد آدم ابوالبشر سے اس وقت تک سیکڑوں بادشاہ۔ اُمرائے ظالم۔ سفاک۔ نامرد و بے حیا عالم مین گذرے ہین لیکن تاریخ کی کسی کتاب مین ایسا ناپاک حال نہین دیکھا۔ اُس کے بعض مصاحب بے ادبی والے کر کے مشہور تھے جیسے ہوائی سنگھ اور سنگھ اور رستم علی وغیرہ۔

کسی رذیل سی رذیل قوم کا دنی الطبع آدمی ایسا نہ تھا کہ جس کو ایسے بیباک وبیہودہ خیال نواب نے ترقی و ثروت ندی ہو یہ لوگ جھالردار پالکیون اور خاص سرکاری عمدہ عمدہ گھوڑون اور ہاتھیون پر بیٹھے ہوے کوچۂ و بازار مین متکبرانہ پھرتے تھے۔ سیر المتاخرین کا مؤلف کہتا ہے کہ مین لکھنؤ مین آیا تو ان بے عقلوں کو دیکھا کہ درحقیقت بموجب اس آیت کے اُولٰئک کالانعام بل ہم اضل سبیلا سراپا بہائم خو تھے اور یہ مصنف نواب کو جن کو تاریخ سے ناواقف لوگ فرشتہ سیرت اور اُنکی طبیعت عموماً متحمل وبے پروا بتاتے ہین بہت احمق کہتا ہے اور اُنکے چال چلن کو ناپسند کرتا ہے اور لکھتا ہے کہ انھون نے ریاست کو برباد اور انتظام سابقہ کو برہم کر دیا۔

## سپاہیان نجیب کا طلب اضافہ کیلیے بلوا کرنا مختار الدولہ کا اُنکے ہاتھ سے بے حرمت ہونا

شجاع الدولہ نے روہیلون سے لڑائی شروع کرنے کے وقت ایمی سپاہ کی

دوسرے خیر خواہان قدیم عہد شجاع الدولہ کو بے صدور تقصیر بات بات پر ذلیل و تنگ کرتے تھے چاہتے تھے کہ ہر وقت یہ لوگ اُنکے سامنے دست بستہ رہین اکثر صاحب عزتان باغیرت سنے نوکری چھوڑ کر خانہ نشینی اختیار کی نواب سالار جنگ لشکر مین اور نواب مرزا علی خان فیض آباد مین موجود تھے اگر تھوڑا سا طنطنہ دکھاتے اور روسائے لشکر کو متفق کر کے ملک و فوج کے بندوبست پر کمر باندھتے تو اس قدر خرابی و خستگی پیدا نہوتی مگر یہ لوگ پرلے درجے کے ڈرپوک اور عیاش تھے انسے کیا ہو سکتا اگر کچھ انھون نے کیا تو یہ کیا کہ اپنی بیٹیان مختار الدولہ کے بیٹون کے نکاح مین دیکر اپنے مزے بنے رکھے۔ عنبر علی خان اور یوسف علی خان خواجہ سراؤن نے جو یہ کیفیت دیکھی تو ہمہ تن مختار الدولہ کی حاضر باشی مین رات دن رہنے لگے اور اس طرح انکی عزت و آبرو بچی اور جس نے ایسا نہ کیا وہ خرابی و آوارگی مین مبتلا ہوا۔

## نواب آصف الدولہ کے تھوڑے سے اوصاف فیض بخش کے قلم سے

نواب آصف الدولہ کا یہ حال تھا کہ اگر کوئی انکے سلام کا قصد کرتا تو فرماتے کہ مختار الدولہ کے پاس جائے ہمکو کسی کا سلام درکار نہین" رات دن کم رتبہ دون ہمت ہندوؤن کے ساتھ نشہ شراب مین مدہوش رہتے اور ایسے پواج لوگون کی رائے اور پسند کے موافق جو ذلیل و سبک شوق ہوتے ہین اُن مین کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑتے اس قدر بے حجابی نامشروع اور خارج از غیرت و حیا کا مومنین اختیار کی

میں موتی محل کے اندر نواب کی وادی اور ماں رہتی تھیں بڑی دھوم دھام سے
نقارے بجواتا صبح و شام قلعے سے سوار ہوتا اور اُس میں آتا حالانکہ نواب شجاع الدولہ
کے عہد میں یہ جسارت کوئی سردار نہیں کر سکتا تھا اور اس ناظم نے اپنے بھائیوں
اور بھتیجوں کو جا بجا مقرر کیا بخشی گری اور ڈیوڑھیات کے خزانے کی داروغگی
بھی اپنے متعلقین کو دی شجاع الدولہ کے قدیمی نوکروں کو دفعۃً معزول کر کے
اُنکی حرمت و آبرو کے درپے ہو گیا معز زخان سلام اللہ خاں۔ مرزا خانی وغیرہ
کے اس قدر زمانہ موافق تھا کہ زمین پر پاؤں نہیں رکھتے تھے۔ اور حد اعتدال
سے گذر گئے تھے جو کچھ دل میں آتا تھا بے تکلف بے خوف شرفا بخیا اور رعایا کے ساتھ
عمل میں لاتے تھے۔ باوصف اسکے کہ نواب کے حقیقی ماموں سالار جنگ اور دوسرے
سرداران قدیم اس وقت تک لشکر میں موجود تھے لیکن کسی سے کچھ تدارک نہیں ہوتا
ان حالات کو دیکھ دیکھ کر یہ لوگ مآل کار کے اندیشے سے دست تاسف ملتے تھے
اور متحیر تھے کوئی تدبیر سمجھ میں نہیں آتی تھی۔
مختار الدولہ جب تک اس رتبے کو نہیں پہونچے تھے صلاح و تقوے سے آراستہ
تھے صوم و صلوٰۃ کے پابند تھے۔ ریاست کے حاصل ہوتے ہی سب نیک اطواریاں
چھوڑ کر شراب پیے اور نرد کھیلنے میں مشغول ہو گئے اور اس قدر نخوت فرعونی
دماغ میں سمائی کہ ملا شبہہ ہمیں و دیگرے نیست کا دعوے کرنے لگے۔ کوئی ساعت کوئی گھڑی
ایسی نہ تھی کہ خرابی لشکر و بربادی سلطنت اور اپنی امارت و ریاست کی تقویت
کا خیال اُنکے دل سے دور ہوتا ہو۔

دلے پٹر حید دار دحہ کو بے سب اپنی ڈیوڑھی پر بٹھا کر قید کر دیا اسی طرح

اُنکا باہم مقابلہ کراکر مضمحل اور شکستہ حال کرانا چاہا۔ اور پہلی تدبیر جو اُنھون نے کی وہ یہ ہے کہ محبوب علی خان سے محبت بڑھائی اور اُسکو یہان تک بے تکلف کیا کہ اپنی بزم خاص کا شریک اور محفل اختصاص کا رفیق بنا لیا خلوت مین اپنی محبوبہ کے سامنے بلاکر اُس شاہد طناز کو شراب دینے کے وقت اشارہ کیا کہ محبوب علی خان کو تاکید و اصرار کے ساتھ اتنے جام پلائے کہ وہ مدہوش ہو جائے ہرچند کہ محبوب علیخان بڑا فرزانہ اور عاقل یگانہ تھا اور کبھی شراب نہین پیتا تھا لیکن ایسے وقت مین عقل کو دماغ سے رخصت کرکے اُس کے ہاتھ سے پے در پے شراب لے کر خوب پی اور متوالا ہو گیا اسی طرح دونون مین رشتۂ بے تکلفی و دوستی مستحکم ہو گیا نشے کا زور گھٹنے کے بعد مختار الدولہ نے محبوب علی خان کی گردن پر یہ احسان رکھا کہ مین چاہتا ہون کہ تمکو اپنا نائب بناکر تمام ملک کی حکومت کا کام تمھارے ہاتھ سے لیا کرون لیکن بالفعل چکلۂ کوڑہ سرحد اٹاوہ تک تمھارے رسالے کی تنخواہ مین دیتا ہون اول تم جاکر وہان کا انتظام کرآؤ محبوب علی خان بھی نواب کے دربار کا رنگ دیکھکر بہت متفکر رہتا تھا اُسنے اسے غنیمت سمجھا صبح کو مختار الدولہ اُسے نواب کے پاس لے گئے اور خلعت دلواکر اُدھر رخصت کیا۔

مختار الدولہ نے راجہ ہمت بہادر کو اُسکے پیادہ و سوار اور میر احمد کی بائیسی اور دوسری فوج کے ساتھ جسکی تعداد تیس چالیس ہزار جوان سے کم نہ تھی کالپی وغیرہ کی تسخیر کیلیے روانہ کیا۔

مختار الدولہ نے اپنے ایک بھائی کو فیض آباد کا ناظم مقرر کرکے اُدھر بھیجا اُس بے ادب نے امتیاز و پاسداری کا لحاظ بالاے طاق رکھا باوجودیکہ عین بازار چوک

گریز کریگا تو تمام لشکری وخاد فریب سے میں آگئے حالت کو حجاب کا وسیلہ بناکر آصف الدولہ کے پاس مہدی گھاٹ کے راستے میں پہونچے نواب نے عنایت و رقت وکمال محبت سے بزرگانہ سلوک و شفقت مندول کی اور گلے سے لگاکر ان الفاظ کے ساتھ اُنکے دل کو تسلی دی کہ میرے باپ نے قضاے الٰہی سے انتقال کیا اور میں تمھارا باپ زندہ ہون تمکو کیا غم و فکر ہے تمنے سُنا ہوگا کہ نواب مرحوم نے تمکو میری فرزندی مین دیا تھا اور تم مجکو باپ کہتے تھے اب تک وہی رشتہ جاری ہے'' بعد اس کے خلعت ملبوس گھوڑا ہاتھی وغیرہ وہ چیزیں جو ایسے فرزندان نامدار کو امراے عالیمقدار عطا فرماتے ہیں بخشیں اور انکی خاطر رمیدہ کو دام سحر تالیف سے رام کیا مستقیم خان مع کمپو کے اور محمد بشیر خان اور لطافت علی خان و مرتضیٰ خان بڑیچ بھی بریلی سے وہان آئے اور نواب کی سعادت ملازمت حاصل کی اور ہر ایک پر لطف و عنایت مندول ہوئی۔ نواب نے ملک روہیلکھنڈ کی نظامت پر بشیر خان کو بھیجا مستقیم خان اور مرتضیٰ خان کے سوا دوسرے سردار بھی روہیلکھنڈ کو واپس گئے۔

## مختارالدولہ کا سرداران مقتدر کی تدبیر مین مصروف ہونا اور اُنکو نواب کے حضور سے ہٹا دینا

مختارالدولہ نے جو دیکھا کہ ابھی ان سرداران مقتدر کے پاس سپاہ وافر موجود ہے اپنی اس قوت اور رفاہ کے زور پر مجھے حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں تو اُن میں تفرقہ پردازی کی فکر کی اور سب کا نواب کے حضور میں جمع رہنا مناسب نہ سمجھا ہر ایک کو دوسرے کا مخالف بناکر بربادی امارت کی فکر میں پڑے پس اول اُنھوں نے

اتفاق رائے کیا اور کہنے لگے کہ نواب مرحوم نے رخصت کے وقت ہم لوگون کو
بندگان عالی کے اختیار مین دیدیا تھا جب تک تن مین جان باقی ہے کبھی آپکے حکم
سے سرتابی نکرینگے جو کوئی ادھر کا رخ کرے گا اُس سے مقابلہ کرکے شرط جانفشانی
بجالائینگے۔ لیکن محبوب علی خان نے اس مشورے کو رد کردیا اور اُس مجلس سے اٹھکر
سردارون کو سمجھایا کہ ہم کو جناب عالیہ والدہ آصف الدولہ نے پرورش کیا ہے
ہماری کیا جرأت وجسارت کہ اُنکے حکم سے انحراف کرین اسلیے مناسب یہ ہے کہ
ایک عرضی اُنکی خدمت مین بھیجین جو کچھ اس امر مین وہ لکھین اُسکی تعمیل کرین اس بات
کے سُننے سے ایک شورش پیدا ہوگئی اور مجلس مشاورت مین فتور پڑگیا تھوڑے عرصے
کے بعد بیگم صاحبہ کا شقہ پہونچا کہ نواب مرحوم کے بعد آصف الدولہ کو ریاست اور
باپ کی جانشینی کا حق حاصل ہے ہر ایک کو مناسب ہے کہ اُنکی بندگی وخانہ زادگی پر
مستقیم رہے اور کسی کی بدراہی سے انحراف وخلاف اختیار نکرے ایسے شخص کو
چھوڑدے اور اُسکی طرفداری سے قطعاً ہاتھ اُٹھاکر آصف الدولہ کی اطاعت مین
سرگرم رہنا چاہیئے اس شقے کے پہونچنے سے محبوب علی خان کی بات سرسبز ہوگئی اور
دوسرے مدعیون کو ندامت عظیم حاصل ہوئی مختار الدولہ کو جب یہ حال معلوم ہوا
کہ محبوب علی خان نے سعادت علی خان کی تدبیر دوراز صواب سے انحراف کیا تو اُسکو
تملق اور لالچ سے اپنی دوستی کی طرف راغب کیا وہ مختار الدولہ کے دام تذویر مین پھنسکر
لشکر نواب آصف الدولہ کو روانہ ہوا دوسرے سردار بھی ڈرے اور سوا مختار الدولہ
کی اطاعت کے کوئی دوسری تدبیر بہتر نہ سمجھی اسلیے سب نواب کے لشکر کو چلے گئے اب
نواب سعادت علی خان نے خیال کیا کہ اگر آصف الدولہ کی فرمانبری و اطاعت سے

سے بڑھکر سمجھے جاوینگے لیکن مالک اور صاحب حکم ایک ہی بہتر ہے کیونکہ قدیم سے یہی دستور
چلا آتا ہے بہت سی گفت و شنید کے بعد یہان سے گورنر کو یہ باتین لکھی گئین وہان سے
حکم آیا کہ نواب آصف الدولہ بہادر مالک ملک ہیں نواب سعادت علی خان کو بلا کر
اپنے پاس رکھیں نواب نے اس احسان کے بدلے مین ملک بنارس انگریزون کو دیا
تاریخ شاہیہ نیشاپوریہ مین اسی طرح مذکور ہے اور تاریخ تیموریہ میں بیان کیا ہے کہ
مختارالدولہ نے نواب وزیرالممالک کو دولت خواہی کے پردے مین اُنکے بلا لینے
کے لیے عرض کیا نواب نے اُنکے اغوا سے ایک خط اشتیاق آمیز اور تہنیت انگیز
اُنکی طلب میں لکھا نواب سعادت علی خان ابھی جوان ناتجربہ کار تھے اُن کو تامل ہوا
اور سرداران لشکر کو بلا کر اُن سے مشورہ کیا اور کہا کہ مختارالدولہ کی غفلت اور
بے پروائی سے تمام کام وزیرالممالک کی سرکار کے درہم و برہم ہو رہے ہین چاہتے
ہیں کہ ہم لوگون کو بھی کھٹائی میں ڈالیں ہر ایک سردار یہ بات سن کر متردد ہوا
اسکے بعد سعادت علی خان نے کہا کہ والد مرحوم نے اس ملک کی حکومت مجھے
مجھے تفویض کی تھی اور تمکو میری اطاعت کے لیے حکم دیا تھا اُن کے دل کی یہ بات
معلوم ہوتی تھی کہ جب امر اگر بروقوع مین آئے تو ملک قدیم میرے بڑے بھائی
آصف الدولہ کے زیر نگیں رہے اور جدید علاقے میرے پاس رہیں تاکہ ہم بھائیون
میں خصومت و منازعت میں نہ آئے پس اگر تم میری مدد پر کمر ہمت مضبوط باندھو
اور قول و قسم سے مطمئن کرو تو میں ہمسرانہ قوت سے انکو شکست جواب لکھدون
تو لطافت علی خان بادر مرتضےٰ خان بڑیچ وغیرہ رسالہ دارون نے زمانے کی ہوا
اور نواب آصف الدولہ کے ارکان کی غفلت پر خیال کر کے اس مشورے سے

مختار الدولہ ہمیشہ سرداران سلطنت سے بے النفاتی سے پیش آتے کسی کو منھ نہ لگاتے بلکہ یہ چاہتے کہ میری سواری کی جلو مین چلین۔ اپنے بھائیون کو بڑے بڑے منصب دیے تھے تمام سامان امارت اور تجمل حشمت مختار الدولہ کی سواری کے ساتھ حاضر رہتا۔ انکی سواری کے وقت نقیبون کی آواز دورباش اور ہمراہیون کے اژدہام سے شہر مین ایک تزلزل سا پیدا ہو جاتا۔

## نواب سعادت علی خان کو روہیلکھنڈ کی حکومت پر خود مختاری کا خیال پیدا ہونا۔ مگر ہمراہیون کے اتفاق نکرنے سے اُن کا نواب آصف الدولہ کی طرف رُجوع کرنا

مختار الدولہ کو یہ اطمینان تھا کہ سرداران لشکر مین سے کوئی ایسا مرد میدان نہین جو اُن سے خصومت کرسکے لیکن نواب سعادت علی خان اور اُن کے ساتھ کے سردارون سے اندیشہ رکھتے تھے جو اُس وقت مین روہیلکھنڈ پر حاکم تھے اسلیے مختار الدولہ نے کرنیل کلیس اور میجر بھولیسر سے بریلی کے باب مین مشورہ کیا کہ ایک میان مین دو تلوارین نہین رہ سکتین لہذا خواہش جناب وزیر الممالک کی یہ ہے کہ نواب سعادت علی خان کو وہان سے علیحدہ کر کے یہان بلالین اور وہ صاحبزادون کی طرح یہان رہین اُنھون نے جواب دیا کہ ایسا کیسے ہو سکتا ہے کیونکہ شجاع الدولہ نے یہ ملک اُنکو دیدیا ہے مختار الدولہ نے کہا کہ جب وہ یہان آجا دینگے تو سب بھائیون

بزرگوں مثلا سالار جنگ، تہور جنگ، مرزا علیخاں وخان عالم کی تعظیم بھی موقوف کی اور اختیارات ریاست کی لگام ایک خواجہ سرا اور رام کے ہاتھ میں دیدی یہ نہایت ہی مزاج سفلہ وضع اور سبک طوار تھا خطاب اسکو اعتبار الدولہ انور علیخاں دلایا۔ تمام عمال وحکام کی موقوفی وبحالی اور تعظیم وتکریم لوگوں کی اسکی رائے پر موقوف رکھی اس کم ظرف بدمایہ نے سرداران قدیم کی بربادی پر کمر باندھی اور خیر کا دروازہ جسکو کھلے ہوئے ابھی تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا مسدود کردیا بلکہ ابھی احکام وظائف تقرار مشائخ کی واگذاشت کے اطراف ممالک میں شہرہ بھی نہ ہونے پائے تھے کہ اُسنے یہ تمام کام روکدیے اور مصطفی کا یا حکم عیدیا بالقصہ مختار الدولہ نے دربار کی آمد ورفت کم کردی۔ رات دن بادہ خواری اور فواحش کی صحبت میں رہنے لگے۔ نواب کثرت مہربانی سے اکثر اُن کے دیکھنے کو اُن کے مکان پر جاتے مختار الدولہ ایسے خودفراموش ہوگئے تھے کہ بندگی وخداوندی کا ادب ترک کردیا گستاخانہ وبے تکلفانہ باتیں کرتے اکثر بالمشافہ سخت ودرشت الفاظ کہہ بیٹھتے لیکن نواب فطرتا بھولے اُن کے کاموں سے اغماض کرتے ایک فاحشہ کسبی ناچنے والی تھی جسکا نام **جلالو** تھا اُس سے تعلق خاطر پیدا کرلیا اُسکے حسن وجمال پر بے حد شیفتہ تھے رات دن اُسکے عشق میں مدہوش پڑے رہتے تھے حضرت عشق نے شادی کی تھی اور محبت کے قاضی نے نکاح پڑھایا تھا۔ ایک دم ہو اُسکی جدائی گوارا نہ تھی اور محبت کی دل لگی جتنی زیادہ ہوتی تھی اُن کے دل کو راحت پہنچتی تھی وہ بھی لیاقت کی تیلی اور بڑی چاپلوسی والی تھی آداب صحبت کا کمال رکھتی تھی اس رن فاحشہ نے مختار الدولہ کو اپنا مطیع عشق پاکر حکمرانی شروع کی جو چاہتی اپنے عاشق سے کرالیتی جدھر چاہتی کان پکڑکر پھیر دیتی۔

ہین اور نواب کی سواری کی پالکی کے آس پاس بھوانی سنگھ مولی سنگھ ہولاس سنگھ نواز سنگھ میکو سنگھ اسپان خاصہ کوتل پر جو ساز و یراق سے آراستہ ہوتے ہین سوار ہوکر راہ مین اختلاط کرتے ہوے چلتے ہین صرف دو ماہ کے عرصے مین یہ تغیر و تبدل واقع ہو گیا۔

لوگون کو یہ گمان تھا کہ نواب مہدی گھاٹ سے لوٹینگے تو فیض آباد مین باپ کی طرح رہا کرینگے کیونکہ تمام مکانات بدستور فرش و فروش سے آراستہ تھے شکست و ریخت اور مرمت و صفائی موافق قاعدے کے جاری تھی۔ چار پانچ ماہ تک بغیر کسی کام کے دریاے گنگا کے کنارے مقیم رہے۔ نہ فوج کی خبر تھی نہ ملک کی طرف توجہ تھی، نہ سردارون سے تعلق تھا نہ پلٹنون کی قواعد کا خیال تھا نہ سپاہ کے سامان کا جائزہ لیتے تھے، نہ توپخانے کی درستی کی فکر تھی نہ پرچہاے اخبار کے سُننے کی طرف رغبت تھی جس کا شجاع الدولہ کو ہر وقت خیال رہتا تھا۔ مختار الدولہ بتدریج اور آہستہ آہستہ فوج کی خرابی عاملان محالات کی معزولی اور رؤسائے عمدہ کی بیخ کنی کی فکر مین مصروف ہوئے۔

## مختار الدولہ کا تسلط حاصل کرکے سرداران قدیم کی بربادی کی فکر کرنا

جب مختار الدولہ کو تھوڑے سے عرصے مین ملک کے تمام کامون پر بالاستقلال قدرت حاصل ہو گئی تو کبر شدادی اور نخوت فرعونی اُن کے دماغ مین پیدا ہو گئی دولت و ارکان ملک کی تواضع و تکریم چھوڑ دی یہان تک کہ آصف الدولہ کے

آصف الدولہ نے مرتضے خان مختار الدولہ کو فیض آباد کو بیگم صاحبہ کی خدمت
مین بھیجا اور عرض کرایا کہ وہ تھوڑا سا روپیہ جو دیا تھا خرچ ہو چکا اسی قدر اور
مرحمت ہو جائے۔ اس بار بیگم نے سختی سے جواب دیا اور چند روز تک بدستور
مرزا علی خان کی معرفت گفتگو جاری رہی آخر کار چار لاکھ روپے بیگم نے اور دیے جب
مرتضےٰ خان یہ روپے لیکر مہدی گھاٹ کو گئے تو نواب نے اس رقم کو بہت کم خیال
کیا اور خود ڈاک کے ذریعہ سے فیض آباد آئے اور قرض کے نام سے اور روپون کی
درخواست کی اور ایک چھوٹی سند بھی اپنی مُہر لگا کر بورہ علی خان فوجدار اکبر پور
اور دولت پور کے نام لکھکر حوالے کی جسمین مندرج تھا کہ سدی مئو وغیرہ چند پرگنے
خالصے سے نکال کر والدہ صاحبہ کے نائبون کے حوالے کر دو جب تک چار لاکھ
روپے اُنکی سرکار مین نہ پہنچ جائین اُسوقت تک اُنھین کا قبضہ رہے اور دوسری
سند بطور فارخطی کے لکھدی کہ آیندہ ہمکو کوئی مواخذہ والدہ ماجدہ سے نہین۔
فیض بخش کہتا ہے کہ اس مرتبہ جو نواب آئے تو خالق کی عجیب قدرت دیکھنے مین
آئی شجاع الدولہ کے عہد مین کیسکی مجال نہ تھی کہ ایک چاقو بھی ساتھ لیکر سرکاری
مکانات خاص مین قدم رکھتا اور اُن کے ساتھ تمام آدمی نقار خانے سے کہ قلعہ مین
دوسرا درجہ ہے زیادہ نہ پاتے تھے۔ اُن کے مصاحب امرا۔ رسالہ داران عمدہ۔
خواجہ سرا جو کاروخدمات مین مصروف رہتے تھے ان کے سوا دوسرا کوئی آدمی
اندر نہ جانے پاتا تھا۔ اب ایسے گنوار جنکی عمر لنگوٹی لگاتے گذری اُن کے باپ
بھائی اپنے ہاتھوں سے ہل جوتتے اور یہ خود تلنگون کے زمرے مین نوکریاں کرتے
نواب آصف الدولہ کی اردلی مین گھوڑوں پر سوار نشستگاہ خاص تک آتے جاتے

کوشش کر کے روپیہ جلد وصول کرا کے نواب کی خوشنودی کے لیے اُن کے بیٹھنے
کی خاص بارہ دری کے صحن مین اپنے اپنے وصول کیے ہوئے روپون کے علیحدہ علیحدہ
ڈھیر لگوا دیتے تھے جب وہ واپس تشریف لاتے تو حکم دیتے کہ اس مین سے آدھا روپیہ بیگم صاحبہ
کی سرکار مین داخل کر دیا جائے اور چوتھائی رائے بٹر چند خزانچی کے حوالے ہو اور باقی
اسی جگہ پچاس پچاس ہزار کی مقدار مین ہر ہر گوشہ مین علیحدہ علیحدہ رکھ دین یہی
طریقہ ہمیشہ جاری رہا جب اُن کے انتقال کے بعد آصف الدولہ جانشین ہوئے اور
مہدی گھاٹ کی روانگی کا ارادہ کیا تو مختار الدولہ کی تحریک سے مان سے روپیہ مانگا
اُنھون نے بیٹے کو جواب دیا کہ دیوان کو بُلا کر محالات کے کاغذات کا ملاحظہ کرا اور
خزانے کے داروغہ رائے بٹر چند سے مانگ یہ سوال و جواب سالار جنگ برادر بیگم صاحبہ
کے ذریعہ سے ہوتے تھے بیگم نے جھلا کر کہا کہ ابھی تیرے باپ کو مرے ہوے دس روز
بھی نہ گزرے اور مین ماتم کے سوگ مین بیٹھی ہون ایسا بے محل سوال کرنا کس قدر
بیحیائی ہے مجھے رونے کی بھی فرصت نہین آصف الدولہ کی دادی نے بہو کو کہا
کہ یہ عشق کی پہلی مہمانی ہے ابھی اس سے زیادہ خدمت گزاری کے مزے حاصل
کرو گے خلاصہ کلام یہ ہے کہ دو تین روز سوال و جواب ہو کر چھ لاکھ روپے ملے اور
نواب ۱۱۔ ذیحجہ ۱۱۸۸ھ ہجری کو مہدی گھاٹ کی طرف روانہ ہو گئے اور یہ پہلی مرتبہ
کشیدگی خاطر مان بیٹون مین واقع ہوئی مگر چھ لاکھ روپیہ اس قدر کثیر لشکر کے خرچ
اور انعام و اکرام اور اخراجات بے جا کو کب تک کافی ہوتا ایک ماہ کے عرصے مین
ختم ہو گیا اور اب تک ملک کی آمدنی کی بالکل خبر نہ تھی کہ حاکمون نے کیا رعایا سے
لیا اور کیا سرکار مین پہنچایا محرم مہدی گھاٹ مین ہوا عشرے کے بعد نواب

اُن میں وعدہ کیا تھا کہ تمھاری پنشن کے حقوق پہلے کے بموجب قائم کیے جائینگے دکھائے نواب نے شرمندہ ہوکر تمام اسباب واپس کیا۔

## نواب آصف الدولہ کا مہدی گھاٹ کیطرف جانا اور خرچ کے لیے ماں کو مجبور کرکے روپیہ بطور قرض کے لینا

مختار الدولہ نے جو دیکھا کہ فیض آباد میں نواب کی دادی اور ماں میرے عروج سے برافروختہ ہین اور ہر کام مین مزاحمت اور نکتہ چینی کرتی ہیں تو اُنھوں نے نواب کو تحریک کی کہ حضور کوچ فرماکر تھوڑے دنون مہدی گھاٹ پر تشریف رکھین تاکہ دور و نزدیک والون کو عبرت ہو اور مقصود اصلی یہ تھا کہ فیض آباد سے باہر نکلکر من مانی کارروائی کرین مگر سفر مین کلچھرّے اُڑانے کو روپیے کا ہونا ضرور تھا اور جسقدر روپیہ تھا تو وہ اُنکی ماں کے قبضے مین تھا کیونکہ شجاع الدولہ خزانے کا بڑا حصتہ اپنی بیگم کی تحویل مین رکھتے تھے۔ انگریزون سے صلح ہوجانے کے بعد اُنھون نے خیال کیا کہ ایسے سخت وقت مین بیگم نے اپنا سب زرِ نقد میرے حوالے کردیا اُس سے بڑھکر ہمدرد کون ہوگا آیندہ جو کچھ روپیہ آئے ضروری اخراجات کے بعد وہ بیگم کے پاس رہے۔ اُنکی یہ عادت تھی کہ دیوان صورت سنگھ اصل باقی کی فرد پیش کرتا تو وہ ملاحظہ کرکے ایلچ خاں اور محمد بشیر خان کو حکم دیتے کہ عاملون اور حاکمون پر جس قدر روپیہ نکلتا ہے جیسے سے تم دونون اُس سے وصول کرکے ہمارے اخلاص کی بارہ دری مین جمع کرو ہم سیر و تماشائے شہر و اطراف سے دو پہر دن رہے واپس آئینگے اگر اُس وقت تک سرکاری بقایا وصول ہوچکی تو تمھارے حق مین بہتر ہوگا یہ دونوں اہلکار ہر طرح

اپنے خیمون کے پاس کھڑے کرائے اور اُنکی عسرت کی خبر سُنکر اپنے پاس سے پانچ ہزار روپے اُن کو دیے اور کہا کہ تم بے اندیشہ اپنے حالات مجھ سے بیان کرتے رہا کروا[1]

## آصف الدولہ کے حکم سے نواب سید سعد اللہ خان کی بیگم کے اسباب کا ضبط ہو جانا اور پھر اُس کا واگذاشت ہونا

فرح بخش مین شیو پرشاد نے لکھا ہے کہ نواب سید سعد اللہ خان کی بیگم فیض آباد مین رہتی تھی اور اپنا اسباب بیچ بیچ کر گذر کرتی تھی اور ہمیشہ پریشان حال رہتی تھی وہان اُسکی کوئی خبر گیری نہین کرتا تھا نواب سید سعد اللہ خان نے جو سلوک شجاع الدولہ کے ساتھ کیے تھے اُس کا عوض یہ دیا گیا کہ آنولے سے اُنکی بیگم کو حراست مین رکھکر فیض آباد کو لیگئے اور وہان قید کر دیا۔ نواب آصف الدولہ نے اُس پر زیادت یہ کی کہ مسند نشین ہوتے ہی بیگم کا تمام اسباب ضبط کر لیا اور مفت بدنام خلائق ہوے اسلیئے کہ اُسوقت بیگم کے پاس سوا کپڑون اور خیمون اور ظروف کے زر نقد نہ تھا یہ سارا قصور اہلکارون کا ہے جو نیک و بد مین تمیز نہین کرتے۔ اُنھون نے نواب کو اس پوچ حرکت پر کیون آمادہ کیا۔ نواب سید فیض اللہ خان صاحب والی رامپور کو جب یہ خبر پہنچی تو اُنھون نے احترام الدولہ کالون صاحب کو اس بارے مین بہت کچھ لکھا صاحب موصوف نے آصف الدولہ پر ایسے پوچ کام کی تمام قباحت ظاہر کر کے وہ شقے جو شجاع الدولہ نے بیگم کو بھیجے تھے اور

[1] دیکھو اخبار حسن وگل رحمت ۱۲

قیدیون کو جو مسکین لوگ تھے رہا کر دیا مگر عرب خان ٹرنچ اور خان محمد خان اور
کمالزئی خان اور ہمت خان اور عالم خان عرعشی اور حرمت خان ور ملا حسن
خان اور ملا عالم خان اور ملا عبدالواحد خان اور قاضی محمد سعید خان اور منو
خانساماں اور اختیار خان چیلے اور ملاحت خواجہ سرا کو کہ ذی حوصلہ اور اولوالعزم
آدمی تھے نہ چھوڑا اُن سے زر وصول کرنے کی بھی توقع تھی اور نہ حافظ صاحب کے
اور دوسرے خان کے خاندان کو چھوڑا بلکہ کئی مہینے کے بعد محبت خان کو بھی
الہ آباد بھیجدینا چاہا مگر مرزا علی خان آصف الدولہ کے ماموں نے شفاعت کی
جس سے وہ بچ گئے۔ تاہم بعض حسد پیشہ مصاحبون کے اغوا سے حافظ صاحب
کے خاندان کی ایدادہی مین حیہ کارروائی شروع کی محبت خان کی ملاقات
اور تنخواہ بالکل بند کر دی اور آصف الدولہ کے ایما سے سید معز خان قلعدار الہ آباد
قیدیون پر سختی کرنے لگا اور سو روپیہ یومیہ جو انکی خوراک کے لئے شجاع الدولہ کے
عہد سے مقرر تھا اُسکے دینے مین حیلہ کرنے لگا اور تھوڑا تھوڑا دیتا تھا اس عرصے
مین آصف الدولہ مہدی گھاٹ کو گئے محبت خان اور ذوالفقار خان پسران
حافظ رحمت خان جو لشکر کے ساتھ تھے بے سرو سامانی کی حالت مین ہمراہ گئے
مہدی گھاٹ پر جان برسٹو صاحب رزیڈنٹ گورنر کا مرسلہ آیا اور اُسنے محمد ذاکر کی
زبانی محبت خان اور ذوالفقار خان کا یہان موجود ہونا نہایت بے سرو سامانی
کی حالت مین سُنا تو اُن کے پاس ہرکارے بھیجکر اپنے پاس بُلایا مگر اُنھوں نے علانیہ
رزیڈنٹ کے پاس جانا مناسب نہ سمجھا اسلیے حیہ رات کے وقت ملے اُسنے
اُنکی تسلی و تشفی کی اور انکی بہبودی مین کوشش کرنے کا وعدہ کیا اور اُن کے خیمے

کہار نہایت دانا تھا بعض ناچنے والی عورتون کو خاص کہارون کا گانا بجانا سکھا کر نواب کے سامنے پیش کیا نواب نے نہایت پسند کیا اور بہت سا انعام بخشا۔ نواب کی پسندیدگی کیوجہ سے ممالک محروسہ مین اس قسم کا ناچ بہت جاری ہوا اور اکثر ناچنے والی عورتون نے اسکو سیکھ کر نواب کے پاس رسائی پیدا کی اور دولت حاصل کی۔ نواب آصف الدولہ کو جب ایسے بیش بہا خزانون پر قدرت حاصل ہوئی تو ہر کس و ناکس کو موقع و بے موقع دولت و حشمت بخشنے لگے جو مستحق نہ تھے اُن کو تو مالامال کردیا اور جو حقدار تھے اُن کو درماندہ اور محتاج بنادیا جو اراذل و اوباش کہ مدت سے ہل جوتتے تھے اور ٹٹوون پر بوجھ لادتے تھے اور وہ سپاہی جو کندھون پر بندوقین اُٹھاتے اُٹھاتے تھک گئے تھے اب وہ نواب کی مہربانی سے مرتبۂ قارونی اور منصب کامرانی و سروری و سرداری کو پہنچ گئے تھے اس وجہ سے سرداران قدیم اور افسران سپاہ بدیل و متغیر ہوگئے تھے۔ خدمات جلیلہ اور مناصب رفیعہ سرداران معتمد سے نکالکر اُن اراذل کے ہاتھون مین دیدیے گئے اس وجہ سے پُرانے ملازمین کے دل نواب کے اخلاص سے پھر گئے۔

اُن اراذل کے لطائف مین سے ایک یہ بات ہے کہ ایک اپنی مجلس مین کہتا تھا کہ ہزارہا سال آسمان شرفا کے موافق گردش کرتا رہا ہم غربا نے کبھی حسرت و غم نہ کیا۔ اس زمانے مین کہ روزگار نے ہم سے موافقت کی تو شرفا و نجبا رشک و حسرت سے مرے جاتے ہین۔

## قلعہ آلہ آباد مین روہیلکھنڈ کے قیدیون کو تکلیفین پہنچنا

نواب آصف الدولہ نے اپنے جلوس کی خوشی مین روہیلکھنڈ کے بعض

بندگان خدا کو ثروت وجاہ بخشتا ہے اور اپنے پروردوں سے کام لیتا ہے
نواب آصف الدولہ نے زمانے کے نشیب و فراز پر نظر کرکے اور مختارالدولہ کے
رغبت دلانے سے جھاؤلال داروغۂ اصطبل کو راجہ کا خطاب اور خلعت اور
ہاتھی اور جھالردار پالکی دی اور محمد بشیر خان سے دیوان خانے کی خدمت نکالکر
اسکے تفویض کی یہ شخص خوش طبع اور سمجھدار تھا چند روز مین ترقی کرکے آصف الدولہ
کے مزاج میں دخل پیدا کرلیا اب دو ہزار سوار اور کئی پلٹنون کا سردار بھی ہنگیا نواب
کی خدمت مین ایام صاحبزادگی سے چند ہندو تلنگے تقرب رکھتے تھے جنکے نام یہ ہین
ہولاس سنگھ۔ سوبھا سنگھ۔ بھولا سنگھ۔ بندی سنگھ۔ میکو سنگھ۔ لوار سنگھ۔ موتی سنگھ۔
بھوانی سنگھ۔ اِس وقت مین کہ وہ خود فرمانروا ہوے تو ان پیادون کو بڑے
بڑے عہدے اور منصب عطا کیے راجہ کے خطاب دیے عمدہ عمدہ گھوڑے اور ہاتھی
اور جھالردار پالکیان سوارون کے رسالے پیادون کی پلٹنین دیکر بڑے اقتدار
پر پہنچایا شجاع الدولہ کے عہد کے سردار جو مدتون جانفشانیان کرکے تفضلات
کے امیدوار تھے۔ مخذول ومعزول ہوئے ان ہندوؤن مین سے ایک کو بیسواڑے
کی حکومت عطا کرکے گویا اپنی بدنامی خرید کی اور اپنی پالکی کے کہارون مین سے
ایک کو جس سے کوئی خدمت ظہور مین آئی تھی راجہ مہرا کا خطاب و جھالردار
پالکی اور گھوڑا اور ہاتھی اور رسالہ دیکر سرفراز کیا اس نے پانسو سوارون کا ایسا
رسالہ تیار کیا جنکی پگڑیان سرخ تھین رانون تک کوٹ تھے ان مین سجاف سبز لگی
تھی پاجامے سرخ وغیرہ کے تھے اِسکے ہم قوم کہارون نے اِسکی سواری کی پالکی اٹھانے
میں دریغ اور بڑا ہنگامہ کیا آخرکار نواب کے دباؤ اور لالچ سے راضی ہوگئے۔

چلا گیا ذو الفقار الدولہ محمد نجف خان نے ایلچ خان کا اکبر آباد مین پہنچنا اور نواب آصف الدولہ سے اختلاف غنیمت جان کر بہت خاطر کی اور اپنے آدمی بھیجکر ڈیگ مین اُسکو بلا لیا۔ اول نجف خان ایلچ خان کے خیمے مین گیا اور دوستی کے مراسم بخوبی بجا لایا جس سے ایلچ خان نہایت محظوظ ہوا اور نجف خان کی اطاعت مین ہمہ تن مصروف ہو گیا اور اُسکی رفاقت کو غنیمت سمجھا۔ نجف خان نے محالات قلعۂ اکبر آباد وغیرہ کی حکومت اُسکے سپرد کر دی۔ اور نجف خان اُسکی صلاح پر تمام کام کرنے لگا۔ ایلچ خان نے کئی لاکھ روپے فوج شاہی کے خرچ کے لیے دیے آصف الدولہ نے مصاحبون کے اغوا سے ایلچ خان کی حویلی کو جو فیض آباد مین تھی ضبط کر لیا جس مین پُرانے خیمون اور تانبے کے ٹوٹے پھوٹے برتنون کے سوا کچھ نہ تھا۔ لال محمد ایلچ خان کا متبنّے آصف الدولہ کے پاس رہگیا۔

## نواب آصف الدولہ کا اپنے ذلیل نوکرون کو بڑے بڑے مراتب دینا

ایلچ خان اور راجہ صورت سنگھ اور راجہ ہیرچند نواب شجاع الدولہ کے عہد مین تمام مہمات مالی و ملکی کے مختار تھے اور میر مرتضےٰ خان کو اپنے نوکرون سے بھی کم سمجھتے تھے سوقت مین کمان انکی گر گئی۔ مختار الدولہ کو بھی ان کا وجود ناگوار تھا اور ہر کام مین ان کی مذلت کے خواستگار رہتے تھے اسلیے در پردہ نواب آصف الدولہ سے عرض کرتے رہتے تھے کہ نواب مرحوم کے ارکان دولت حضور کو خیال مین نہین لاتے اور حضور کی سطوت و جلالت سے نہین ڈرتے جب کوئی صاحب اقتدار ہوتا ہے وہ

اس حیلے حوالے میں رکھا کہ آجکل مین خلعت وزارت لیکر چلتا ہون۔ اور
شاہ عالم کے درباری اسکو ذلیل توم سمجھکر اکثر مضحکہ کرتے تھے ایکدن راجہ رام ناتھ
نے کوئی ایسی ہنسی کی بات کہی کہ خان مذکور کو جواب بن نہ آیا فرط خجالت سے
گوپال پنڈت سے جو تنخواہ کا متقاضی تھا کہا کہ راجہ رام ناتھ میری رخصت کے
معاملے مین خلل انداز ہے اس سے سمجھنا چاہیے۔ سپاہیون اور افسرون نے
دریے ہین آکر اُسکے مکان پر بلوا کیا رام ناتھ تو عالم اضطراب مین کسی طرف نکل گیا
لیکن حکم بادشاہی ایلچ خان کے نام نافذ ہوا کہ دارالسلطنت مین یہ حرکتیں خلاف
ضابطہ ہین۔ ناچار ایلچ خان نے باون ہزار روپے اپنے پاس سے دیکر سپاہ کو
روانہ لکھنؤ کیا۔ ایلچ خان بخوبی سمجھ گیا تھا کہ مجد الدولہ دنیا سازی کرتاہے اور
مختار الدولہ میری تذلیل کے درپے ہے ایسا نہو کہ مجھے یہان کسی بلا مین پھنسودین
اور پھر یہان سے نجات نہ مل سکے اس سے بہتر ہوگا کہ مین یہان سے
نکل جاؤن اسلیے بادشاہ سے عرض کیا کہ حضور کے تفضلات مین تو کوئی شبہہ
نہین لیکن ارکان دولت دشمنون کے اغوا سے خفت وذلت کے درپے ہین
اسلیے غلام رخصت ہوتاہے بادشاہ نے نیمہ آستین عطا کرکے رخصت کیا خانِ
مذکور نے یہان سے رخصت حاصل کرکے بے نیل مرام آصف الدولہ کے پاس
جانا مناسب نہ تصور کیا اور یہ خیال کیا کہ دشمن اور زیادہ چغل خوری کرکے تخریب
کے درپے ہوجائینگے اسلیے نواب نجف خان کو جو قلعۂ ڈیگ کے محاصرے مین
مصروف تھا لکھا کہ مجد الدولہ میرا تمام مال واسباب لینا چاہتاہے نجف خان
ایسے مژدے پر گوش برآواز تھا ایلچ خان کو اپنے پاس طلب کیا۔ وہ اکبرآباد کو

ایلچ خان اپنا تمام سامان اور بال بچے لیکر فیض آباد سے دہلی کو روانہ ہوا اور بادشاہ کی خدمت مین شرف اندوز ہو کر مورد تفضلات ہوا۔ بادشاہ نے اُسکو خلعت خاصہ عطا کیا اور قمرالدین خان کی حویلی رہنے کو دی مرآت آفتاب نما مین لکھا ہے کہ ایلچ خان نے بادشاہ سے پندرہ لاکھ روپے نذر لانے پر خلعت وزارت کی درخواست کی اور شیو پرشاد کی فرح بخش سے ثابت ہے کہ خان مذکور نے بادشاہ کو بہت کچھ راضی کر لیا تھا۔ قریب تھا کہ خلعت وزارت اور دوسرے عطیات آصف الدولہ کے لیے حاصل ہون جبکہ مختار الدولہ کو یہ خبر پہنچی کہ عنقریب ایلچ خان خلعت وزارت حاصل کرکے ادھر آتا ہے تو اُنھین یہ فکر ہوئی کہ اب ایلچ خان کی طرف آصف الدولہ کو التفات پیدا ہو جائے گا اور میری نیابت کو ضرر پہنچے گا اسلیے نواب مجد الدولہ کو متواتر لکھا کہ جیسے ہوسکے بادشاہ سے خلعت وزارت آصف الدولہ کے لیے محمد ایلچ خان کی معرفت حاصل نہو مین جلد نیاز علی خان کو مع تحائف و ہدایا اور پیشکش کے بادشاہ کے حضور مین بھیجتا ہون۔ مجد الدولہ بھی نہایت بد باطن تھا اور اُسکی دل سے یہ خواہش تھی کہ بادشاہی کام کو سرسبزی حاصل نہو اُسنے مختار الدولہ کی مرضی کے موافق بادشاہ کے مزاج کو ایلچ خان کی طرف سے منحرف کر دیا اور خلعت وزارت دلوانے مین دیر لگائی۔ مجد الدولہ ایلچ خان کے معاملات مین عمداً لیت و لعل کرتا تھا اور نظرون مین تھا کہ یہ سونے کی چڑیا جال سے نکلجانے نہ پائے۔ گوپال پنڈت وغیرہ افسران سپاہ جو ریاست لکھنؤ سے ایلچ خان کے ساتھ تھے اُنھون نے اپنی تنخواہ دہلی مین طلب کی ایلچ خان نہایت ممسک تھا ایک کوڑی اپنے پاس سے دینا جان دینے کے برابر بھتی۔

کوئی اختیار نہ تھا جبکہ آصف الدولہ نے میر مرتضےٰ کو اپنا نائب بنایا اور انکو مختار الدولہ
کا خطاب دیا تو چونکہ محمد ایلچ خان مدت سے یہ کام کرتا تھا وہ اس بات سے آزردہ
ہوا اور اُس نے انگریزون سے میر مرتضےٰ کی مختاری کی حکایت کی جو خلعت
انگریزوں نے میر مرتضےٰ کے لیے تجویز کیا تھا وہ واپس کرا دیا اب میر مرتضےٰ اور
ایلچ خان میں عناد بڑھ گیا۔ آصف الدولہ خانِ مذکور کے استیصال کی فکر مین
مصروف ہوئے اور بہانہ ڈھونڈھنے لگے ایلچ خان نے نواب کے مزاج کا
انحراف معلوم کرکے کرنیل کلیس سے کہا کہ میرا یہاں ٹھہرنا اب مشکل ہے میرے حق
مین یہ بہتر ہے کہ کسی تقریب سے مجھے یہاں سے کسی جگہ رخصت کرا دیجیے کہ
میری آبرو بچے ورنہ کسی دن ندامت وخجالت حاصل ہوگی کرنیل نے جواب
دیا کہ جو بات تم اپنے لیئے بہتر سمجھو وہ تجویز کرکے مجھے مطلع کرو مین اُسمیں کوشش کرونگا
ایلچ خان نے کہا کہ خلعت وزارت بادشاہ سے حاصل کرنے کے بہانے سے مجھے
دہلی کو رخصت کر دیجیے۔ کچھ دنوں وہان لیت ولعل مین بسر کرونگا کرنیل صاحب نے
ایلچ خان کی رائے کو پسند کیا اور دوسرے روز آصف الدولہ کے پاس حاضر ہوکر
عرض کیا کہ ایلچ خان یہاں بیکار بیٹھا ہے اور خلعت وزارت حاصل ہونا تمام کامون
سے زیادہ ضروری ہے مناسب یہ ہے کہ خان مذکور کو وہاں بھیجدیا جاوے
وہ بادشاہ کے مزاج مین رسائی رکھتا ہے۔ عرض معروض کرکے خلعت وزارت
حاصل کرلیگا۔ ریاست کے کام کو مختار الدولہ اچھی طرح انجام دیتے ہین آصف الدولہ
نے کرنیل کے مشورے کو پسند کیا۔ ایلچ خان کو بادشاہ کی نذر کے لیے بہت سے
تحائف اور بارہ لاکھ روپے کی ہنڈوی اور دو پلٹنیں ساتھ کرکے رخصت کیا۔

وقت کپتان کانوہی نے کرنیل کلبیں کی طرف سے نواب سے کہا کہ ہم کو محمد ایلچ خان کی وساطت منظور نہین مختار الدولہ جو حضور کے ساختہ و پرداختہ اور دل سے ہوا خواہ ہین اس کام پر مقرر کیے جائین نواب کی یہین آرزو تھی مگر اس خیال سے کہ انگریز اس بات کو قبول نہ کرینگے زبان سے نہین نکالتے تھے یہ بات سن کر نواب بہت خوش ہوے اور کپتان کانوہی کی بات بہت پسند کی اور اسی وقت مختار الدولہ کو پاس بلا کر کرنیل سے کہا کہ مختار الدولہ میری زبان ہے جو کچھ وہ زبان سے کہے وہ سب میری طرف سے سمجھا جائے۔ محمد ایلچ خان کو یہ قصہ معلوم ہوا تو سمجھا کہ میرا اب یہان رہنا مشکل ہے کہین ایسا نہو کہ مواخذے مین مبتلا ہو جاؤن

## ایرج یا ایلچ خان کے حالات

یہ شخص افغان زادہ حنفی مذہب ایک مفلس آدمی کا بیٹا نھولپور باڑی کا رہنے والا تھا پہلے رائے لال چند فوجدار اٹاوہ کے فراشون مین نوکر تھا پھر مسعود خان خواجہ سرائے بادشاہی کے پاس رہنے لگا۔ پھر شجاع الدولہ کی سرکار مین آکر بازار لشکر کی دارغگی پر مامور ہوا اپنی چستی و چالاکی کی بدولت یہان تک ترقی کی کہ شجاع الدولہ کے زبانی احکام لوگون کو پہنچاتا تھا مغلیہ بلا زمان شجاع الدولہ اسکے ساتھ سلوک کرتے تھے۔ لکھا پڑھا نہ تھا تھوڑے سے عرصے مین صاحب دولت ہوگیا شجاع الدولہ کے عہد مین عہدۂ نیابت کسی سے نامزد نہ تھا مگر ایلچ خان کاروبار ریاست انجام دیتا تھا چونکہ نواب شجاع الدولہ تمام کام آپ کرتے تھے اسلیئے نائب کو

انگریز نہ تھا لیکن زمانۂ قدیم سے اسکے آباؤ اجداد رفاقت سرکار انگریزی کے ساتھ رکھتے تھے - جرنیل مارٹین جسکی عجیب و اعلیٰ عمارات مشہور ہین اسی زمانہ مین میجر بھوپلیر کا رفیق تھا -

محمد ایلچ خان نے کرنیل کلیس وغیرہ سرداران انگلش سے میل کرکے چاہا کہ نواب آصف الدولہ کے حضور مین صاحبان مذکور کی مدد سے دشمنون پر غلبہ حاصل کرے اور مختار الدولہ اس فکر مین تھے کہ انگریزون سے ملکر ایلچ خان کو نیچا دکھائیں - اس وقت مین انگریزون کے ملازمان معزز کی عجیب گرم بازاری تھی کپتان کالوی و میجر بلیر جنکو سرکار کمپنی کیطرف سے کوئی حکومت لکھنؤ مین حاصل نہ تھی صرف کرنیل کلیس کی مصاحبت کی وجہ سے سخن فروشی کی دوکان آراستہ کرکے شیرین زبانی سے ہر ایک کو اپنے دام ارادت میں پھانس لیا اور اس امید و بیم میں دولت دلانے لگے ان کے جو متوسل لوگ زر قلیل کے محتاج تھے وہ لاکھون روپے کے مالک بن گئے - میر محمد امجد خان کپتان کالوی کا میر منشی ایکدن کسی کام کے لیے محمد ایلچ خان کے مکان پر گیا اُسنے وہی نواب شجاع الدولہ کے وقت کا ساغرور کرکے جواب دلایا کہ اب فرصت نہیں ہے منشی محمد امجد نے کپتان کالوی کو سمجھایا کہ رفیقون کی اہانت عین مالکون کی اہانت ہے محمد ایلچ خان آپکو کچھ نہین سمجھتا ہے بہتر ہے کہ آپ سوال و جواب محمد ایلچ خان سے موقوف کرکے مختار الدولہ سے معاملات مین رجوع کیا جائے جنھین انگریزون سے خلاص و محبت کی آرزو ہے القصہ دوسرے دن نواب آصف الدولہ محمد ایلچ خان کو ساتھ لیکر کرنیل کلیس سے ملاقات کو گئے محمد امجد خان کے اشارے سے مختار الدولہ بھی ہمراہ تھے مشورہ کے

قبر مین لیگئے تم اُن سے بدعہدی اور سرکشی کا انتقام خوب لو یہ نہایت افسوس کا مقام ہے کہ ایسا لشکر اور اتنی تیاری بغیر کسی قسم کا کام نکالے ہاتھ سے جاتی رہے" دیکھو ایک مضمون کو دو شخصون نے بیان کیا ہے محمد فیض بخش نے فرح بخش مین اور عنوان سے لکھا اور تاریخ تیموریہ کے مؤلف نے دوسرے ڈھنگ سے ادا کیا۔

نواب آصف الدولہ کا حال یہ تھا کہ تمام عمر اُنکی ناز و نعمت مین بسر ہوئی تھی ماں باپ کے سایۂ عاطفت مین پلے تھے گرم و سرد زمانہ سے بالکل ناواقف تھے اُن کو یہ خبر مطلق نہ تھی کہ فوج کس طرح رکھی جاتی ہے رعیتون کی کس طرح دلدہی کی جاتی ہے اب کہ یکایک سلطنت کا بوجھ سر پر آپڑا ایک طرف اُنکی جبلّی آرام طلب عادت اُن کو عیش و نشاط کی طرف کھینچتی تھی دوسری جانب خیرخواہان قدیم پاسداری سپاہ ملک کی طرف رغبت دلاتے تھے۔

ایلچ خان۔ راجہ صورت سنگھ اور راجہ بیرچند شجاع الدولہ کے عہد مین تمام ملکی و مالی معاملات کے مختار تھے یہ لوگ مرتضٰے خان کو اپنے نوکرون سے بھی کم سمجھتے تھے اسوقت زمانہ ان کے خلاف تھا مختار الدولہ کو ان کا رہنا سخت ناگوار تھا اور ہر بات مین چاہتے تھے کہ انکی مزلت پیدا ہو۔

## انگریزون کے بیوپارے

نواب آصف الدولہ کے پاس سوا دوسرے انگریزون کے دو انگریز سب سے بڑھکر تھے۔ ایک کرنیل کلیس دوسرے میجر پولیر کہ بادشاہ کی طرف سے اُسکا خطاب امتیاز الدولہ افتخار الملک بہادر ارسلان جنگ رشک ارسطو تھا یہ شخص قوم کا

مجرائی کا پروانہ پہنچتا ہے۔ محمد ایلچ خان یہ رنگ اور قدرت الٰہی کا تماشا دیکھکر متحیر ہو گیا۔

## آصف الدولہ کو دادی کی نصیحت

مسند نشینی کے دوسرے دن نواب آصف الدولہ اپنی دادی اور ماں کے پاس نذر پیش کرنے کو گئے، ماں تو انکی اپنے شوہر کے غم میں ایسی پریشان حال تھیں کہ کچھ بات چیت نہ کر سکیں لیکن دادی نے حواس درست کر کے نواب کی اس حرکت پر کہ مقربان قدیم کو نظروں سے گرا کر نئے رفیقوں کو شریک مشورہ اور مختار سلطنت بنایا ملامت کرنی شروع کی کہ یہ لوگ بالکل ناتجربہ کار ہیں اور خیر خواہانہ طور پر نصیحت کی کہ جان مادر تمھارے باپ دادا نے بڑی کوشش کے ساتھ ایسا لشکر جرار اور رفیقان تجربہ کار اور امرائے کامگار اور بہادران نامدار و خیر خواہان ہوشیار اور اسباب دولت و نعمت جمع کیا کہ آج تک کم کسی رئیس کے پاس فراہم ہوا ہوگا اور اُن لوگوں نے بہت سی کوشش کر کے اور خون جگر کھا کے کار سلطنت کو رونق دی پس تمکو چاہیئے کہ ریاست اور ملک آرائی کا طریق اپنے ہوا خواہوں سے سیکھو اور اُن کے مشورے کے مطابق کام کرو اس قدر فوج اور حشمت سے فائدہ اُٹھانے کی یہی صورت ہے اور ایسے سامان کی موجودگی میں جس دشمن سے مقابلہ پڑے تمکو تباہی کا مُنھ دکھا سکتے ہو پس مناسب یہ ہے کہ باپ کے وقت کے کارپردازوں کو معزول نکرنا چاہیئے اور اس فوج عظیم کے ساتھ مرہٹوں اور سدیلوں کی گوشمالی پر توجہ کرو کہ جنکی سرکوبی کا ارمان تمھارے باپ اپنے ساتھ

پرانے کارپردازون نے مختار الدولہ کے ملازمین کے سپرد کردین مختار الدولہ نے
اپنے بڑے بھائی سید محمد کو اقتدار الدولہ بہادر کا خطاب دلاکر صوبہ الہ آباد کا نائب
بنایا اور ہر ایک دوست اور اقربا کو صاحب اقتدار کردیا شجاع الدولہ اور آصف الدولہ
کے تمام نوکر مختار الدولہ کے دست نگر تھے کسیکی مجال نہ تھی کہ اُن کے برخلاف دم مار سکے
اور انگریزون نے اپنی مصلحت کے لیئے آصف الدولہ اور مختار الدولہ کو
اس بات پر آمادہ کردیا تھا کہ جہان تک ہوسکے فوج مین کمی کرنی چاہیئے -
اُدھر نواب شجاع الدولہ کی تمام فوج مغرور تھی اُن کو یہ زعم تھا کہ
ہم کو ہرگز کوئی موقوف نہین کرسکتا۔ آصف الدولہ اُن کے موقوف
کرنے کے واسطے کوئی حیلہ چاہتے تھے کہ تھوڑے سے جرم و نافرمانی پر
موقوف فرمائین -

مرتضٰے خان چونکہ جوہر سخاوت سے خالی نہ تھے خلعت نیابت پاتے ہی
اول اُنکی نظر فقرا۔علما۔مشایخ۔برہمنون۔بیراگیون اور مصرف خیر کی اُن معافیات
اور جاگیرون پر پڑی جو عرصے سے ضبط ہوگئی تھین اور فوراً ایک فرد بناکر نواب کے
حضور مین منظوری کے لیے پیش کی اور عرض کیا کہ فدوی نے خُدا سے عہد کیا تھا
کہ اگر کبھی اس مرتبے کو پہنچ جاؤن تو غربا اور مساکین کے وظائف اور معافیات کو جو
دُعا کا لشکر ہے اور عرصے سے ضبط ہین واگذاشت کراؤن انکو بالکل چھوڑ دیا جائے -
آصف الدولہ نے اُسی وقت منظوری بخشی یہ جاگیرین لاکھون سے زیادہ روپون کی تھین -
مختار الدولہ نے اُسی وقت حکام اضلاع اور دفتر کے افسرون کو لکھا کہ جو شخص فرمان اور
پروانہ دکھائے اُس کا روزینہ اور زمین اور گاؤن بلا و غدغہ چھوڑ دین - عنقریب

محمد سعید خان کو بھی بھاری بھاری خلعت دیے اور منصب اور نوبت و جاگیرین بھی انکی تمنا سے زیادہ بخشین۔ تمام ملک کے مالی و جنگی اور انتظامی امور کا مختار کل بنا دیا جس دن مختار الدولہ کو خلعت نیابت ملا ۲۵ ذیقعدہ ۱۱۸۸ھ تھی۔

تیوہ پرشاد نے فرح بخش مین لکھا ہے کہ آصف الدولہ کی مسند نشینی سے ہفتے عشرے کے بعد ارکان دولت اور عزیز و اقارب کے مزاج مین اختلاف پیدا ہوگیا نواب موصوف کہ نہایت نیک طینت تھے دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو گئے کوتاہ اندیشون اور ناتجربہ کارون کے اغوا سے اپنے باپ کے دولت خواہون سے بدظن ہو گئے اس وجہ سے ارکان دولت کے دلوں پر صدمہ پیدا ہوا اور ہر ایک نے اُس سے علیحدہ ہونے کی تدبیر شروع کی محمد ایلچ خان کہ نہایت معتمد شیر شجاع الدولہ کا تھا اور انگریزوں سے پہلے سے تعارف رکھتا تھا وہ اُن سے مل گیا اسی طرح اور نوکر بھی اپنی اپنی فکر مین مصروف ہوئے۔

سیر المتاخرین میں آیا ہے کہ مختار الدولہ کی نیابت ایسی چمکی کہ آصف الدولہ سے بہرام کے کچھ ظاہر نہ تھا اسباب شوکت و کامگاری اور لوازم ملک ستانی و جہانبانی جسقدر اس وقت نواب آصف الدولہ کی سرکار مین جمع تھا وہ تمام و کمال مختار الدولہ کے اختیار مین آگیا خزاین اور دفاتر و جواہرات۔ سامان و اسباب و ظروف نقرہ و طلا و اسباب گرانبہا سے ریاست مالامال تھی۔ نواب برہان الملک سعادت خان اور نواب ابو المنصور خان صفدر جنگ کے وقت سے جو کچھ جمع تھا اور شجاع الدولہ نے میر قاسم اور روہیلون اور مرہٹون کی ضبطی سے جو کچھ جمع کیا تھا وہ تمام مال و اسباب اور جو کچھ نادرات ممالک روم و شام اور چین و فرنگ کی جمع کی تھیں یہ تمام چیزین

نواب شجاع الدولہ کے ہاتھی کے پاس کھڑا تھا مرتضٰے خان اُسکے سلام کو سر پر ہاتھ
رکھے تھے لیکن شاہ منھ پھیر پھیر لیتا تھا تھوڑی دیر کے لئے جب فیض بخش نے دوسری
طرف دیکھکر پھر آصف الدولہ کے ہاتھی کی طرف دیکھا تو مرتضٰے خان کو انکی خواصی
مین نہ پایا یا تو خوف کی وجہ سے خود اپنے آپ کو تلے گرا دیا یا آصف الدولہ
کے اشارے سے اُتر گئے۔

## مختار الدولہ کی نیابت کا زمانہ

تاریخ تیموریہ مین لکھا ہے کہ آصف الدولہ نے اپنے دربار کے حاضرین سے
فرمایا کہ مین نے زمانہ صاحبزادگی مین عہد کیا تھا کہ جب مسند نشین ہونگا تو اول
میر مرتضٰے کو سرفراز کرونگا سب نے سر تسلیم خم کیا اُس وقت ایک گرانبہا خلعت
جس مین جرکسی جو امرا ے رفیع القدر سے مخصوص ہے اور سرپیچ مرصع اور جیغہ
اور کلگی جس مین پر عقاب تھا اور موتیون کی کنٹھی اور ایک عمدہ ہاتھی جسپر نقرئی
حوضہ اور زربفت کی جھول تھی اور ایک عمدہ گھوڑا جسپر طلائی ساز تھا اور جھالردار
وہ پالکی جو شجاع الدولہ نے اپنی سواری کے لیے بنوائی تھی اور اُسکی تیاری مین
پندرہ ہزار روپے سے کم نہ خرچ ہوے ہونگے بخشا یہ خلعت کسی طرح ایک لاکھ
اور کئی ہزار روپے سے کم کا نہ تھا اور ہفت ہزاری منصب اور مختار الدلہ جلادت جنگ
خطاب بخشا اور ماہی مراتب اور نوبت بھی دی اور نوبت کے ساتھ یہ عزت بخشی کہ
شرف اندوزی حضور کے زمانے مین بھی بجوایا کرین کہ اُس وقت تک کسی امیر کو
یہ اجازت نہ تھی اسی طرح مختار الدولہ کے بھائی سید معز خان و سید محمد خان و

حضور مین لیگئے وہ بیٹے کی اس حرکت سے بہت بے دماغ ہوئے اور فرمایا کہ
کیون اس شخص کو ہمارے پاس لائے لیکن زیادہ کاوش کی کیونکہ اس وقت مین
میر مرتضےٰ کا کیا مقدور تھا اور کون سے کاروبار اُنکے ہاتھ میں تھے۔

محمد فیض بخش کہتا ہے کہ یہ بات مین نے اپنی آنکھوں سے دیکھی کہ جب شجاع الدولہ
فتح روہیلکھنڈ سے واپس ہوئے اور آنولے مین مقام کیا تو یہاں سے کوچ کے وقت
ایک ندی کے پل پر پیادہ و سوار ہاتھی گھوڑون اور بہیر وغیرہ کا ہجوم تھا۔ اُس
میدان مین لوگوں اور سواریون کی ایسی کھچا کھچ تھی کہ اگر کوئی سوار یہ چاہتا
کہ گھوڑے کا منھ پھیر کر پیچھے کو لوٹ جائے تو یہ بات بھی حاصل نہیں ہوسکتی تھی
نواب شجاع الدولہ عماری فیل پر بیٹھے ہوئے بہوبیگم صاحبہ اور دوسرے محلات کی
سواریوں کے عبور کے لیئے اہتمام کر رہے تھے۔ اس اثنا مین آصف الدولہ ہاتھی کے حوضے
مین سوار اور حوضے مین اُنکے سید مرتضےٰ بیٹھے ہوئے بے تامل لوگون کو ریلتے پیلتے
افتان و خیزان ادھر آئے اور اس بات کا ذرا دل میں خیال کیا کہ آدمیون کی کثرت
ہے ہاتھی کے صدمے سے پائمال ہوے جاتے ہیں فیض بخش خواجہ علی خان کے
ہاتھی کے حوضے مین بیٹھا ہوا پہلے سے وہان موجود تھا خواجہ علی خاں نے
ہاتھی کو بٹھا کر چاہا کہ سلام کریں مگر اُسکا موقع نہ ملا۔ آصف الدولہ تھوڑی دیر کے
بعد آہستہ آہستہ باپ کے ہاتھی کے قریب پہنچے اور اُن کو سلام کیا یکایک نواب
کی نگاہ سید مرتضےٰ پر پڑی تیز و تند نظر سے اُن کو دیکھکر مونچھون پر ہاتھ ڈالا جب
کئی بار مونچھون کو تاؤ دیا تو سید مرتضےٰ سہم گئے قریب تھا کہ پائجامے مین پیشاب
نکل جائے اور عجب نہیں کہ نکل گیا ہو عنبر علی خان خواجہ سرا گھوڑے پر سوار

(۱) سید صاحب جو پیاری بیگم زوجۂ مختار الدولہ کا باپ ہے (۲) سید کرم (۳) میر محمد باقر (۴) میر محمد طاہر۔ ان محمد طاہر کے چار بیٹے تھے (الف) میر محمد نفیس (ب) محمد سعید (ج) میر بابا (د) محمد شفیع اور میر محمد باقر کے تین بیٹے تھے ایک سید محمد خان اقتدار الدولہ دوسرے سید مرتضےٰ خان مختار الدولہ تیسرے سید اسمٰعیل نصیر الدولہ معز زخان ۔ جب میر قاسم خان نے انگریزون کے ہاتھ سے ہزیمت پائی تو مصطفےٰ خان کی اولاد بھی جاگیر ضبط ہو جانے کی وجہ سے لکھنؤ مین چلی آئی شجاع الدولہ نے اُن کا کوئی بندوبست نہ کیا حال تباہ کے ساتھ کبھی لکھنؤ مین کبھی موہان مین رہتے تھے میر صدیق مصاحب آصف الدولہ کے توسط سے سید مرتضےٰ اُنکی سرکار مین نوکر ہو گئے ۔ دوسری وجہ انکے ساتھ بدسلوکی کی یہ بھی تھی کہ میر مرتضےٰ اور اُن کے بھائی قدیم سے مغروری وخود نمائی مین مشہور تھے اس سبب سے شجاع الدولہ کی نظرون سے گرے ہوئے تھے یہان تک کہ نواب مرحوم نے علی العموم یہ حکم دیدیا تھا کہ مصطفےٰ خان کے بیٹون کو کوئی اپنی رفاقت مین نہ لے اور اپنی صحبت مین نہ رکھے کئی بار نواب سالار جنگ نے میر مرتضےٰ خان کی فلاکت وافلاس کا حال نواب شجاع الدولہ سے عرض کیا اور استدعا کی کہ ان کے جرائم کو معاف کیا جائے مگر نواب نے ان کو اپنے قرب مین لینے سے حذر کیا اور یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ ان کے شر سے امن مین رکھے یہ ہمارے خاندان کے دشمن ہین انکی ذات سے فساد پیدا ہونگے۔ یہانتک کہتے ہین کہ نواب شجاع الدولہ آصف الدولہ سے بھی اس وجہ سے کبیدہ تھے کہ اُنھون نے مرتضےٰ خان کو اپنے رفقا مین داخل کرکے خار کلفت وخاشاک کدورت سے ان کو صاف وپاک کر دیا تھا۔ ایک دن آصف الدولہ مرتضےٰ خان کو اپنے ساتھ نواب کے

پرگنہ موہنہ ماڑی قلم و لکھنؤ مین اُنکو جاگیر بھی ملی سید مصطفٰے اپنی جاگیر کو نواب برہان الملک کے ساتھ آئے۔ سید احمد کا لکھنؤ مین انتقال ہوگیا۔ مقبرہ اُن کا راج گھاٹ مین دریاے گومتی کے کنارے تعمیر ہوا سید مصطفٰے صفدر جنگ کے عہد مین شیر کوٹ اور نگینہ وغیرہ کے حاکم[۱] تھے اور وہ سید مصطفٰے کی بہت عزت کرتے تھے اور صنادید عرب اور بیرزادہاے برہان الملک سعادت خاں سے جانے تھے لیکن محمد فیض بخش کی کتاب فرح بخش سے معلوم ہوتا ہے کہ صفدر جنگ کے دل مین اُنکی طرف سے کدورت آگئی تھی وجہ اسکی یہ ہے کہ اُنکی زبان سے ایک ثقیل بات شجاع الدولہ کی والدہ کی نسبت نکل گئی تھی اور وہ بات رفتہ رفتہ بیگم کے کانوں تک پہنچکر اُنکی ناخوشی کا موجب ہوئی تھی چونکہ محمد شاہ بادشاہ دہلی زندہ تھے اور یہ لوگ بادشاہ سے تعلق رکھتے تھے اس لیئے انتقام لینا مناسب نہ سمجھا بات کو دل مین رکھا جب محمد شاہ مرگئے اور احمد شاہ گرفتار ہوگئے اور نواب صفدر جنگ اور مصطفوی خاں نے بھی دُنیا سے کوچ کیا اور شجاع الدولہ باپ کی جگہ فرمان روا ہوے تو اُنھوں نے مصطفوی خان کے بیٹون کو اپنے مُلک سے نکال دیا۔ یہ لوگ بنگالے کی طرف چلے گئے بعض کہتے ہیں کہ خود سید مصطفٰے شجاع الدولہ سے زیارت عتبات عالیات کی اجازت لیکر جہاز مین سوار ہونے کے لیئے بنگالے کی طرف روانہ ہوئے۔ چونکہ اُس زمانے مین انگریزون اور فرانسیسوں میں لڑائی جاری تھی اس لیئے اُدھر سے راستہ بند تھا مجبوراً بنگالے مین قیام کیا قاسم علی خاں عالیجاہ والی مرشد آباد نے قدردانی کی سید مصطفٰے کا بنگالے مین انتقال ہوگیا اُن کے کئی بیٹے تھے

[۱] فرح بخش مولفہ شیو پرشاد ۱۲

کو جھالردار پالکی اور ہاتھی نقرئی عماری و سائبان دار اور دوسرا سامان امارت جیسے ماہی مراتب وغیرہ جو بادشاہی سرکار کے ہفت ہزاریون کو دیا جاتا ہی عطا کیا خواجہ سرا اُنکی زبانی اُنکی دادی کو یہ حال معلوم ہوا تو بہت ناراض ہوئین اور اپنی سرکار کے ناظر محرم علی خان کو حکم دیا کہ اسی وقت جاکر تمام سامان مختار الدولہ سے چھین لائے اور آصف الدولہ کو سامنے بلاکر جو کچھ دل مین آیا سخت و درشت کہا محرم علی خان حکم کے بموجب روانہ ہوا ایک ساعت کے بعد آصف الدولہ نے محل سراے سے برآمد ہوکر منع کر دیا چونکہ مسند ریاست کے مالک ہو چکے تھے محرم علی خان باز رہا اور بیگم صاحبہ سے جاکر عرض کر دیا کہ حضور کے ارشاد کے بموجب ہاتھی لیکر ہاتھی خانہ مین بندھوا دیا اور پالکی پالکی خانہ مین پہنچوا دی -

## حسب و نسب مرتضی خان المخاطب بہ مختار الدولہ

میر مرتضی عرف آغا خانی بن میر محمد باقر بن مصطفے المخاطب بہ مصطفوی خان بن سید احمد الملقب بہ طبا طبا خان سادات صحیح النسب ایران سے ہین سید احمد نادرشاہ کے عہد مین ایران سے نکلکر اپنے بیٹے مصطفے کو ہمراہ لیکر ہندوستان مین آئے تھے اُس زمانہ مین بہادرشاہ بن اورنگ زیب کا عہد حکومت تھا دلی مین موسوی خان کے مہمان ہوے اور فرخ سیر کے عہد تک یہان رہے نواب برہان الملک کے ساتھ ولایت سے شناسائی رکھتے تھے اُن سے ملاقات کرکے فرخ سیر کی ملازمت سے مشرف ہوئے نواب برہان الملک کی بیگم نے ایک سید کی لڑکی رقیہ بیگم نام پالی تھی وہ لڑکی سید مصطفے کے ساتھ منعقد کر دی ایک لاکھ روپے کا جہیز عطا کیا اور

## تاریخ مسند نشینی

گشتا رہائے آصف الدولہ رونقِ مسندِ وزارت ہند

دیگر

در بست وچہارمین ماہ ذیقعدہ بکشود در طرب حکیم مطلق
اعنی کہ بمسندِ وزارت بنشست نواب کہ ز آصفِ سلیمان اسبق
ہم دولت آصف و سمی سیحیے حالی و بہادری بہ اسمش ملصق
منصور شجاع و مثل صفدر در جنگ بردہ بہ سعادت وسخا گوئے سبق
شد بے سر جہد سال تاریخ جلوس نو داد بمسندِ وزارت رونق

سید مرتضی خان جو ایام صاحبزادگی سے میرساماں تھے آصف الدولہ نے اُن کو اپنا نائب بنایا اور مختار الدولہ ہیبت جنگ خطاب دیا سیر المتاخرین میں لکھا ہے کہ ہفت ہزاری منصب اور نوبت اور ماہی مراتب بھی عطا کیا اور جرنیلی کا عہدہ اُن کے بڑے بیٹے مرزا بزرگ کے نامزد کیا اور اقبال الدولہ خطاب دیا اور اس عہدے کی نیابت جو تحال رائے پسر نول رائے کو عنایت کی اور عہدہ نظارت خانسامانی تحسین علی خان اور آفریں علی خان خواجہ سراؤن کے سپرد کیا۔

تاریخ شاہیہ نیشاپوریہ مین ہے کہ سب امرائے جو فیض آباد مین تھے مسند نشینی کی نذرین دکھائین مگر امراؤ گر جانہ نشیں ہوگیا اور کہا کہ میں فقیر ہون سیاحت کرونگا۔ نواب آصف الدولہ یہ خبر سُن کر ایک دن اُسکے گھر گئے اور اپنا لبادہ دے کر دلجوئی کی اُسی دن پل اسماعیل گنج کی تعمیر کا حکم دیا۔

محمد فیض بخش کہتا ہے کہ آصف الدولہ نے خلعت نیابت کے ساتھ مختار الدولہ

نظر فرمائی۔ مگر جب آصف الدولہ نے عجلت ظاہر کی اور یہ بھی وعدہ کیا کہ درصورت جلد ہوجانے ہماری مسند نشینی کے بہت سا روپیہ آپ لوگون کو دیا جائے گا۔ اُنھون نے سوچا کہ اول تو شجاع الدولہ کا بڑا بیٹا اور بموجب آئین وراثت کا بھی مستحق ہے دوسرے ہمارا کچھ نقصان نہین بلکہ ہمارا فائدہ ہوتا ہے پس اس خیال سے دستار ریاست اُن کے سر پر باندھکر اُن دونون انگریزون نے تہنیت ادا کی اعیان دولت حاضر ہوئے اور نقارچی بھی جنازے کی ہمراہی چھوڑ کر نوبتخانے مین آئے۔ ہنوز باپ کی لاش دفن بھی نہ کرنے پائے تھے بلکہ بقول محمد فیض بخش اُنکی لاش نقارخانے کے دروازے تک پہنچی تھی کہ نوبت خانے سے شادیانے کی آواز بلند ہوئی اور کوئی جھگڑا اُنکی جانشینی کے واسطے نہین کھڑا ہوا کیونکہ کوئی اور مدعی سلطنت نہ تھا لیکن تاریخ تیموریہ سے معلوم ہوتا ہے کہ منجمون نے آصف الدولہ سے عرض کیا تھا کہ مسند نشینی مین جلدی کرنی چاہیئے اور نواب نے اس امر کو فتوت و کرم سے دور سمجھا تھا کہ ابھی تو باپ کا جنازہ پڑا ہوا ہے اور خود مسند نشینی کے مراسم ادا کرین۔ دولت خواہون نے دیکھا کہ ساعتِ سعید نکلی جاتی ہے اس لیے کرنیل کلیس کو بلا کر بیان کیا کہ دیر مناسب نہین مشیت ایزدی جاری ہوگئی اب یہی بہتر ہے کہ صاحبزادے کو مسند آرا کر دیا جائے کیونکہ یہی باپ کے ولیعہد اور ریاست کے مستحق ہین چنانچہ ابھی نواب مرحوم کی نعش زمین مین سونپنے بھی نہ پائے تھے کہ بضرورت نواب سالار جنگ اور نواب مرزا علی خان نے تابوت کی مشایعت سے مراجعت کی اور دارالامارت مین آکر آصف الدولہ کو شجاع الدولہ کا جانشین بنا دیا کہان ماتم کا شور تھا کہان مبارکباد اور شادمانی و تہنیت کا غلغلہ مچ گیا۔

میری عمر بھر کی کمائی ہے اور آپ کے نزدیک شجاع الدولہ کے تمام بیٹے برابر ہیں"
بڑی بیگم نے فرمایا کہ تم نے تو وہ بات بتائی جو مجھے بہتر معلوم ہوئی اب تم جانو
تمھارا کام جانے"

# نواب آصف الدولہ کا مسند نشین ہونا

۲۴۔ ذیقعدہ ۱۱۸۸ہجری روز پنجشنبہ کو شجاع الدولہ کا جام ہستی لبریز ہوا
اور تجہیز و تکفین کے بعد اُن کے جنازے کو دفن کرنے کے لیے لے چلے
مرزا علی اور سالار جنگ بھی جو آصف الدولہ کے حقیقی ماموں تھے دفن کرانے کے لئے
جنازے کے ساتھ گئے سیر المتاخرین میں لکھا ہے کہ آصف الدولہ نے اپنی مسند نشینی
کی تعجیل کے لیے اپنے محرمان اسرار اُن کے واپس لانے کو روانہ کیا اول تو اُنھوں
نے دنیوی شرم و لحاظ کر کے مراجعت سے عُذر ظاہر کیا مگر جب بار دوم آصف الدولہ
کا تاکیدی حکم صادر ہوا کہ ضرور حاضر ہوں اُس وقت دونوں بھائی مجبور ہو کر واپس
ہوگئے اور اُن کے واپس ہوتے ہی اور لوگ بھی خوشامد کی راہ سے جنازے کا
ساتھ چھوڑ چھوڑ کر چلے آئے آصف الدولہ نے بعد تنقیح مصلحت کے نواب ممتاز الدولہ
کرنل کلیس اور مسٹر کنوی کو جو اہالیان کمپنی کی طرف سے مامور تھے اور شجاع الدولہ
کی مصاحبت میں رہا کرتے تھے طلب کر کے کہا کہ تاخیر مناسب نہیں مشیت ایزدی
سے کیا چارہ ہے اب مصلحت یہی ہے کہ مجھے مسند حکومت پر جانشین کر دو اول
سرداران مذکور نے عجلت مناسب سمجھی باتوں میں آصف الدولہ کی تسلی کر کے انجام کار

(۱) فیض بخش نے ۲۳ ذیقعدہ روز چہارشنبہ لکھا ہے ۱۲ دیکھو قیصر التواریخ ۱۲

خود خلاف وضع فطری کام کا ارتکاب کرتے ہوتے تو مفعول لڑکون کو ایسی سخت سزائین ندی جاتین اور خاصکر ضعیف الباہ شخص فاعل نہین ہوسکتا ہے اُن کو اگر فاعلیت کا شوق ہوتا تو دواؤن کے استعمال سے قوت باہ کے اضافہ کی طرف ضرور راغب رہتے کمزور باہ والا آدمی دوسرے پر قادر کب ہوسکتا ہے مفتاح التواریخ مین تو تصریح کردی ہے کہ آصف الدولہ مین رجولیت ہی نہ تھی پھر مجھے تعجب ہے کہ اُن کے نطفے سے دو بیٹون کا ہونا کیون بیان کیا جاتا ہے۔

## آصف الدولہ کی مسند نشینی کے وقت اُنکی دادی کا نہایت مناسب مشورہ دینا

جب شجاع الدولہ رہگراے عالم ملک آخرت ہوے تو نواب عالیہ صدر جہان والدۂ شجاع الدولہ نے اپنے بیٹے کی بی بی اپنی بہو کو صلاح دی کہ آصف الدولہ تمھارے حقیقی بیٹے ہین انکی عمر گو ۲۶ سال کی ہے مگر ابتک ایسے لہو و لعب کی طرف راغب ہین جو شان امارت کے خلاف ہے آئین و تمکین و بندوبست اور کارہائے امارت مین غور و خوض کی بو بھی اُن کے دماغ کو نہین لگی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ہاتھ سے یہ تمام سامان جو تمھارے شوہر نے جمع کیا ہے تھوڑے سے عرصے مین خراب و برباد ہوجائے گا اس لیے یہ مناسب ہے کہ آصف الدولہ کو برائے نام مسند پر بٹھا دیا جائے اور مرزا سعادت علی خان کو جو ایک لائق فائق نوجوان ہین اُن کا نائب بنا یا جائے۔ جناب عالیہ والدۂ آصف الدولہ نے جواب دیا کہ مین نے عُمر بھر مین یہ ایک ہی بیٹا پایا ہے بُرا یا بھلا جیسا بھی ہے

اطبائے حاذق کو ارشاد کیا کہ دوا کر کے اصلاح کریں۔ اگرچہ فی الجملہ قوت باہ تھی لیکن کسی کی کوشش اور سعی سے پورا فائدہ نہوا کیونکہ جب کوئی عمدہ نسخہ ضماد و طلاء کا طبیب بنا کر حاضر کرتے تو اُن کے سامنے لگا لیتے اور خلوت میں جا کر دور کر دیتے۔

## ایک راز کا انکشاف

سیر المتاخرین میں حسین نے یہ بات دیکھی کہ جس فعل کے ساتھ آصف الدولہ کو عوام متہم کرتے ہیں وہ اُنکی ظاہری وضع سے پایا نہ جاتا تھا بلکہ بہایت دور معلوم ہوتا تھا" اِس بات کا مطلب عرصے تک صاف نہوا حتٰکہ محمد فیض بخش کی کتاب میں نے دیکھی تو اُس بات کی تہ کو پہنچا وہ لکھتا ہے کہ آصف الدولہ کے دل میں اکثر یہ بات گذرتی تھی کہ اگر ماں باپ کا خوف اُٹھ جائے تو بکشادہ پیشانی جو کچھ دل میں آئے وہ کر گزریں اُن کے پدر والا گہر نے چند مرتبہ جبر دہمدوں اور خواجہ سراؤں سے جو صاحبزادے کی خدمت میں متعین تھے حقیقت حال معلوم کر کے اُس کو بہت کچھ دھمکایا اور ڈرایا اور اُس کے بدوضع ہمنشینوں میں سے بعض کو حبس دوامی کی سزا دی۔ بعض بولاج حیرہ سر کو راتوں میں دریا میں ڈبوا دیا لیکن باوجود اس انتظام کے مزاج مبارک نے حادۂ اعتدالی سے تجاوز نہ کیا"

اِس بیان سے سیر المتاخرین کی یہ شرح معلوم ہوتی ہے کہ آصف الدولہ کے بدوضع ہمنشیں خلاف وضع فطری کام میں رہتے تھے اگر ایسا نہوتا تو اُن کو حبس دوام اور غرق دریا کی سزا کیوں دی جاتی پاس سے نکلوا دینا کافی تھا شجاع الدولہ کو اتنی غیرت آنا صاف دلالت اُس مطلب پر کرتا ہے اگر صاحبزادے

قواعد۔ داد و دہش کے ضوابط۔ عدالت و انصاف کے آداب مروت و حیا کے
برتاؤ بتائین تیراندازی و بندوق زنی کی مشق کرائین اور جتنے لوازم امارت
و ریاست کے ہین اُنکے سکھانے مین دقیقہ فروگذاشت نکرین۔ رات دن ان
مصاحبون کی یہی کوشش تھی جب عمر کا ایک بڑا حصہ ان شغلون مین بسر ہوا تو
صاحبزادے کو یہ تین باتین بخوبی آگئین ایک سخاوت دوسرے تیراندازی
تیسرے بندوق زنی باقی ہر کام مین کچھ بھی نہین ہوئے اور سخاوت تو اتنا
جوہر ذاتی ہوگئی کہ فضول خرچی اور اسرافی کے درجے کو پہنچ گئی۔ مزاج مین
بے مروتی اور ناآشنائی نے اتنا غلبہ کیا کہ جن لوگون سے بے حد مانوس ہوتے
اور اُنکی جدائی ایک منٹ کو گوارا نہ ہوتی اگر اُن سے تھوڑی سی حرکت بھی مزاج
کے خلاف سرزد ہوتی یا کوئی نصیحت کی بات کہدیتے تو انھی طوطا چشمی کرتے
کہ پایۂ اعتبار سے گرا کر پاس سے نکال دیتے۔

## بیاہ۔ قوت رجولیت

جب بیاہ کی نوبت پہنچی تو شجاع الدولہ نے کمال تمنا کے ساتھ قمرالدین خان
وزیر اعظم محمد شاہ کی بیگم شولاپوری کو دہلی سے طلب کیا اور اُن کے دوسرے بیٹے
انتظام الدولہ خانخانان کی بیٹی شمس النسا بیگم کے ساتھ کمال طمطراق کے ساتھ بیاہ کیا
اس کام مین لاکھون روپے خرچ ہوئے لیکن زناشوئی کی نوبت نہ پہنچی کبھی
آصف الدولہ کے دل کو التفات جیسا کہ عالم کی رسم ہے نہ ہوا ایک رات بھی دُلھن
سے ہمخواب نہ ہوئے اس وجہ سے ماں باپ کے دل کو بے حد ملال پیدا ہوا

مقرر ہوئے آداب نشست و برخاست اور تعلیم حرکات و سکنات تا نا ان کا کام تھا
ان کا بیٹا صاحبزادے کی خدمت مبارک مین دن بھر حاضر رہتا وہ فرح بخش
کے مؤلف سے بیان کرتا تھا کہ ہر فصل و موسم مین ہر قسم کے میوؤن اور پھلوں کی
ڈالیاں روز لاکر اُن کے سامنے رکھتے تھے ایک دن اتالیق نے عرض کیا کہ اُن مین
سے جون سی چیز کی طرف رغبت خاطر عالی ہو اُسکی طرف میل فرمائیے باوجودیکہ
خدمتگار حاضر تھے خود جھپٹ کر شکر قند اُٹھا لیا اور دیر تک ہاتھ میں رکھکر اچلاف
کی طرح اُس سے پیار کرتے رہے۔ اتالیق نے کہا کہ امیرزادے ایسی ذلیل
چیزوں کی طرف متوجہ نہین ہوتے نہ اس میں کوئی مزہ ہے نہ صورت اچھی ہے
پھینکدیجیئے کئی بار تاکید کی مگر نہ پھینکا اتالیق نے خود زور سے چھین کر پھینکدیا
اور باغبانون کو حکم دیا کہ شکر قند اور کیلے کی قسم سے کوئی چیز ڈالی مین نہ لگایا کرین۔
یہان تک کہ سن شباب کو پہنچے اگرچہ کسی قدر حرف آشنا ہوگئے لیکن
میلان خاطر صرف لہویات کی طرف یوماً فیوماً غالب تھا۔ پدر والا گہر کبھی کبھی
اپنے پاس بُلاکر تربیت کا امتحان لیتے تو اُن کو معلوم ہوجاتا کہ صاحبزادے کی اصل
طینت و طبیعت ایسے خلاف دستور کامون کی طرف متوجہ ہے جو امیرزادوں کی
وضع سے بہت دور ہیں دست تاسف ملتے تھے چونکہ بیگم کی پاسداری خاطر عالی
تھی زبان سے کچھ نہ کہتے یہانتک نوبت پہنچی کہ ادیب موقوف ہوئے۔ اور
صاحبزادے کے چہرے پر سبزے کا آغاز ہوا اب باپ نے مصاحب اور ہمنشین
آداب دان اُنکے پاس حاضر باشی کے لیے مقرر کیے تاکہ آداب اور واہی باتون
سے بچاکر ملک شاہی کے آئین آراستگی فوج کے دستور شمشیر زنی و شجاعت کے

# حلیۂ شریف۔ مزاج مبارک۔ تعلیم و تربیت

محمد فیض بخش ساکن کاکوری نے فرح بخش مین اپنی چشم دید آپ کا حلیہ اور مزاج مبارک وغیرہ اس طرح لکھا ہے۔

(حلیۂ مبارک) چہرہ پر وجاہت تھی نقشہ چہرے کا کسی قدر باپ کے چہرہ سے ملتا ہوا تھا۔ اوپر کا دھڑ بڑا تھا اور تلے کا دھڑ کمر سے پاؤن تک کسی قدر چھوٹا تھا جب بیٹھ جاتے تو معلوم ہوتا کہ خوش قامت جوان ہین۔ جب کھڑے ہوتے تو آدمیون کی کمر تک پہنچتے۔ چھٹپن سے بدن فربہ تھا۔ کان اور گردن اور غبغب باہم گوشت کا ایک قطع معلوم ہوتے تھے۔ انگلیان اور ہاتھون کی ہتھیلیان موٹی اور کوتاہ تھین۔

(مزاج ہمایون) طفلی سے مزاج شریف لہو و لعب کی طرف مائل تھا۔ مردم پوچ کے ساتھ صحبت مناسبت رکھتی تھی اسی لیے رذیل۔ سفلہ اور دون ہمت لوگون کی ہم نشینی زیادہ پسند تھی۔ بے محل ہنسنا۔ گالی دینا۔ اور پھر فحش کلام کے جواب کا ترکی بترکی طالب رہنا۔ لایعنی کھیلون کی طرف رغبت رکھنا۔ جس شخص کی زبان فحش کلامی کی عادی ہوتی اُس سے نہایت محظوظ ہونا محفل مین زیادہ تر کلمات فسق کو پسند کرنا طبعی خاصہ تھا۔

(تعلیم و تربیت) جناب والا کو جب مکتب مین بٹھایا تو معلم و ادیب اور خوشنویس حاضر ہوئے۔ سید شرف الدین خان محمد شاہی ایک نہایت مہذب اور دانائے عصر آدمی تھے اُنھون نے محمد شاہ کے حضور مین آداب مجلس سیکھے تھے۔ اتالیقی پر

# تاریخ اودھ

## حصۂ سوم

## نواب آصف الدولہ یحییٰ خان بہادر ہزبر جنگ

ان کا نام مرزا یحییٰ خان اور عرف مرزا امانی تھا اواخر ۱۱۶۱ھ ہجری مین امۃ الزہرا بیگم المخاطب بہ جناب عالیہ بہو بیگم بنت موتمن الدولہ محمد اسحاق خان شوستری کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ صاحبزادگی مین انکو شاہ عالم نے عہدۂ میر آتشی اور غسل خانے کی خدمت دی تھی ان کا تلے کا دھڑ اوپر کے دھڑ سے چھوٹا تھا اِس وجہ سے گھوڑے پر سوار نہین ہوسکتے تھے ہاتھی اور پالکی پر سوار ہوتے تھے قوت حافظہ نہایت قوی تھی جسکو ایک نظر دیکھ لیا پھر وہ چیز اُن کے ذہن سے نہیں اُتر سکتی تھی۔ تعزیہ داری دھوم دھام سے کرتے تھے جس دوکان میں سر بازار تعزیہ ملاحظہ کرتے تو اُدھر سے پیادہ پا نکلتے۔ کم سے کم پانچ روپے اور زیادہ سے زیادہ ہزار روپے مدد کرتے تھے۔ کئی لاکھ روپے کا ہر سال محرم مین خرچ تھا۔ بسنت و جشن وغیرہ میں بھی ہر سال لاکھون روپے صرف کرتے تھے اُن کے مادر چہارے کا صرف روزانہ بائیس سو روپے سے زیادہ تھا جب ہاتھیون کے شکار کو جاتے تو اُن کے ہمراہی چالیس ہاتھی باندھ لاتے